تفسیر ابن کثیر

چند اہم مضامین کی فہرست

قَالَ فَمَا خَطْبُكُمْ اَيُّهَا الْمُرْسَلُوْنَ ﴿۳۱﴾ قَالُوْٓا اِنَّآ اُرْسِلْنَآ اِلٰى قَوْمٍ مُّجْرِمِيْنَ ﴿۳۲﴾ لِنُرْسِلَ عَلَيْهِمْ حِجَارَةً مِّنْ طِيْنٍ ﴿۳۳﴾ مُّسَوَّمَةً عِنْدَ رَبِّكَ لِلْمُسْرِفِيْنَ ﴿۳۴﴾ فَاَخْرَجْنَا مَنْ كَانَ فِيْهَا مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۳۵﴾ فَمَا وَجَدْنَا فِيْهَا غَيْرَ بَيْتٍ مِّنَ الْمُسْلِمِيْنَ ﴿۳۶﴾ وَتَرَكْنَا فِيْهَآ اٰيَةً لِّلَّذِيْنَ يَخَافُوْنَ الْعَذَابَ الْاَلِيْمَ ﴿۳۷﴾

حضرت (ابراہیمؑ) نے کہا اے اللہ کے بھیجے ہوئے (فرشتو) تمہارا کیا مقصد ہے؟○ انہوں نے جواب دیا کہ ہم گنہگار لوگوں کی طرف بھیجے گئے ہیں ○ تا کہ ہم ان پر کنکر برسائیں ○ جو تیرے رب کی طرف سے ان حد سے گذر جانے والوں کے لئے نامزد ہو چکے ہیں ○ پس جتنے ایماندار وہاں تھے ہم نے انہیں نکال دیا ○ اور ہم نے وہاں مسلمانوں کا صرف ایک ہی گھر پایا ○ اور وہاں ہم نے ان کے لئے جو دردناک عذاب کا ڈر رکھتے ہیں ایک کامل علامت چھوڑی ○

ابراہیم علیہ السلام کے پاس فرشتوں کی آمد: ☆☆ (آیت: ۱-۳۷) پہلے بیان ہو چکا ہے کہ جب ان نو وارد مہمانوں سے حضرت ابراہیم علیہ السلام کا تعارف ہوا اور دہشت جاتی رہی۔ بلکہ ان کی زبانی ایک بہت بڑی خوش خبری بھی سن چکے اور اپنی بردباری، اللہ ترسی اور درد مندی کی وجہ سے خدا کی جناب میں قوم لوط کی سفارش بھی کر چکے اور خدا کے ہاں کے حتمی وعدے کا اعلان بھی سن چکے اس کے بعد جو ہوا اس کا بیان یہاں ہو رہا ہے کہ حضرت خلیل اللہ علیہ السلام نے ان فرشتوں سے دریافت فرمایا کہ آپ لوگ کس مقصد سے آئے ہیں؟ انہوں نے جواب دیا کہ قوم لوط کے گنہگاروں کو تاخت و تاراج کرنے کے لئے ہمیں بھیجا گیا ہے ہم ان پر سنگ باری اور پتھراؤ کریں گے ان پتھروں کو ان پر برسائیں گے جن پر خدا کے حکم سے پہلے ہی ان کے نام لکھے جا چکے ہیں اور ہر ہر گنہگار کے لئے الگ الگ پتھر مقرر کر دیئے گئے ہیں۔ سورۂ عنکبوت میں گذر چکا ہے کہ یہ سن کر حضرت خلیل الرحمٰن علیہ السلام نے فرمایا کہ وہاں تو حضرت لوط علیہ السلام ہیں پھر وہ بستی کی بستی کیسے غارت کر دی جائے گی؟ فرشتوں نے کہا اس کا علم ہمیں بھی ہے۔ ہمیں حکم مل چکا ہے کہ ہم انہیں اور ان کے ساتھ کے اور ان کے گھرانے کے تمام ایمان داروں کو بچالیں ہاں ان کی بیوی نہیں بچ سکتی وہ بھی مجرموں کے ساتھ اپنے جرم کے بدلے ہلاک کر دی جائے گی۔ اسی طرح یہاں بھی ارشاد ہے کہ اس بستی میں جتنے بھی مومن تھے سب کو بچا لیا گیا۔ اس سے بھی مراد حضرت لوطؑ اور ان کے گھرانے کے لوگ ہیں سوائے ان کی بیوی کے جو ایمان نہیں لائی تھیں۔

چنانچہ فرما دیا گیا کہ وہاں سوائے ایک گھر کے اور گھر مسلمان تھا ہی نہیں۔ یہ دونوں آیتیں دلیل ہیں ان لوگوں کی جو کہتے ہیں کہ ایمان واسلام کا مسمّٰی ایک ہی ہے اس لئے کہ یہاں انہی لوگوں کو مومن کہا گیا ہے اور پھر انہی کو مسلمان بھی کہا گیا ہے۔ معتزلہ کا مذہب بھی یہی ہے کہ ایک ہی چیز ہے جسے ایمان بھی کہا جاتا ہے اور اسلام بھی لیکن یہ استدلال ضعیف ہے اس لئے کہ یہ لوگ مومن تھے اور یہ تو ہم بھی مانتے ہیں کہ ہر مومن مسلمان ہوتا ہے لیکن ہر مسلمان مومن نہیں ہوتا۔ پس حال کی خصوصیت کی وجہ سے انہیں مومن مسلم کہا گیا ہے اس سے عام طور پر یہ ثابت نہیں ہوتا کہ ہر مسلم مومن ہے۔ (حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ اور دیگر محدثین کا مذہب ہے کہ جب اسلام حقیقی اور سچا اسلام ہو تو وہی اسلام ایمان ہے اور اس صورت میں ایمان اسلام ایک ہی چیز ہے ہاں جب اسلام حقیقی طور پر نہ ہو تو بیشک اسلام ایمان میں فرق ہے صحیح بخاری شریف کتاب الایمان ملاحظہ ہو۔ مترجم) پھر فرماتا ہے کہ ان کی آباد و شاد بستیوں کو عذاب سے برباد کر کے انہیں سڑے ہوئے بدبودار

کھنڈر بنا دینے میں مومنوں کے لئے عبرت کے پورے سامان ہیں' جو عذاب خدا کا ڈر رکھتے ہیں وہ اس نمونہ کو دیکھ کر اور اس زبردست نشان کو ملاحظہ کر کے پوری عبرت حاصل کر سکتے ہیں۔

وَفِي مُوسَىٰ إِذْ أَرْسَلْنَاهُ إِلَىٰ فِرْعَوْنَ بِسُلْطَانٍ مُّبِينٍ ﴿٣٨﴾ فَتَوَلَّىٰ بِرُكْنِهِ وَقَالَ سَاحِرٌ أَوْ مَجْنُونٌ ﴿٣٩﴾ فَأَخَذْنَاهُ وَجُنُودَهُ فَنَبَذْنَاهُمْ فِي الْيَمِّ وَهُوَ مُلِيمٌ ﴿٤٠﴾ وَفِي عَادٍ إِذْ أَرْسَلْنَا عَلَيْهِمُ الرِّيحَ الْعَقِيمَ ﴿٤١﴾ مَا تَذَرُ مِن شَيْءٍ أَتَتْ عَلَيْهِ إِلَّا جَعَلَتْهُ كَالرَّمِيمِ ﴿٤٢﴾ وَفِي ثَمُودَ إِذْ قِيلَ لَهُمْ تَمَتَّعُوا حَتَّىٰ حِينٍ ﴿٤٣﴾ فَعَتَوْا عَنْ أَمْرِ رَبِّهِمْ فَأَخَذَتْهُمُ الصَّاعِقَةُ وَهُمْ يَنظُرُونَ ﴿٤٤﴾ فَمَا اسْتَطَاعُوا مِن قِيَامٍ وَمَا كَانُوا مُنتَصِرِينَ ﴿٤٥﴾ وَقَوْمَ نُوحٍ مِّن قَبْلُ ۖ إِنَّهُمْ كَانُوا قَوْمًا فَاسِقِينَ ﴿٤٦﴾

ع ۲۳

موسیٰ کے قصے میں بھی ہماری طرف سے تنبیہ ہے جب کہ ہم نے اسے فرعون کی طرف کھلی سند دے کر بھیجا ○ پس اس نے اپنے بل بوتے پر منہ موڑا اور کہنے لگا یہ جادوگر ہے یا دیوانہ ہے ○ بالآخر ہم نے اسے اور اس کے لشکروں کو اپنے عذاب میں پکڑ کر دریا میں ڈال دیا' وہ تھا ہی ملامت کے قابل ○ اسی طرح عادیوں میں بھی جب کہ ہم نے ان پر خیر و برکت سے خالی آندھی بھیجی ○ وہ جس جس چیز پر گذرتی تھی اسے بوسیدہ ہڈی کی طرح چورا چورا کر دیتی تھی ○ اور ثمود کے قصے میں بھی عبرت ہے جب ان سے کہا گیا کہ تم کچھ دنوں فائدہ اٹھالو ○ لیکن انہوں نے اپنے رب کے حکم سے سرتابی کی جس پر انہیں ان کے دیکھتے تیز و تند کڑا کے نے ہلاک کر دیا ○ پس نہ تو وہ کھڑے ہو سکے اور نہ بدلہ لے سکے ○ اور نوح کی قوم کا بھی اس سے پہلے یہی حال ہو چکا تھا' وہ بھی بڑے نافرمان لوگ تھے ○

انجام تکبر: ☆☆ (آیت: ۳۸-۴۶) ارشاد ہوتا ہے کہ جس طرح قوم لوط کے انجام کو دیکھ کر لوگ عبرت حاصل کر سکتے ہیں اسی قسم کا فرعونیوں کا واقعہ ہے' ہم نے ان کی طرف اپنے کلیم پیغمبر حضرت موسیٰ علیہ السلام کو روشن دلیلیں اور واضح برہان دے کر بھیجا لیکن ان کے سردار فرعون نے جو تکبر کا مجسمہ تھا حق کے ماننے سے عناد کیا اور ہمارے فرمان کو بے پرواہی سے ٹال دیا' اس دشمن خدا نے اپنی طاقت وقوت کے گھمنڈ پر' اپنے راج لشکر کے بل بوتے پر رب کے فرمان کی عزت نہ کی اور اپنے والوں کو اپنے ساتھ ملا کر حضرت موسیٰ کی ایذا رسانی پر اتر آیا اور کہنے لگا کہ موسیٰ یا تو جادوگر ہے یا دیوانہ ہے پس اس ملامتی کافر' فاجر' معاند متکبر شخص کو ہم نے اس کے لاؤ لشکر سمیت دریا برد کر دیا۔ اسی طرح عادیوں کے سراسر عبرتناک واقعات بھی تمہارے گوش گذار ہو چکے ہیں جن کی سیاہ کاریوں کے وبال میں ان پر بے برکت ہوائیں بھیجی گئیں' جن ہواؤں نے سب کے حلیے بگاڑ دیئے' ایک لپٹ جس چیز کو لگ گئی وہ گلی سڑی ہڈی کی طرح ہو گئی۔

ابن ابی حاتم کی حدیث میں ہے رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں ہوا دوسری زمین میں مسخر ہے جب اللہ تعالیٰ نے عادیوں کو ہلاک کرنا چاہا تو ہوا کے داروغہ کو حکم دیا کہ ان کی تباہی کے لئے ہوائیں چلا دو۔ فرشتے نے کہا کیا ہواؤں کے خزانے میں اتنا روزن کر دوں جتنا بیل کا نتھنا ہوتا ہے' اللہ تبارک و تعالیٰ نے فرمایا نہیں اگر اتنا روزن کر دیا تو زمین کو اور اس کی کل کائنات کو الٹ دے گی بلکہ اتنا روزن کرو جتنا انگوٹھی کا

حلقہ ہوتا ہے۔ یہ تھیں وہ ہوائیں جو کہ جہاں جہاں سے گذر گئیں تمام چیزوں کو تہ و بالا کرتی گئیں۔ اس حدیث کا فرمان رسول ہونا تو منکر ہے سمجھ سے زیادہ قریب بات یہی ہے کہ یہ حضرت عبداللہ بن عمروؓ کا قول ہے۔ یرموک کی لڑائی میں انہیں دو بورے اہل کتاب کی کتابوں کے ملے تھے ممکن ہے انہی میں سے یہ بات آپ نے بیان فرمائی ہو واللہ اعلم۔ یہ ہوائیں جنوبی تھیں۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں میری مدد پروا ہواؤں سے کی گئی ہے اور عادی پچھوا ہواؤں سے ہلاک ہوئے ہیں۔ ٹھیک اسی طرح ثمودیوں کے حالات پر اور ان کے انجام پر غور کرو کہ ان سے کہہ دیا گیا کہ ایک وقت مقررہ تک تو تم فائدہ اٹھاؤ۔ جیسے اور جگہ فرمایا ہے ثمودیوں کو ہم نے ہدایت دی لیکن انہوں نے ہدایت پر ضلالت کو پسند کیا جس باعث ذلت کے عذاب کی ہولناک چیخ نے ان کے پتے پانی کر دیئے اور کلیجے پھاڑ دیئے' یہ صرف ان کی سرکشی' سرتابی' نافرمانی اور سیاہ کاری کا بدلہ تھا' ان پر ان کے دیکھتے ہوئے عذاب الٰہی آ گیا' تین دن تک تو یہ انتظار میں رہے' عذابوں کے آثار دیکھتے رہے' آخر چوتھے دن صبح ہی صبح رب کا عذاب دفعتہً آ پڑا' حواس باختہ ہو گئے' کوئی تدبیر نہ بن پڑی اتنی بھی مہلت نہ ملی کہ کھڑے ہو کر بھاگنے کی کوشش تو کرتے یا کسی اور طرح اپنے بچاؤ کی کچھ تو فکر کر سکتے۔ اسی طرح ان سے پہلے قوم نوح بھی ہمارے عذاب چکھ چکی ہے' اپنی بدکاری اور کھلی نافرمانی کا خمیازہ وہ بھی بھگت چکی ہے۔ یہ تمام مفصل واقعات فرعونیوں کے' عادیوں کے' ثمودیوں کے اور قوم نوح کے اس سے پہلے کی سورتوں کی تفسیر میں کئی بار بیان ہو چکے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

وَالسَّمَآءَ بَنَيْنٰهَا بِاَيْدٍ وَّاِنَّا لَمُوْسِعُوْنَ ﴿۴۷﴾ وَالْاَرْضَ فَرَشْنٰهَا فَنِعْمَ الْمٰهِدُوْنَ ﴿۴۸﴾ وَمِنْ كُلِّ شَيْءٍ خَلَقْنَا زَوْجَيْنِ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ ﴿۴۹﴾ فَفِرُّوْٓا اِلَى اللّٰهِ ۭ اِنِّيْ لَكُمْ مِّنْهُ نَذِيْرٌ مُّبِيْنٌ ﴿۵۰﴾ وَلَا تَجْعَلُوْا مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ ۭ اِنِّيْ لَكُمْ مِّنْهُ نَذِيْرٌ مُّبِيْنٌ ﴿۵۱﴾

آسمان کو ہم نے اپنی قدرت و قوت سے بنایا ہے اور یقیناً ہم کشادگی کرنے والے ہیں ○ اور زمین کو ہم نے فرش بنا دیا ہے پس ہم بہت ہی اچھے بچھانے والے ہیں ○ اور ہر چیز کو ہم نے جوڑ جوڑ پیدا کیا ہے تاکہ تم نصیحت حاصل کرو ○ پس تم اللہ کی طرف دوڑ بھاگ (یعنی رجوع) کرو یقیناً میں تمہیں اس کی طرف سے صاف صاف تنبیہ کرنے والا ہوں ○ اور اللہ کے ساتھ کسی اور کو معبود نہ ٹھہراؤ بے شک میں تمہیں اس کی طرف سے کھلا ڈرانے والا ہوں ○

تخلیق کائنات: ☆☆ (آیت: ۴۷-۵۱) زمین و آسمان کی پیدائش کا ذکر فرما رہا ہے کہ ہم نے آسمان کو اپنی قوت سے پیدا کیا ہے' اسے محفوظ اور بلند چھت بنا دیا ہے' حضرت ابن عباسؓ' مجاہدؒ' قتادہؒ' ثوریؒ اور بھی بہت سے مفسرین نے یہی کہا ہے کہ ہم نے آسمانوں کو اپنی قوت سے بنایا ہے اور ہم کشادگی والے ہیں' اس کے کنارے ہم نے کشادہ کئے ہیں اور بے ستون اسے کھڑا کر دیا ہے اور قائم رکھا ہے' زمین کو ہم نے اپنی مخلوقات کے لئے بچھونا بنا دیا ہے اور بہت ہی اچھا بچھونا ہے' تمام مخلوق کو ہم نے جوڑ جوڑ پیدا کیا ہے جیسے آسمان زمین' دن رات' سورج چاند' خشکی تری' اجالا اندھیرا' ایمان کفر' موت حیات' بدی نیکی' جنت دوزخ' یہاں تک کہ حیوانات اور نباتات کے بھی جوڑے ہیں۔ یہ اس لئے کہ تمہیں نصیحت حاصل ہو۔ تم جان لو کہ ان سب کا خالق اللہ ہی ہے اور وہ بے شریک اور یکتا ہے' پس تم اس کی طرف دوڑو' اپنی توجہ کا مرکز صرف اسی کو بناؤ' اپنے تمام تر کاموں میں اسی کی ذات پر اعتماد کرو' میں تو تم سب کو صاف صاف آگاہ کر دینے والا ہوں' خبردار خدا کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرانا' میرے کھلم کھلا خوف دلانے کا لحاظ رکھنا۔

كَذٰلِكَ مَآ اَتَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ مِّنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا قَالُوْا سَاحِرٌ اَوْ مَجْنُوْنٌ ﴿۵۲﴾ اَتَوَاصَوْا بِهٖ ۚ بَلْ هُمْ قَوْمٌ طَاغُوْنَ ﴿۵۳﴾ فَتَوَلَّ عَنْهُمْ فَمَآ اَنْتَ بِمَلُوْمٍ ﴿۵۴﴾ وَّذَكِّرْ فَاِنَّ الذِّكْرٰى تَنْفَعُ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۵۵﴾ وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِيَعْبُدُوْنِ ﴿۵۶﴾ مَآ اُرِيْدُ مِنْهُمْ مِّنْ رِّزْقٍ وَّمَآ اُرِيْدُ اَنْ يُّطْعِمُوْنِ ﴿۵۷﴾ اِنَّ اللّٰهَ هُوَ الرَّزَّاقُ ذُو الْقُوَّةِ الْمَتِيْنُ ﴿۵۸﴾ فَاِنَّ لِلَّذِيْنَ ظَلَمُوْا ذَنُوْبًا مِّثْلَ ذَنُوْبِ اَصْحٰبِهِمْ فَلَا يَسْتَعْجِلُوْنِ ﴿۵۹﴾ فَوَيْلٌ لِّلَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ يَّوْمِهِمُ الَّذِيْ يُوْعَدُوْنَ ﴿۶۰﴾

اسی طرح جو لوگ ان سے پہلے گذرے ہیں ان کے پاس بھی جو رسول آیا انہوں نے کہہ دیا یا تو یہ جادوگر ہے یا دیوانہ ہے ○ کیا یہ اس بات کی ایک دوسروں کو وصیت کرتے گئے ہیں' نہیں بلکہ یہ سب کے سب سرکش ہیں ○ تو ان سے منہ پھیر لے تجھ پر کچھ الزام نہیں ○ ہاں تو نصیحت کرتا رہ' یقیناً یہ نصیحت ایمانداروں کو نفع دے گی ○ میں نے جنات اور انسانوں کو محض اسی لئے پیدا کیا ہے کہ وہ میری عبادت کرتے رہیں ○ نہ میں ان سے روزی چاہتا ہوں نہ میری یہ چاہت ہے کہ یہ مجھے کھلائیں ○ اللہ تعالیٰ تو خود ہی سب کا روزی رساں توانائی والا اور زور آور ہے ○ پس جن لوگوں نے ظلم کیا ہے انہیں بھی ان کے ساتھیوں کے حصے کے مثل حصہ ملے گا لہٰذا وہ مجھ سے جلدی طلب نہ کریں ○ پس خرابی ہے منکروں کو ان کے اس دن جس کا وعدہ دیئے جاتے ہیں ○

تبلیغ میں صبر وضبط کی اہمیت : ☆☆ (آیت :۵۲-۶۰) اللہ تعالیٰ اپنے نبی ﷺ کو تسلی دیتے ہوئے فرماتا ہے کہ یہ کفار جو آپ کو کہتے ہیں وہ کوئی نئی بات نہیں' ان سے پہلے کے کافروں نے بھی اپنے اپنے زمانہ کے رسولوں سے یہی کہا ہے' کافروں کا یہ قول سلسلہ بہ سلسلہ یونہی چلا آیا ہے جیسے آپس میں ایک دوسروں کو وصیت کر کے جاتے ہوں' سچ تو یہ ہے کہ سرکشی اور سرتابی میں یہ سب یکساں ہیں- اس لئے جو بات پہلے والوں کے منہ سے نکلی وہی ان کی زبان سے نکلتی ہے کیونکہ سخت دلی میں سب ایک سے ہیں- پس آپ چشم پوشی کیجئے' یہ مجنون کہیں جادوگر کہیں آپ صبر وسہار سے سن لیں' ہاں نصیحت کی تبلیغ نہ چھوڑیئے' اللہ کی باتیں پہنچاتے چلے جایئے- جن دلوں میں ایمان کی قبولیت کا مادہ ہے وہ ایک نہ ایک روز راہ پر لگ جائیں گے- پھر اللہ تعالیٰ جل جلالہ کا فرمان ہے کہ میں نے انسانوں اور جنوں کو کسی اپنی ضرورت کے لئے نہیں پیدا کیا بلکہ صرف اس لئے کہ میں انہیں ان کے نفع کے لئے اپنی عبادت کا حکم دوں' وہ خوشی ناخوشی میرے معبود برحق ہونے کا اقرار کریں' مجھے پہچانیں- حضرت سدیؒ فرماتے ہیں بعض عبادتیں نفع دیتی ہیں اور بعض عبادتیں بالکل نفع نہیں پہنچاتیں- جیسے قرآن میں ایک جگہ ہے کہ اگر تم ان کافروں سے پوچھو کہ آسمان وزمین کو کس نے پیدا کیا ہے؟ تو یہ جواب دیں گے کہ اللہ تعالیٰ نے' تو گو یہ بھی عبادت ہے مگر مشرکوں کو کام نہ آئے گی' غرض عابد سب ہیں خواہ عبادت ان کے لئے نافع ہو یا نہ ہو- حضرت ضحاکؒ فرماتے ہیں اس سے مراد مسلمان انسان اور ایمان والے جنات ہیں- مسند احمد کی حدیث میں ہے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں مجھے رسول اللہ ﷺ نے یوں پڑھایا ہے اِنِّیْ اَنَا الرَّزَّاقُ ذُو الْقُوَّةِ الْمَتِيْنُ یہ حدیث ابوداؤد' ترمذی اور نسائی میں بھی ہے- امام

ترمذی رحمۃ اللہ علیہ اسے حسن صحیح بتلاتے ہیں- غرض اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو بندگی کے لئے پیدا کیا ہے اب اس کی عبادت یکسوئی کے ساتھ جو بجالائے گا' کسی کو اس کا شریک نہ کرے گا' وہ اسے پوری پوری جزا عنایت فرمائے گا اور جو اس کی نافرمانی کرے گا اور اس کے ساتھ کسی کو شریک کرے گا وہ بدترین سزائیں بھگتے گا- اللہ کسی کا محتاج نہیں بلکہ کل مخلوق ہر حال اور ہر وقت میں اس کی پوری محتاج ہے بلکہ محض بے دست و پا اور سراسر فقیر ہے' خالق و رازق اکیلا اللہ تعالیٰ ہی ہے-

مسند احمد میں حدیث قدسی ہے کہ اے ابن آدم! میری عبادت کے لئے فارغ ہو جا' میں تیرا سینہ تونگری اور بے نیازی سے پر کر دوں گا اور تیری فقیری روک دوں گا اور اگر تو نے ایسا نہ کیا تو میں تیرے سینے کو اشغال سے بھر دوں گا اور تیری فقیری کو ہرگز بند نہ کروں گا- ترمذی اور ابن ماجہ میں بھی یہ حدیث شریف ہے' امام ترمذی اسے حسن غریب کہتے ہیں- خالد کے دونوں لڑکے حضرت حبہؓ اور حضرت سواءؓ فرماتے ہیں ہم آنحضرت ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اس وقت آپ کسی کام میں مشغول تھے یا کوئی دیوار بنا رہے تھے یا کسی چیز کو درست کر رہے تھے' ہم بھی اسی کام میں لگ گئے جب کام ختم ہوا تو آپ نے ہمیں دعا دی اور فرمایا سر ہل جانے تک روزی سے مایوس نہ ہونا' دیکھو انسان جب پیدا ہوتا ہے ایک سرخ بوٹی ہوتا ہے' بدن پر ایک چھلکا بھی نہیں ہوتا' پھر اللہ تعالیٰ اسے سب کچھ دیتا ہے- (مسند احمد) بعض آسمانی کتابوں میں ہے اے ابن آدم! میں نے تجھے اپنی عبادت کے لئے پیدا کیا ہے' تو اس سے غفلت نہ کر تیرے رزق کا میں ضامن ہوں' تو اس میں بے جا تکلیف نہ کر' مجھے ڈھونڈ تا کہ مجھے پائے جب تو نے مجھے پا لیا تو یقین مان کہ تو نے سب کچھ پا لیا اور اگر میں تجھے نہ ملا تو سمجھ لے کہ تمام بھلائیاں تو کھو چکا' سن تمام چیزوں سے زیادہ محبت تیرے دل میں میری ہونی چاہئے- پھر فرماتا ہے یہ کافر میرے عذابوں کو جلدی کیوں مانگ رہے ہیں؟ وہ عذاب تو انہیں اپنے وقت پر پہنچ کر ہی رہیں گے جیسے ان سب سے پہلے کے کافروں کو پہنچے- قیامت کے دن جس دن کا ان سے وعدہ ہے انہیں بڑی خرابی ہوگی- الحمد للہ سورۂ ذاریات کی تفسیر ختم ہوئی-

---

تفسیر سورة الطور

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَالطُّوْرِ ۝۱ وَكِتٰبٍ مَّسْطُوْرٍ ۝۲ فِيْ رَقٍّ مَّنْشُوْرٍ ۝۳ وَّالْبَيْتِ الْمَعْمُوْرِ ۝۴ وَالسَّقْفِ الْمَرْفُوْعِ ۝۵ وَالْبَحْرِ الْمَسْجُوْرِ ۝۶ اِنَّ عَذَابَ رَبِّكَ لَوَاقِعٌ ۝۷ مَّا لَهٗ مِنْ دَافِعٍ ۝۸ يَّوْمَ تَمُوْرُ السَّمَآءُ مَوْرًا ۝۹ وَّتَسِيْرُ الْجِبَالُ سَيْرًا ۝۱۰ فَوَيْلٌ يَّوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِيْنَ ۝۱۱

معبود برحق رحمت و رحم والے کے نام سے شروع

قسم ہے طور کی ○ اور لکھی ہوئی کتاب کی ○ جو کھلے ہوئے ورق میں ہے ○ اور آباد گھر کی ○ اور اونچی چھت کی ○ اور سلگتے دریا کی ○ یہ بیشک تیرے رب کا عذاب ہو کر رہنے والا ہے ○ اسے کوئی روک سکنے والا نہیں ○ جس دن آسمان تھرتھرانے لگے گا ○ اور پہاڑ چلنے پھرنے لگیں گے ○ آج جھٹلانے والوں کو پوری خرابی ہے ○

(آیت: ۱-۱۱) حضرت جبیر بن مطعم رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں میں نے نبی ﷺ کو مغرب کی نماز میں ''سورۂ طور'' پڑھتے ہوئے سنا ہے' آپ سے زیادہ خوش آواز اور آپ سے زیادہ اچھی قرأت والا میں نے تو کسی کو نہیں سنا۔ (مؤطا مالک) حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں زمانہ حج میں میں بیمار تھی' حضورؐ سے میں نے اپنا حال کہا تو آپ نے فرمایا تم سواری پر سوار ہو کر لوگوں کے پیچھے پیچھے طواف کر لو۔ چنانچہ میں نے سواری پر بیٹھ کر طواف کیا' اس وقت آنحضرت ﷺ بیت اللہ کے ایک کونے میں نماز پڑھ رہے تھے اور وَالطُّوْرِ وَكِتَابٍ مَّسْطُوْرٍ کی تلاوت فرما رہے تھے۔ (بخاری)

اللہ تعالیٰ اپنی مخلوق میں سے ان چیزوں کی قسم کھا کر جو اس کی عظیم الشان قدرت کی نشانیاں ہیں فرماتا ہے کہ اس کا عذاب ہو کر ہی رہے گا' جب وہ آئے گا کسی کی مجال نہ ہوگی کہ اسے ہٹا سکے۔ طور اس پہاڑ کو کہتے ہیں جس پر درخت ہوں جیسے وہ پہاڑ جس پر اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰؑ سے کلام کیا اور جہاں سے حضرت عیسیٰؑ کو بھیجا تھا اور جو خشک پہاڑ ہو اسے جبل کہا جاتا ہے طور نہیں کہا جاتا۔ كِتَابٍ مَّسْطُوْرٍ سے مراد یا تو لوح محفوظ ہے یا خدا کی اتاری ہوئی لکھی ہوئی کتابیں ہیں جو انسانوں پر پڑھی جاتی ہیں' اسی لئے ساتھ ہی فرما دیا کھلے ہوئے اوراق میں۔ بَيْتِ الْمَعْمُوْرِ کی بابت معراج والی حدیث میں ہے کہ حضورؐ فرماتے ہیں ساتویں آسمان سے آگے بڑھنے کے بعد مجھے بیت المعمور دکھلایا گیا جس میں ہر روز ستر ہزار فرشتے عبادت خدا کے لئے جاتے ہیں دوسرے دن اتنے ہی اور لیکن جو آج گئے ان کی باری پھر قیامت تک نہیں آتی۔ جس طرح زمین پر کعبۃ اللہ کا طواف ہوتا ہے اسی طرح آسمانیوں کے طواف کی اور عبادت کی جگہ وہ ہے۔ اسی حدیث میں ہے کہ آپ نے اس وقت حضرت ابراہیم علیہ السلام کو دیکھا کہ بیت المعمور سے کمر لگائے بیٹھے ہیں' اس میں ایک باریک نکتہ یہ ہے کہ چونکہ خلیل خدا بانی بیت اللہ تھے جن کے ہاتھوں زمین میں کعبہ خدا بنا تھا تو انہیں وہاں بھی اس کے کعبے سے لگے ہوئے آپ نے دیکھا۔ تو گویا اس عمل کی جزا اسی جیسی پروردگار نے اپنے خلیل کو دی' یہ بیت المعمور ٹھیک خانہ کعبہ کے اوپر ہے اور ہے ساتویں آسمان پر' یوں تو ہر آسمان میں ایک ایسا گھر ہے جہاں اس آسمان کے فرشتے اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتے ہیں' پہلے آسمان پر جو اسی جگہ ہے اس کا نام بیت العزت ہے' واللہ اعلم۔

ابن ابی حاتم میں حدیث ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا آسمان میں ایک گھر ہے جسے معمور کہتے ہیں جو کعبہ کی سمت میں ہے' چوتھے آسمان میں نہر ہے جس کا نام نہر حیوان ہے' حضرت جبرئیل علیہ السلام ہر روز اس میں غوطہ لگاتے ہیں اور نکل کر بدن جھاڑتے ہیں جس سے ستر ہزار قطرے جھڑتے ہیں' ایک ایک قطرے سے اللہ تعالیٰ ایک ایک فرشتہ پیدا کرتا ہے جنہیں حکم ہوتا ہے کہ وہ بیت المعمور میں جائیں اور نماز ادا کریں' پھر وہ وہاں سے نکل آتے ہیں اب انہیں دوبارہ جانے کی نوبت نہیں آتی' ان کا ایک سردار ہوتا ہے جسے حکم دیا جاتا ہے کہ انہیں لے کر کسی جگہ کھڑا ہو جائے پھر وہ اللہ کی تسبیح کے بیان میں لگ جاتے ہیں' قیامت تک ان کا یہی شغل رہتا ہے' یہ حدیث بہت ہی غریب ہے' اس کے راوی روح بن صباح اس میں منفرد ہیں حافظوں کی ایک جماعت نے ان پر اس حدیث کا انکار کیا ہے جیسے جوزجانی' عقیلی' حاکم وغیرہ۔ امام حاکم ابو عبداللہ نیشاپوریؒ اسے بالکل بے اصل بتلاتے ہیں۔ حضرت علیؓ سے ایک شخص نے پوچھا کہ بیت المعمور کیا ہے؟ آپ نے فرمایا وہ آسمان میں ہے' اسے صراح کہا جاتا ہے کعبہ کے ٹھیک اوپر ہے' جس طرح زمین کا کعبہ حرمت کی جگہ ہے اسی طرح وہ آسمانوں میں حرمت کی جگہ ہے' ہر روز اس میں ستر ہزار فرشتے نماز ادا کرتے ہیں لیکن جو آج گئے تھے ان کی باری قیامت تک دوبارہ نہیں آتی کیونکہ فرشتوں کی تعداد ہی اس قدر ہے۔ ایک روایت میں ہے کہ یہ پوچھنے والے ابن کواءؓ تھے۔

ابن عباسؓ سے منقول ہے کہ یہ عرش کے محاذ میں ہے' ایک مرفوع روایت میں ہے کہ صحابہ کو ایک دن حضورؐ نے فرمایا بیت المعمور کو

جانتے ہو؟ انہوں نے کہا اللہ اور اس کے رسول جانتے ہیں' فرمایا وہ آسمانی کعبہ ہے اور زمینی کعبے کے بالکل اوپر ہے ایسا کہ اگر وہ گرے تو اسی پر گرے' اس میں ہر روز ستر ہزار فرشتے نماز ادا کرتے ہیں جن کی باری قیامت تک پھر نہیں آتی - حضرت ضحاکؒ فرماتے ہیں یہ فرشتے ابلیس کے قبیلے کے جنات میں سے ہیں' واللہ اعلم - اونچی چھت سے مراد آسمان ہے - جیسے اور جگہ ہے وَجَعَلْنَا السَّمَآءَ سَقْفًا مَّحْفُوْظًا ربیع بن انسؒ فرماتے ہیں مراد اس سے عرش ہے اس لئے کہ وہ تمام مخلوق کی چھت ہے اس قول کی توجیہ اس طرح ہو سکتی ہے کہ مراد عام ہو - بَحْرِ مَسْجُوْرِ سے مراد وہ پانی ہے جو عرش تلے ہے' جو بارش کی طرح برسے گا جس سے قیامت کے دن مردے اپنی اپنی قبروں سے جی اٹھیں گے' جمہور کہتے ہیں یہی عام دریا مراد ہیں انہیں جو مسجور کہا گیا ہے یہ اس لئے کہ قیامت کے دن ان میں آگ لگا دی جائے گی' جیسے اور جگہ ہے وَاِذَا الْبِحَارُ سُجِّرَتْ جبکہ دریا بھڑکا دیئے جائیں اور ان میں آگ لگ جائے گی جو پھیل کر تمام اہل محشر کو گھیر لے گی - حضرت علاء بن بدرؒ کہتے ہیں کہ بھڑکتے ہوئے دریا اس لئے کہا گیا کہ نہ اس کا پانی پینے کے کام میں آئے اور نہ کھیتی کو دیا جائے یہی حال قیامت کے دن دریاؤں کا ہوگا - یہ معنی بھی کئے گئے ہیں کہ دریا بہتا ہوا اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ دریا پر شدہ' ادھر ادھر جاری -

ابن عباسؓ فرماتے ہیں مسجور سے مراد فارغ یعنی خالی ہے' کوئی لونڈی پانی لینے کو جائے پھر لوٹ کر کہے کہ حوض مسجور ہے اس سے مراد یہی ہے کہ خالی ہے یہ بھی کہا گیا ہے کہ معنی یہ ہیں کہ اسے زمین سے روک دیا گیا ہے اس لئے کہ ڈبو نہ دے - مسند احمد کی ایک مرفوع حدیث میں ہے کہ ہر رات تین مرتبہ دریا اللہ تعالیٰ سے اجازت طلب کرتا ہے کہ اگر حکم ہو تو تمام لوگوں کو ڈبو دوں لیکن اللہ تعالیٰ اسے روک دیتا ہے - دوسری روایت میں ہے کہ ایک بزرگ مجاہد جو سمندر کی سرحد کے لشکروں میں تھے وہ جہاد کی تیاری میں وہیں رہتے تھے' فرماتے ہیں ایک رات میں چوکیداری کے لئے نکلا اس رات کوئی اور پہرے پر نہ تھا' میں گشت کرتا ہوا میدان میں پہنچا اور وہاں سے سمندر پر نظریں ڈالیں تو ایسا معلوم ہوا کہ گویا سمندر پہاڑ کی چوٹیوں سے ٹکرا رہا ہے' بار بار یہی نظارہ میں نے دیکھا - ابو صالح سے یہ واقعہ بیان کیا' انہوں نے یہ روایت حضرت عمر بن خطابؓ والی اوپر والی حدیث مجھے سنائی' لیکن اس کی سند میں ایک راوی مبہم ہے جس کا نام نہیں لیا گیا - ان قسموں کے بعد اب جس چیز پر قسمیں کھائی گئی تھیں' ان کا بیان ہو رہا ہے کہ کافروں کو جو عذاب الٰہی ہونے والا ہے وہ یقینی طور پر آنے والا ہی ہے' جب وہ آئے گا کسی کے بس میں اس کا روکنا نہ ہوگا - ابن ابی الدنیا میں ہے کہ ایک رات حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ شہر کی دیکھ بھال کے لئے نکلے تو ایک مکان سے کسی مسلمان کی تلاوت قرآن کی آواز کان میں پڑی وہ سورۂ والطور پڑھ رہے تھے' آپ نے سواری روک لی اور کھڑے ہو کر قرآن سننے لگے جب وہ اس آیت پر پہنچے تو زبان سے نکل گیا کہ رب کعبہ کی قسم سچی ہے' پھر اپنے گدھے سے اتر پڑے اور دیوار سے ٹیک لگا کر بیٹھ گئے' چلنے پھرنے کی طاقت نہ رہی' دیر تک بیٹھے رہنے کے بعد جب ہوش و حواس ٹھکانے آئے تو اپنے گھر پہنچے لیکن خدا کے کلام کی اس ڈراونی آیت کے اثر سے دل کی کمزوری کی یہ حالت تھی کہ مہینہ بھر تک بیمار پڑے رہے اور ایسے کہ لوگ بیمار پرسی کو آتے تھے گو کسی کو معلوم نہ تھا کہ بیماری کیا ہے؟ رضی اللہ تعالیٰ عنہ -

ایک روایت میں ہے آپ کی تلاوت میں ایک مرتبہ یہ آیت آئی اسی وقت ہچکی بندھ گئی اور اس قدر قلب پر اثر پڑا کہ بیمار ہو گئے چنانچہ بیس دن تک عیادت کی جاتی رہی - اس دن آسمان تھرتھرائے گا' پھٹ جائے گا' چکر کھانے لگے گا' پہاڑ اپنی جگہ سے ہل جائیں گے' ہٹ جائیں گے' ادھر کے ادھر ہو جائیں گے' کانپ کانپ کر ٹکڑے ٹکڑے ہو کر پھر ریزہ ریزہ ہو جائیں گے' آخر روئی کے گالوں کی طرح ادھر ادھر اتر جائیں گے اور بے نام و نشان ہو جائیں گے' اس دن ان لوگوں پر جو اس دن کو نہ مانتے تھے ویل و حسرت' خرابی و ہلاکت ہوگی -

الَّذِيْنَ هُمْ فِيْ خَوْضٍ يَّلْعَبُوْنَ ﴿١٢﴾ يَوْمَ يُدَعُّوْنَ اِلٰى نَارِ جَهَنَّمَ دَعًّا ﴿١٣﴾ هٰذِهِ النَّارُ الَّتِيْ كُنْتُمْ بِهَا تُكَذِّبُوْنَ ﴿١٤﴾ اَفَسِحْرٌ هٰذَآ اَمْ اَنْتُمْ لَا تُبْصِرُوْنَ ﴿١٥﴾ اِصْلَوْهَا فَاصْبِرُوْٓا اَوْ لَا تَصْبِرُوْا ۚ سَوَآءٌ عَلَيْكُمْ ۭ اِنَّمَا تُجْزَوْنَ مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴿١٦﴾

جو اپنی بے ہودہ گوئی میں اچھل کود کر رہے ہیں ○ جس دن وہ دھکے دے دے کر آتش جہنم کی طرف لائے جائیں گے ○ یہی وہ آتش دوزخ ہے جسے تم جھوٹ بتلاتے تھے ○ اب بتلاؤ کیا یہ جادو ہے؟ ○ یا تم دیکھتے ہی نہیں ہو؟ جاؤ دوزخ میں اب تمہارا صبر کرنا اور نہ کرنا تمہارے لئے یکساں ہے، تمہیں فقط تمہارے کئے اعمال کا بدلہ دیا جائے گا ○

(آیت:۱۲-۱۶) خدا کا عذاب، فرشتوں کی مار، جہنم کی آگ ان کے لئے ہوگی جو دنیا میں مشغول تھے اور دین کو ایک کھیل تماشہ مقرر کر رکھا تھا۔ اس دن انہیں دھکے دے کر نار جہنم کی طرف دھکیلا جائے گا اور داروغہ جہنم ان سے کہے گا کہ یہ وہ جہنم ہے جسے تم نہیں مانتے تھے۔ پھر مزید ڈانٹ ڈپٹ کے طور پر کہیں گے اب بولو کیا یہ جادو ہے یا تم اندھے ہو؟ جاؤ اس میں ڈوب جاؤ، یہ تمہیں چوطرف سے گھیر لے گی، اب اس کے عذاب کی تمہیں سہار ہو یا نہ ہو، ہائے وائے کرو خواہ خاموش رہو، اسی میں پڑے جھلستے رہو گے، کوئی ترکیب فائدہ نہ دے گی، کسی طرح چھوٹ نہ سکو گے، یہ اللہ کا ظلم نہیں بلکہ صرف تمہارے اعمال کا بدلہ ہے۔

اِنَّ الْمُتَّقِيْنَ فِيْ جَنّٰتٍ وَّنَعِيْمٍ ﴿١٧﴾ فٰكِهِيْنَ بِمَآ اٰتٰهُمْ رَبُّهُمْ ۚ وَوَقٰهُمْ رَبُّهُمْ عَذَابَ الْجَحِيْمِ ﴿١٨﴾ كُلُوْا وَاشْرَبُوْا هَنِيْٓـًٔا بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴿١٩﴾ مُتَّكِـِٕيْنَ عَلٰى سُرُرٍ مَّصْفُوْفَةٍ ۚ وَزَوَّجْنٰهُمْ بِحُوْرٍ عِيْنٍ ﴿٢٠﴾

پرہیزگار لوگ جنتوں اور نعمتوں میں ہیں ○ جو انہیں ان کے رب نے دے رکھی ہیں اس پر خوش خوش ہیں اور ان کے پروردگار نے انہیں جہنم کے عذاب سے بھی بچا لیا ہے ○ تم سہتا پچتا کھاتے پیتے رہا کرو ان اعمال کے بدلے جو تم کرتے تھے ○ برابر بچھے ہوئے شاندار تخت پر تکیے لگائے ہوئے اور ہم نے ان کے نکاح گوری گوری بڑی بڑی آنکھوں والی حوروں سے کر دیئے ہیں ○

جنت کے مناظر: ☆☆ (آیت:۱۷-۲۰) اللہ تعالیٰ نیک بختوں کا انجام بیان فرما رہا ہے کہ عذاب و سزا، جو بد بختوں کو ہو رہا ہے یہ اس سے محفوظ کر کے جنتوں میں پہنچا دیئے گئے جہاں کی بہترین نعمتوں سے فائدہ اٹھا رہے ہیں اور ہر طرح خوش حال خوش دل ہیں، قسم قسم کے کھانے، طرح طرح کے پینے، بہترین لباس، عمدہ عمدہ سواریاں، بلند و بالا مکانات اور ہر طرح کی نعمتیں انہیں مہیا ہیں، کسی قسم کا ڈر خوف نہیں، خدا فرما چکا ہے کہ تمہیں میرے عذابوں سے نجات مل گئی، غرض دکھ سے دور، سکھ سے مسرور، راحت و لذت میں مخمور ہیں، جو چیز سامنے آتی ہے وہ ایسی ہے جسے نہ کسی آنکھ نے دیکھا ہو نہ کسی کان نے سنا ہو نہ کسی دل پر خیال تک گذرا ہو۔ پھر خدا کی طرف سے بار بار مہمان نوازی کے طور پر ان سے کہا جاتا ہے کہ کھاتے پیتے رہو، خوش گوار، خوش ذائقہ، بے تکلف، مزیدار، مرغوب چیزیں تمہارے لئے مہیا ہیں۔

پھر ان کا دل خوش کرنے' حوصلہ بڑھانے اور طبیعت میں امنگ پیدا کرنے کے لئے ساتھ ہی اعلان ہوتا ہے کہ یہ تو تمہارے اعمال کا بدلہ ہے جو تم اس جہان میں کر آئے ہو- مرصع اور جڑاؤ شاہانہ تخت پر بڑی بے فکری اور فارغ البالی سے تکئے لگائے بیٹھے ہوں گے' ستر ستر سال گذر جائیں گے انہیں ضرورت نہ ہوگی کہ اٹھیں یا ہلیں جلیں' بے شمار سلیقہ شعار ادب دان خدام ہر طرح کی خدمت کے لئے کمربستہ جس چیز کو جی چاہے آن کی آن میں موجود' آنکھوں کا نور' دل کا سرور' وافر وموفور سامنے' بے انتہا خوبصورت' خوب سیرت' گورے گورے پنڈے والی' بڑی بڑی رسیلی آنکھوں والی' بہت سی حوریں' پاک دل' عفت ماب' عصمت کوش' دل بہلانے اور خواہش پوری کرنے کے لئے سامنے کھڑی' ہر ہر نعمت ورحمت چوطرف بکھری ہوئی' پھر بھلا انہیں کس چیز کی کمی- ستر سال کے بعد جب دوسری جانب مائل ہوتے ہیں تو دیکھتے ہیں کہ وہاں اور ہی منظر ہے' ہر چیز نئی ہے' ہر نعمت جوبن پر ہے' اس طرف کی حوروں پر نظریں ڈالتے ہیں تو ان کے نور کی چکا چوند حیرت میں ڈال دیتی ہے' ان کی پیاری پیاری بھولی بھالی شکلیں' اچھوتے پنڈے اور کنوار پنے کی شرمیلی نظریں اور جوانی کا بانکپن دل پر مقناطیسی اثر ڈالتا ہے' جنتی کچھ کہے اس سے پہلے ہی وہ اپنی شیریں کلامی سے عجیب انداز سے کہتی ہے شکر ہے کہ آپ کا التفات ہماری طرف بھی ہوا' غرض اسی طرح من مانی نعمتوں میں مست ہو رہے ہیں- پھر ان جنتیوں کے تخت باوجود قطار وار ہونے کے اس طرح نہ ہوں گے کہ کسی کو کسی کی پیٹھ ہو بلکہ آمنے سامنے ہوں گے- جیسے اور جگہ ہے وَعَلٰی سُرُرٍ مُّتَقَابِلِیْنَ تختوں پر ہوں گے اور ایک دوسرے کے سامنے ہوں گے- پھر فرماتا ہے ہم نے ان کے نکاح میں حوریں دے رکھی ہیں جو کبھی دل میلا نہ کریں' جب آنکھ پڑے جی خوش ہو جائے اور ظاہری خوبصورتی کی تو کسی سے تعریف ہی کیا ہو سکتی ہے؟ ان کے اوصاف کے بیان کی حدیثیں وغیرہ کئی مقامات پر گذر بھی چکی ہیں اس لئے انہیں یہاں وارد کرنا کچھ چنداں ضروری نہیں-

وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَاتَّبَعَتْهُمْ ذُرِّیَّتُهُمْ بِاِیْمَانٍ اَلْحَقْنَا بِهِمْ ذُرِّیَّتَهُمْ وَمَآ اَلَتْنٰهُمْ مِّنْ عَمَلِهِمْ مِّنْ شَیْءٍ ۭ كُلُّ امْرِیءٍ بِمَا كَسَبَ رَهِیْنٌ ﴿۲۱﴾ وَاَمْدَدْنٰهُمْ بِفَاكِهَةٍ وَّلَحْمٍ مِّمَّا یَشْتَهُوْنَ ﴿۲۲﴾ یَتَنَازَعُوْنَ فِیْهَا كَاْسًا لَّا لَغْوٌ فِیْهَا وَلَا تَاْثِیْمٌ ﴿۲۳﴾

جو لوگ ایمان لائے اور ان کی اولاد نے بھی ایمان میں ان کا ساتھ دیا ہم ان کی اولاد کو ان تک پہنچا دیں گے اور ان کے عمل سے ہم کچھ کم نہ کریں گے' ہر شخص اپنے اپنے اعمال میں گرفتار ہے ○ ہم ان کے لئے میوے اور مرغوب گوشت کی ریل پیل کر دیں گے ○ وہ (خوش طبعی) کے ساتھ ایک دوسرے سے جام شراب کی چھینا جھپٹی کریں گے جس شراب کے سرور میں نہ تو بے ہودہ گوئی ہوگی نہ گناہ ○

صالح اولاد انمول اثاثہ: ☆☆ (آیت: ۲۱-۲۳) اللہ تعالیٰ جل شانہ اپنے فضل وکرم اور لطف ورحم' اپنے احسان اور انعام کا بیان فرماتا ہے کہ جن مومنوں کی اولادیں بھی ایمان میں اپنے باپ دادوں کی راہ لگ جائیں لیکن اعمال صالحہ میں اپنے بڑوں سے کم ہوں' پروردگار ان کے نیک اعمال کا بدلہ بڑھا چڑھا کر انہیں ان کے بڑوں کے درجے میں پہنچا دے گا تاکہ بڑوں کی آنکھیں چھوٹوں کو اپنے پاس دیکھ کر ٹھنڈی رہیں اور چھوٹے بھی اپنے بڑوں کے پاس ہشاش بشاش رہیں' ان کے عملوں کی بڑھوتری ان کے بزرگوں کے اعمال کی کمی سے نہ کی جائے گی بلکہ محسن ومہربان خدا انہیں اپنے معمور خزانوں میں سے عطا فرمائے گا- حضرت ابن عباسؓ اس آیت کی تفسیر میں یہی فرماتے ہیں- ایک مرفوع

حدیث بھی اس مضمون کی مروی ہے- ایک اور روایت میں ہے کہ جب جنتی شخص جنت میں جائے گا اور اپنے ماں باپ اور بیوی بچوں کو نہ پائے گا تو دریافت کرے گا کہ وہ کہاں ہیں جواب ملے گا کہ وہ تمہارے مرتبہ تک نہیں پہنچے' یہ کہے گا باری تعالیٰ میں نے تو اپنے لئے اور ان کے لئے نیک اعمال کئے تھے چنانچہ حکم دیا جائے گا اور انہیں بھی ان کے درجے میں پہنچا دیا جائے گا- یہ بھی مروی ہے کہ جنتیوں کی جن اولادوں نے ایمان قبول کیا اور نیک کام کئے وہ تو ان کے ساتھ ملا دی جائے گی لیکن ان کے جو چھوٹے بچے بچپن ہی میں انتقال کر گئے تھے وہ بھی ان کے پاس پہنچا دیئے جائیں گے- حضرت ابن عباسؓ' شعبیؒ' سعید بن جبیرؒ' ابراہیمؒ' قتادہؒ' ابو صالحؒ' ربیع بن انس' ضحاک بن زید رحمہم اللہ تعالیٰ بھی یہی کہتے ہیں' امام ابن جریرؒ بھی اسی کو پسند فرماتے ہیں- مسند احمد میں ہے کہ حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے نبی ﷺ سے اپنے دو بچوں کی نسبت دریافت کیا جو زمانہ جاہلیت میں مرے تھے تو آپ نے فرمایا وہ دونوں جہنم میں ہیں پھر جب مائی صاحبہ کو غمگین دیکھا تو فرمایا اگر تم ان کی جگہ دیکھ لیتیں تو تمہارے دل میں ان کا بغض پیدا ہو جاتا' مائی صاحبہ نے پوچھا یا رسول اللہ! میرا بچہ جو آپ سے ہوا وہ کہاں ہے؟ آپ نے فرمایا وہ جنت میں ہے- مومن مع اپنی اولادوں کے جنت میں ہیں اور کافر اپنی اولادوں سمیت جہنم میں ہیں- پھر حضورؐ نے اس آیت کی تلاوت کی- یہ تو ہوئی ماں باپ کے اعمال صالحہ کی وجہ سے اولاد کی بزرگی اب اولاد کی دعا خیر کی وجہ سے ماں باپ کی بزرگی' ملاحظہ ہو' مسند احمد میں حدیث ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ اپنے نیک بندے کا درجہ جنت میں دفعتہً بڑھاتا ہے وہ دریافت کرتا ہے کہ خدایا میرا یہ درجہ کیسے بڑھ گیا؟ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے کہ تیری اولاد نے تیرے لئے استغفار کیا اس بنا پر میں نے تیرا درجہ بڑھا دیا- اس حدیث کی اسناد بالکل صحیح ہے گو بخاری مسلم میں ان لفظوں سے نہیں آئی لیکن اس جیسی ایک روایت صحیح مسلم میں اسی طرح مروی ہے کہ ابن آدم کے مرتے ہی اس کے اعمال موقوف ہو جاتے ہیں لیکن تین عمل کہ وہ مرنے کے بعد بھی ثواب پہنچاتے رہتے ہیں- صدقہ جاریہ' علم دین جس سے نفع پہنچتا ہے' نیک اولاد جو مرنے والے کے لئے دعائے خیر کرتی رہے- چونکہ یہاں بیان ہوا تھا کہ مومنوں کی اولاد کے درجے بے عمل بڑھا دیئے گئے تھے تو ساتھ ہی ساتھ اپنے اس فضل کے بعد اپنے عدل کا بیان فرماتا ہے کہ کسی کو کسی کے اعمال میں پکڑا نہ جائے گا بلکہ ہر شخص اپنے اپنے عمل میں رہن ہو گا' باپ کا بوجھ بیٹے پر اور بیٹے کا باپ پر نہ ہو گا-

جیسے اور جگہ ہے كُلُّ نَفْسٍ بِمَا كَسَبَتْ رَهِينَةٌ ہر شخص اپنے کئے ہوئے کاموں میں گرفتار ہے مگر وہ جن کے دائیں ہاتھ میں نامہ اعمال پہنچے وہ جنتوں میں بیٹھے ہوئے گنہگاروں سے دریافت کرتے ہیں- پھر ارشاد ہوتا ہے کہ ان جنتیوں کو قسم قسم کے میوے اور طرح طرح کے گوشت دیئے جاتے ہیں' جس چیز کو جی چاہے' جس پر دل آئے وہ یک لخت موجود ہو جاتی ہے' شراب طہور کے چھلکتے ہوئے جام ایک دوسروں کو پلا رہے ہیں' جس کے پینے سے سرور اور کیف لطف اور بہار حاصل ہوتا ہے لیکن بدزبانی بے ہودہ گوئی نہیں ہوتی' ہذیان نہیں بکتے' بے ہوش نہیں ہوتے' سچا سرور اور پوری خوشی حاصل' بک جھک سے دور' گناہ سے غافل' باطل و کذب سے دور' غیبت و گناہ سے نفور- دنیا میں شرابیوں کی حالت دیکھی ہو گی کہ ان کے سر میں چکر' پیٹ میں درد' عقل زائل' بکواس بہت' بو بری' چہرے بے رونق' اسی طرح شراب کہ بدذائقہ اور بدبودار' یہاں جنت کی شراب ان تمام گندگیوں سے کوسوں دور ہے' یہ رنگ میں سفید' پینے میں خوش ذائقہ' نہ اس کے پینے سے حواس معطل ہوں نہ بک جھک ہو' نہ بہکیں نہ بھٹکیں' نہ سر درد ہو نہ اور کسی طرح ضرر پہنچائے- ہنسی خوشی اس پاک شراب کے جام پلا رہے ہوں گے-

وَيَطُوفُ عَلَيْهِمْ غِلْمَانٌ لَّهُمْ كَأَنَّهُمْ لُؤْلُؤٌ مَّكْنُونٌ ﴿۲۴﴾ وَأَقْبَلَ بَعْضُهُمْ عَلَىٰ بَعْضٍ يَتَسَاءَلُونَ ﴿۲۵﴾ قَالُوا إِنَّا كُنَّا قَبْلُ فِي أَهْلِنَا مُشْفِقِينَ ﴿۲۶﴾ فَمَنَّ اللَّهُ عَلَيْنَا وَوَقَانَا عَذَابَ السَّمُومِ ﴿۲۷﴾ إِنَّا كُنَّا مِن قَبْلُ نَدْعُوهُ ۖ إِنَّهُ هُوَ الْبَرُّ الرَّحِيمُ ﴿۲۸﴾

ان کے اردگرد ان کے نوعمر غلام چل پھر رہے ہوں گے گویا کہ وہ مروارید ہیں جو ڈھکے رکھے تھے ○ آپس میں ایک دوسرے کی طرف متوجہ ہو کر بات چیت کریں گے ○ کہیں گے کہ اس سے پہلے ہم اپنے گھر والوں میں بہت ڈرا کرتے تھے ○ اللہ تعالیٰ نے ہم پر بڑا احسان کیا اور ہمیں تیز و تند گرم ہواؤں کے عذاب سے بچا لیا ○ ہم اس سے پہلے اس کی عبادت کیا کرتے تھے بیشک وہ محسن اور مہربان ہے ○

(آیت: ۲۴-۲۸) ان کے غلام کمسن نوعمر بچے جو حسن و خوبی میں ایسے ہیں جیسے مروارید ہوں اور وہ بھی ڈبے میں بند رکھے گئے ہوں، کسی کا ہاتھ بھی نہ لگا ہو اور ابھی ابھی تازے تازے نکالے ہوں - ان کی آبداری، صفائی، چمک دمک، روپ رنگ کا کیا پوچھنا؟ لیکن ان غلمان کے حسین چہرے انہیں بھی شرمندہ کر دیتے ہیں اور جگہ یہ مضمون ان الفاظ میں ادا کیا گیا ہے یَطُوفُ عَلَيْهِمْ وِلْدَانٌ مُّخَلَّدُونَ یعنی ہمیشہ نو عمر اور کمسن رہنے والے بچے، آبخورے آفتابے اور ایسی شراب صاف کے جام کہ جن کے پینے سے نہ درد سر ہو اور نہ بہکیں اور جس قسم کا میوہ یہ پسند کریں اور جس پرند کا گوشت یہ چاہیں ان کے پاس بار بار لانے کے لئے چوطرف کمربستہ چل رہے ہیں - اس دور شراب کے وقت آپس میں گھل مل کر طرح طرح کی باتیں کریں گے، دنیا کے احوال یاد آئیں گے، کہیں گے کہ ہم دنیا میں جب اپنے والوں میں تھے تو اپنے رب کے آج کے دن کے عذابوں سے سخت لرزاں و ترساں تھے، الحمدللہ رب نے ہم پر خاص احسان کیا اور ہمارے خوف کی چیز سے ہمیں امن دیا، ہم اسی سے دعائیں اور التجائیں کرتے رہے، اس نے ہماری دعائیں قبول فرمائیں اور ہمارا قول پورا کر دیا، یقیناً وہ بہت ہی نیک سلوک اور رحم والا ہے - مسند بزار میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جنتی اپنے دوستوں سے ملنا چاہے گا تو ادھر اس دوست کے دل میں بھی یہی خواہش پیدا ہو گی، اس کا تخت اڑے گا اور راستہ میں دونوں مل جائیں گے، اپنے اپنے تختوں پر آرام سے بیٹھے ہوئے باتیں کرنے لگیں گے، دنیا کے ذکر چھیڑیں گے اور کہیں گے کہ فلاں دن فلاں جگہ ہم نے اپنی بخشش کی دعا مانگی تھی، اللہ نے اسے قبول فرمایا، اس حدیث کی سند کمزور ہے - حضرت مائی عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے جب اس آیت کی تلاوت کی تو یہ دعا پڑھی اَللّٰهُمَّ مُنَّ عَلَيْنَا وَقِنَا عَذَابَ السَّمُومِ اِنَّكَ اَنْتَ الْبَرُّ الرَّحِيْمُ - حضرت اعمش راوی حدیث سے پوچھا گیا کہ اس آیت کو پڑھ کر یہ دعا مائی صاحبہؓ نے نماز کے اندر مانگی تھی؟ جواب دیا کہ ہاں -

فَذَكِّرْ فَمَا أَنتَ بِنِعْمَتِ رَبِّكَ بِكَاهِنٍ وَلَا مَجْنُونٍ ﴿۲۹﴾ أَمْ يَقُولُونَ شَاعِرٌ نَّتَرَبَّصُ بِهِ رَيْبَ الْمَنُونِ ﴿۳۰﴾ قُلْ تَرَبَّصُوا فَإِنِّي مَعَكُم مِّنَ الْمُتَرَبِّصِينَ ﴿۳۱﴾ أَمْ تَأْمُرُهُمْ أَحْلَامُهُم بِهَٰذَا ۚ أَمْ هُمْ قَوْمٌ طَاغُونَ ﴿۳۲﴾ أَمْ يَقُولُونَ تَقَوَّلَهُ ۚ بَل لَّا يُؤْمِنُونَ ﴿۳۳﴾ فَلْيَأْتُوا بِحَدِيثٍ مِّثْلِهِ إِن كَانُوا صَادِقِينَ ﴿۳۴﴾

تو سمجھا تارہ کیونکہ تو اپنے رب کے فضل سے نہ تو کاہن ہے نہ دیوانہ ○ کیا کافریوں کہتے ہیں کہ یہ شاعر ہے ہم اس پر زمانے کے حوادث یعنی موت کا انتظار کر رہے ہیں؟ ○ تو کہہ دے کہ تم منتظر رہو میں بھی تمہارے ساتھ انتظار کرنے والوں میں ہوں ○ کیا ان کی عقلیں انہیں یہی سکھاتی ہیں یا یہ لوگ شرارت پر ہی ہیں؟ ○ کیا یہ کہتے ہیں کہ اس نبی نے قرآن خود گھڑ لیا ہے واقعہ یہ ہے کہ انہیں ایمان ہی نہیں ○ اچھا اگر یہ سچے ہیں تو بھلا اس جیسی ایک ہی بات یہ بھی تو لے آئیں؟ ○

کاہن کی پہچان: ☆☆ (آیت: ۲۹-۳۴) اللہ تعالیٰ اپنے نبی کو حکم دیتا ہے کہ اللہ کی رسالت اللہ کے بندوں تک پہنچاتے رہیں- ساتھ ہی بدکاروں نے جو بہتان آپ پر باندھ رکھے تھے ان سے آپ کی صفائی کرتا ہے' کاہن اسے کہتے ہیں جس کے پاس کبھی کبھی کوئی خبر جن پہنچا دیتا ہے تو ارشاد ہوا کہ دین خدا کی تبلیغ کیجئے -الحمدللہ آپ نہ تو جنات والے ہیں نہ جنون والے' پھر کافروں کا قول نقل فرماتا ہے کہ یہ کہتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ایک شاعر ہیں' انہیں کہنے دو جو کہہ رہے ہیں ان کے انتقال کے بعد ان کی سی کون کہے گا؟ ان کا یہ دین ان کے ساتھ ہی فنا ہو جائے گا' پھر اپنے نبی کو اس کا جواب دینے کو فرماتا ہے کہ اچھا ادھر تم انتظار کرتے ہو ادھر میں بھی منتظر ہوں دنیا دیکھ لے گی کہ انجام کار غلبہ اور غیر فانی کامیابی کسے حاصل ہوتی ہے؟ دارالندوہ میں قریش کا مشورہ ہوا کہ محمد (ﷺ) بھی مثل اور شاعروں کے ایک شعر گو ہیں' انہیں قید کر لو وہیں یہ ہلاک ہو جائیں گے' جس طرح زہیر اور نابغہ شاعروں کا حشر ہوا- اس پر یہ آیتیں اتریں-

پھر فرماتا ہے کیا ان کی دانائی انہیں یہی سمجھاتی ہے کہ باوجود جاننے کے پھر بھی تیری نسبت غلط افواہیں اڑائیں اور بہتان بازی کریں' حقیقت یہ ہے کہ یہ بڑے سرکش گمراہ اور عناد رکھنے والے لوگ ہیں- دشمنی میں آ کر واقعات سے چشم پوشی کر کے آپ کو مفت میں برا بھلا کہتے ہیں- کیا یہ کہتے ہیں کہ اس قرآن کو محمد (ﷺ) نے خود آپ بنا لیا ہے؟ فی الواقع ایسا تو نہیں لیکن ان کا کفران کے منہ سے یہ غلط اور جھوٹ بات نکلوا رہا ہے' اگر یہ سچے ہیں تو پھر یہ خود بھی مل جل کر ہی ایک ایسی بات بنا کر دکھا دیں' یہ کفار قریش تو کیا؟ اگر ان کے ساتھ روئے زمین کے جنات و انسان مل جائیں جب بھی اس قرآن کی نظیر سے وہ سب عاجز رہیں گے' اور پورا قرآن تو بڑی چیز ہے اس جیسی دس سورتیں بلکہ ایک سورت بھی قیامت تک نہیں بنا لا سکتے-

أَمْ خُلِقُوا مِنْ غَيْرِ شَيْءٍ أَمْ هُمُ الْخَالِقُونَ ﴿٣٥﴾ أَمْ خَلَقُوا السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضَ ۚ بَل لَّا يُوقِنُونَ ﴿٣٦﴾ أَمْ عِندَهُمْ خَزَائِنُ رَبِّكَ أَمْ هُمُ الْمُصَيْطِرُونَ ﴿٣٧﴾ أَمْ لَهُمْ سُلَّمٌ يَسْتَمِعُونَ فِيهِ ۖ فَلْيَأْتِ مُسْتَمِعُهُم بِسُلْطَانٍ مُّبِينٍ ﴿٣٨﴾ أَمْ لَهُ الْبَنَاتُ وَلَكُمُ الْبَنُونَ ﴿٣٩﴾ أَمْ تَسْأَلُهُمْ أَجْرًا فَهُم مِّن مَّغْرَمٍ مُّثْقَلُونَ ﴿٤٠﴾ أَمْ عِندَهُمُ الْغَيْبُ فَهُمْ يَكْتُبُونَ ﴿٤١﴾ أَمْ يُرِيدُونَ كَيْدًا ۖ فَالَّذِينَ كَفَرُوا هُمُ الْمَكِيدُونَ ﴿٤٢﴾ أَمْ لَهُمْ إِلَٰهٌ غَيْرُ اللَّهِ ۚ سُبْحَانَ اللَّهِ عَمَّا يُشْرِكُونَ ﴿٤٣﴾

کیا یہ بغیر کسی پیدا کرنے والے کے خود بخود پیدا ہو گئے ہیں یا یہ خود پیدا کرنے والے ہیں؟ ○ کیا انہوں نے ہی آسمان و زمین کو پیدا کیا ہے؟ بلکہ یہ یقین نہ کرنے والے لوگ ہیں ○ یا کیا ان کے پاس تیرے رب کے خزانے ہیں؟ یا (ان خزانوں کے) یہ داروغہ ہیں؟ ○ یا کیا ان کے پاس کوئی سیڑھی ہے؟ جس پر چڑھ کر سن آئے ہیں؟ اگر ایسا ہے تو ان کا سننے والا کوئی روشن دلیل پیش کرے ○ کیا اللہ کی تو سب لڑکیاں ہیں اور تمہارے ہاں لڑکے ہیں؟ کیا تو ان سے کوئی اجرت طلب کرتا

ہے کہ یہ اس کے بوجھ سے بوجھل ہو رہے ہیں؟ ○ کیا ان کے پاس علم غیب ہے جسے یہ لکھ لیتے ہیں؟ ○ یا یہ لوگ کوئی فریب کرنا چاہتے ہیں ○ تو یقین کر لیں کہ فریب خوردہ جماعت کافروں کی ہے۔ کیا اللہ کے سوا ان کا کوئی اور معبود ہے؟ (ہرگز نہیں) اللہ تعالیٰ ان کے شرک سے پاک ہے ○

توحید ربوبیت اور الوہیت: ☆☆ (آیت: ۳۵-۴۳) توحید ربوبیت اور توحید الوہیت کا ثبوت دیا جارہا ہے' فرماتا ہے کیا یہ بغیر موجد کے موجود ہو گئے یا یہ خود اپنے موجد آپ ہی ہیں؟ دراصل دونوں باتیں نہیں بلکہ ان کا خالق اللہ تعالیٰ ہے' یہ کچھ نہ تھے اللہ تعالیٰ نے انہیں پیدا کر دیا۔ حضرت جبیر بن مطعم رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں نبی ﷺ مغرب کی نماز میں سورۂ والطور کی تلاوت کر رہے تھے میں کان لگائے سن رہا تھا جب آپ مُصَيْطِرُوْنَ تک پہنچے تو میری یہ حالت ہو گئی کہ گویا میرا دل اڑا جارہا ہے (بخاری) بدری قیدیوں میں یہ جبیرؓ ہی آئے تھے' یہ اس وقت کا واقعہ ہے جب یہ کافر تھے' قرآن پاک کی ان آیتوں کا سننا ان کے لئے اسلام کا ذریعہ بن گیا۔ پھر فرمایا ہے کیا آسمان و زمین کے پیدا کرنے والے یہ ہیں؟ یہ بھی نہیں بلکہ یہ جانتے ہوئے کہ خود ان کا اور کل مخلوقات کا رچانے والا اللہ تعالیٰ ہی ہے پھر بھی یہ اپنی بے یقینی سے باز نہیں آتے۔ پھر فرماتا ہے کیا دنیا میں تصرف ان کا ہے؟ ہر چیز کے خزانوں کے مالک کیا یہ ہیں؟ یا مخلوق کے محاسب یہ ہیں؟ حقیقت میں ایسا نہیں بلکہ مالک و متصرف صرف اللہ عزوجل ہی ہے۔ وہ قادر ہے جو چاہے کر گذرے۔

پھر فرماتا ہے کیا اونچے آسمانوں تک چڑھ جانے کا کوئی زینہ ان کے پاس ہے؟ اگر یوں ہے تو ان میں سے جو وہاں پہنچ کر کلام سن آتا ہے وہ اپنے اقوال و افعال کی کوئی آسمانی دلیل پیش کرے لیکن نہ وہ پیش کر سکتا ہے نہ وہ کسی حقانیت کے پابند ہیں۔ یہ بھی ان کی بڑی بھاری غلطی ہے کہ کہتے ہیں فرشتے اللہ کی لڑکیاں ہیں کیا مزے کی بات ہے کہ اپنے لئے تو لڑکیاں ناپسند کریں اور اللہ تعالیٰ کے لئے ثابت کریں' انہیں اگر معلوم ہو جائے کہ ان کے ہاں لڑکی ہوئی تو غم کے مارے چہرہ سیاہ پڑ جائے اور اللہ تعالیٰ کے مقرب فرشتوں کو اس کی لڑکیاں بتلائیں اتنا ہی نہیں بلکہ ان کی پرستش کریں' پس نہایت ڈانٹ ڈپٹ کے ساتھ فرماتا ہے کیا خدا کی لڑکیاں ہیں اور تمہارے لڑکے ہیں؟ پھر فرمایا کیا تو اپنی تبلیغ پر ان سے کچھ معاوضہ طلب کرتا ہے جو ان پر بھاری پڑے؟ یعنی نبی اللہ دین اللہ کے پہنچانے پر کسی سے کوئی اجرت نہیں مانگتے پھر انہیں یہ پہنچانا کیوں بھاری پڑتا ہے؟ کیا یہ لوگ غیب داں ہیں؟ نہیں بلکہ زمین و آسمان کی تمام مخلوق میں سے کوئی بھی غیب کی باتیں نہیں جانتا' کیا یہ لوگ دین اللہ اور رسول اللہ کی نسبت بکواس کر کے خود رسول کو مومنوں کو اور عام لوگوں کو دھوکا دینا چاہتے ہیں؟ یاد رکھو یہی دھوکے باز دھوکے میں رہ جائیں گے اور وبال اخروی سمیٹیں گے۔ پھر فرمایا کیا اللہ کے سوا ان کے اور معبود ہیں؟ اللہ کی عبادت میں بتوں کو اور دوسری چیزوں کو یہ کیوں شریک کرتے ہیں؟ اللہ تو شرکت سے مبرا اور شرک سے پاک اور مشرکوں کے اس فعل سے سخت بیزار ہے۔

وَاِنْ يَّرَوْا كِسْفًا مِّنَ السَّمَآءِ سَاقِطًا يَّقُوْلُوْا سَحَابٌ مَّرْكُوْمٌ ﴿٤٤﴾ فَذَرْهُمْ حَتّٰى يُلٰقُوْا يَوْمَهُمُ الَّذِيْ فِيْهِ يُصْعَقُوْنَ ﴿٤٥﴾ يَوْمَ لَا يُغْنِيْ عَنْهُمْ كَيْدُهُمْ شَيْئًا وَّلَا هُمْ يُنْصَرُوْنَ ﴿٤٦﴾

اگر یہ لوگ آسمان کے کسی ٹکڑے کو گرتا ہوا دیکھ لیں تب بھی کہہ دیں کہ یہ تہ بہ تہ بادل ہے ○ تو انہیں چھوڑ دے یہاں تک کہ انہیں اس دن سے سابقہ پڑے جس میں یہ بے ہوش کر دیئے جائیں گے ○ جس دن انہیں ان کا مکر کچھ کام نہ آئے گا اور نہ وہ مدد کئے جائیں گے ○

طے شدہ بدنصیب اور نشست و برخواست کے آداب: ☆☆ (آیت:۴۴-۴۶) مشرکوں اور کافروں کے عناد کا بیان ہو رہا ہے کہ یہ اپنی سرکشی، ضد اور ہٹ دھرمی میں اس قدر بڑھ گئے ہیں کہ خدا کے عذاب کو محسوس کر لینے کے بعد بھی انہیں ایمان کی توفیق نہ ہوگی۔ یہ اگر دیکھ لیں گے کہ آسمان کا کوئی ٹکڑا خدا کا عذاب بن کر ان کے سروں پر گر رہا ہے تو بھی انہیں تصدیق و یقین نہ ہوگا بلکہ صاف کہہ دیں گے کہ غلیظ ابر ہے جو پانی برسانے کو آ رہا ہے۔ جیسے اور جگہ فرمایا وَلَوْ فَتَحْنَا عَلَيْهِمْ بَابًا مِّنَ السَّمَآءِ الخ' اگر ہم ان کے لئے آسمان کا کوئی دروازہ بھی کھول دیں اور یہ وہاں چڑھ جائیں تب بھی یہ تو یہی کہیں گے کہ ہماری آنکھیں باندھ دی گئی ہیں بلکہ ہم پر جادو کر دیا گیا ہے' یعنی معجزات جو یہ طلب کر رہے ہیں اگر ان کی چاہت کے مطابق ہی دکھا دیئے جائیں بلکہ خود انہیں آسمانوں پر چڑھا دیا جائے جب بھی یہ کوئی بات بنا کر ٹال دیں گے اور ایمان نہ لائیں گے۔ اے نبی! آپ انہیں چھوڑ دیجئے' قیامت والے دن خود انہیں معلوم ہو جائے گا۔ اس دن ان کی ساری فریب کاریاں دھری کی دھری رہ جائیں گی' کوئی مکاری وہاں کام نہ دے گی' چوکڑی بھول جائیں گے اور چالاکی بھول جائیں گے' آج جن جن کو یہ پکارتے ہیں اور اپنا مددگار جانتے ہیں اس دن سب کے منہ تکیں گے اور کوئی نہ ہوگا جو ان کی ذرا سی بھی مدد کر سکے بلکہ ان کی طرف سے کچھ عذر بھی پیش کر سکے' یہی نہیں کہ انہیں صرف قیامت کے دن ہی عذاب ہو اور یہاں اطمینان و آرام کے ساتھ زندگی گذار لیں بلکہ ان ناانصافوں کے لئے اس سے پہلے دنیا میں بھی عذاب تیار ہیں۔

وَاِنَّ لِلَّذِيْنَ ظَلَمُوْا عَذَابًا دُوْنَ ذٰلِكَ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿۴۷﴾ وَاصْبِرْ لِحُكْمِ رَبِّكَ فَاِنَّكَ بِاَعْيُنِنَا وَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ حِيْنَ تَقُوْمُ ﴿۴۸﴾ وَمِنَ الَّيْلِ فَسَبِّحْهُ وَاِدْبَارَ النُّجُوْمِ ﴿۴۹﴾

بے شک ظالموں کے لئے اس کے علاوہ اور عذاب بھی ہیں لیکن ان لوگوں میں سے اکثر بے علم ہیں ○ تو اپنے رب کے حکم کے انتظار میں صبر سے کام لے بیشک تجھ پر ہماری آنکھیں لگی ہوئی ہیں صبح کو جب تو اٹھے اپنے رب کی پاکی اور حمد بیان کیا کر ○ اور رات کو بھی اس کی تسبیح پڑھ اور ستاروں کے ڈوبتے وقت بھی ○

ظالموں کا حال: ☆☆ (آیت:۴۷) جیسے اور جگہ فرمان ہے وَلَنُذِيْقَنَّهُمْ مِّنَ الْعَذَابِ الْاَدْنٰى دُوْنَ الْعَذَابِ الْاَكْبَرِ لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُوْنَ یعنی ہم انہیں آخرت کے بڑے عذابوں کے علاوہ دنیا میں بھی عذاب کا مزہ چکھائیں گے تاکہ یہ رجوع کریں۔ لیکن ان میں سے کے اکثر بے علم ہیں' نہیں جانتے کہ یہ دنیوی مصیبتوں میں بھلا مبتلا ہوں گے اور خدا کی نافرمانیاں رنگ لائیں گی یہی بے علمی ہے جو انہیں اس بات پر آمادہ کرتی ہے کہ گناہ پر گناہ' ظلم پر ظلم کرتے جائیں۔ پکڑے جاتے ہیں' عبرت حاصل ہوتی ہے لیکن جہاں پکڑ ہٹی یہ پھر ویسے کے ویسے سخت دل بدکار بن گئے' بعض حدیثوں میں ہے کہ منافق کی مثال اونٹ کی سی ہے جس طرح اونٹ نہیں جانتا کہ اسے کیوں باندھا اور کیوں کھولا اسی طرح منافق بھی نہیں جانتا کہ کیوں بیمار ڈالا گیا؟ اور کیوں تندرست کر دیا گیا؟ اثر الٰہی میں ہے کہ میں کتنی ایک تیری نافرمانیاں کروں گا اور تو مجھے سزا نہ دے گا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا اے میرے بندے! کتنی مرتبہ میں نے تجھے عافیت دی اور تجھے علم بھی نہ ہوا۔

حمد باری کا حکم: ☆☆ (آیت:۴۸-۴۹) پھر فرماتا ہے کہ اے نبی! آپ صبر کیجئے' ان کی ایذا دہی سے تنگ دل نہ ہو جایئے' ان کی طرف سے کوئی خطرہ بھی دل میں نہ لایئے' سنئے آپ ہماری حفاظت میں ہیں' آپ ہماری آنکھوں کے سامنے ہیں' آپ کی نگہبانی کے ذمہ دار ہم ہیں' تمام دشمنوں سے آپ کو بچانا ہمارے سپرد ہے۔ پھر حکم دیتا ہے کہ جب آپ کھڑے ہوں تو اللہ تعالیٰ کی پاکی اور تعریف بیان کیجئے' اس کا ایک مطلب یہ بیان کیا گیا ہے کہ جب رات کو جاگیں۔ دونوں مطلب درست ہیں چنانچہ ایک حدیث میں ہے کہ نماز کو شروع

کرتے ہی آنحضرت ﷺ فرماتے سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ وَبِحَمْدِكَ وَتَبَارَكَ اسْمُكَ وَتَعَالٰى جَدُّكَ وَلَآ اِلٰهَ غَيْرُكَ (صحیح مسلم) یعنی اے اللہ! تو پاک ہے' تمام تعریفوں کا مستحق ہے' تیرا نام برکتوں والا ہے' تیری بزرگی بہت بلند و بالا ہے' تیرے سوا معبود برحق کوئی اور نہیں۔ مسند احمد اور سنن میں بھی حضورؐ کا یہ کہنا مروی ہے۔ مسند احمد میں ہے کہ حضورؐ نے فرمایا جو شخص رات کو جاگے اور کہے لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ قَدِيْرٌ سُبْحَانَ اللّٰهِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ وَلَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ پھر خواہ اپنے لئے بخشش کی دعا کرے خواہ جو چاہے طلب کرے اللہ تعالیٰ اس کی دعا قبول فرماتا ہے پھر اگر اس نے پختہ ارادہ کیا اور وضو کر کے نماز بھی ادا کی تو وہ نماز قبول کی جاتی ہے۔ یہ حدیث صحیح بخاری شریف میں اور سنن میں بھی ہے۔

حضرت مجاہدؒ فرماتے ہیں خدا کی تسبیح اور حمد کے بیان کرنے کا حکم ہر مجلس سے کھڑے ہونے کے وقت ہے۔ حضرت ابوالاحوصؒ کا قول بھی یہی ہے کہ جب کسی مجلس سے اٹھنا چاہے یہ پڑھے سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ وَبِحَمْدِكَ۔ حضرت عطاء بن ابورباحؒ بھی یہی فرماتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ اگر اس مجلس میں نیکی ہوئی ہے تو وہ اور بڑھ جاتی ہے اور اگر کچھ اور ہوا ہے تو یہ کلمہ اس کا کفارہ ہو جاتا ہے۔ جامع عبدالرزاق میں ہے کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام نے آنحضرت ﷺ کو تعلیم دی کہ جب بھی کسی مجلس سے کھڑے ہو تو سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ وَبِحَمْدِكَ اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنْتَ اَسْتَغْفِرُكَ وَاَتُوْبُ اِلَيْكَ پڑھو۔ اس کے راوی حضرت معمرؒ فرماتے ہیں میں نے یہ بھی سنا ہے کہ یہ قول اس مجلس کا کفارہ ہو جاتا ہے۔ یہ حدیث تو مرسل ہے لیکن مستند حدیثیں بھی اس بارے میں بہت سی مروی ہیں جن کی سندیں ایک دوسری کو تقویت پہنچاتی ہیں۔ ایک میں ہے جو شخص کسی مجلس میں بیٹھے وہاں کچھ بک جھک ہو اور کھڑا ہونے سے پہلے ان کلمات کو کہہ لے تو اس مجلس میں جو کچھ ہوا ہے اس کا کفارہ ہو جاتا ہے (ترمذی) اس حدیث کو امام ترمذی حسن صحیح کہتے ہیں' امام حاکم اسے مستدرک میں روایت کر کے فرماتے ہیں اس کی سند شرط مسلم پر ہے' ہاں امام بخاری نے اس میں علت نکالی ہے' میں کہتا ہوں امام احمد' امام مسلم' امام ابو حاتم' امام ابوزرعہ' امام دارقطنی رحمۃ اللہ علیہم وغیرہ نے بھی اسے معلول کہا ہے اور وہم کی نسبت ابن جریج کی طرف کی ہے مگر یہ روایت ابوداؤد میں جس سند سے مروی ہے اس میں ابن جریجؒ ہیں ہی نہیں۔ ایک اور حدیث میں ہے کہ حضورؐ اپنی آخری عمر میں جس مجلس سے کھڑے ہوتے ان کلمات کو کہتے بلکہ ایک شخص نے پوچھا بھی کہ حضورؐ آپ اس سے پہلے تو اسے نہیں کہتے تھے؟ آپ نے فرمایا مجلس میں جو کچھ ہوا ہو یہ کلمات اس کا کفارہ ہو جاتے ہیں۔ یہ روایت مرسل سند سے بھی حضرت ابوالعالیہؒ سے مروی ہے' واللہ اعلم۔ نسائی وغیرہ۔

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں یہ کلمات ایسے ہیں کہ جو انہیں کسی مجلس سے اٹھتے وقت تین مرتبہ کہہ لے اس کے لئے یہ کفارہ ہو جاتے ہیں۔ مجلس خیر اور مجلس ذکر میں انہیں کہنے سے یہ مثل مہر کے ہو جاتے ہیں۔ (ابوداؤد وغیرہ) الحمدللہ میں نے ایک علیحدہ جزو میں ان تمام حدیثوں کو ان کے الفاظ کو اور ان کی سندوں کو جمع کر دیا ہے اور ان کی علتیں بھی بیان کر دی ہیں اور اس کے متعلق جو کچھ لکھنا تھا لکھ دیا ہے۔ پھر ارشاد ہوتا ہے کہ رات کے وقت اس کی یاد اور اس کی عبادت تلاوت اور نماز کے ساتھ کرتے رہو۔ جیسے فرمان ہے وَمِنَ الَّيْلِ فَتَهَجَّدْ بِهٖ رات کے وقت تہجد پڑھا کرو یہ تیرے لئے نفل ہے' ممکن ہے تیرا رب تجھے مقام محمود پر اٹھائے۔ ستاروں کے ڈوبتے وقت سے مراد صبح کی فرض نماز سے پہلے کی دو رکعتیں ہیں کہ وہ دونوں ستاروں کے غروب ہونے کے لئے جھک جانے کے وقت پڑھی جاتی ہیں۔ چنانچہ ایک مرفوع حدیث میں ہے ان سنتوں کو نہ چھوڑو گو تمہیں گھوڑے کچل ڈالیں۔ اسی حدیث پر نظریں رکھ کر امام احمدؒ کے بعض اصحاب نے تو انہیں واجب کہا ہے لیکن یہ ٹھیک نہیں اس لئے کہ حدیث میں ہے دن رات میں پانچ نمازیں ہیں' سننے والے نے کہا کیا مجھ پر اس کے سوا اور کچھ بھی ہے؟ آپ نے فرمایا نہیں مگر یہ کہ تو نفل ادا کرے۔ بخاری مسلم میں حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ

رسول اللہ ﷺ نوافل میں سے کسی نفل کی بہ نسبت صبح کی دو سنتوں کے زیادہ پابندی اور نگرانی نہ کرتے تھے۔ صحیح مسلم شریف میں ہے رسول مقبول ﷺ فرماتے ہیں صبح کے فرضوں سے پہلے یہ دو سنتیں ساری دنیا سے اور جو کچھ اس میں ہے اس سے بہتر ہیں۔

الحمدللہ سورۂ الطور کی تفسیر پوری ہوئی۔

تفسیر سورة النجم

(تفسیر سورۃ النجم) صحیح بخاری شریف میں حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ سب سے پہلی سورت جس میں سجدہ تھا سورۂ والنجم اتری ہے۔ نبی ﷺ نے اور آپ کے آگے پیچھے جتنے تھے سب نے سجدہ کیا لیکن ایک شخص کو میں نے دیکھا کہ اس نے اپنی مٹھی میں مٹی لے کر اسی پر سجدہ کر لیا' پھر میں نے دیکھا کہ وہ اس کے بعد کفر کی حالت میں ہی مارا گیا' یہ امیہ بن خلف تھا۔ لیکن اس میں ایک اشکال ہے وہ یہ کہ دوسری روایت میں ہے کہ یہ عتبہ بن ربیعہ تھا۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

وَالنَّجْمِ إِذَا هَوَىٰ ﴿۱﴾ مَا ضَلَّ صَاحِبُكُمْ وَمَا غَوَىٰ ﴿۲﴾ وَمَا يَنطِقُ عَنِ الْهَوَىٰ ﴿۳﴾ إِنْ هُوَ إِلَّا وَحْيٌ يُوحَىٰ ﴿۴﴾

اللہ رحمٰن و رحیم کے نام سے ○

قسم ہے ستارے کی جب وہ جھکے ○ کہ تمہارے ساتھی نے نہ راہ گم کی ہے نہ وہ ٹیڑھی راہ پر ہے ○ اور نہ اپنی نفسانی خواہش سے کوئی بات کہتے ہیں ○ وہ تو صرف وحی ہے جو اتاری جاتی ہے ○

(آیت: ۱-۴) حضرت شعبی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں خالق تو اپنی مخلوق میں سے جس کی چاہے قسم کھا لے لیکن مخلوق سوائے اپنے خالق کے کسی اور کی قسم نہیں کھا سکتی (ابن ابی حاتم) ستارے کے جھکنے سے مراد فجر کے وقت ثریا ستارے کا غائب ہونا ہے۔ بعض کہتے ہیں مراد زہرہ نامی ستارہ ہے۔ حضرت ضحاکؒ فرماتے ہیں مراد اس کا جھڑ کر شیطان کی طرف لپکنا ہے۔ اس قول کی اچھی توجیہ ہوسکتی ہے۔ مجاہدؒ مراد زہرہ نامی ستارہ ہے۔ حضرت ضحاکؒ فرماتے ہیں مراد اس کا جھڑ کر شیطان کی طرف لپکنا ہے۔ اس قول کی اچھی توجیہ ہوسکتی ہے۔ مجاہدؒ فرماتے ہیں اس جملے کی تفسیر یہ ہے کہ قسم ہے قرآن کی' جب وہ اترے۔ اس آیت جیسی ہی آیت فَلَا أُقْسِمُ بِمَوَاقِعِ النُّجُومِ الخ' ہے۔ پھر جس بات پر قسم کھا رہا ہے اس کا بیان ہے کہ آنحضرت ﷺ نیکی اور رشد و ہدایت اور تابع حق ہیں' وہ بے علمی کے ساتھ کسی غلط راہ لگے ہوئے یا باوجود علم کے ٹیڑھا راستہ اختیار کئے ہوئے نہیں ہیں۔ گمراہی والے نصرانیوں اور جان بوجھ کر خلاف حق کرنے والے یہودیوں کی طرح آپ نہیں۔ آپ کا علم کامل' آپ کا عمل مطابق علم' آپ کا راستہ سیدھا' آپ عظیم الشان شریعت کے شارع' آپ اعتدال والی راہ حق پر قائم' آپ کا کوئی قول کوئی فرمان اپنے نفس کی خواہش اور ذاتی غرض سے نہیں ہوتا بلکہ جس چیز کی تبلیغ کا آپ کو حکم خدا ہوتا ہے آپ اسے ہی زبان سے نکالتے ہیں' جو وہاں سے کہا جائے وہی آپ کی زبان سے ادا ہوتا ہے' کمی بیشی زیادتی نقصان سے آپ کا کلام پاک ہوتا ہے۔ مسند احمد میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ایک شخص کی شفاعت سے جو نبی نہیں ہیں مثل دو قبیلوں کے یا دو میں سے ایک قبیلے کی گنتی کے برابر لوگ جنت میں داخل ہوں گے۔ قبیلہ ربیعہ اور قبیلہ مضر' اس پر ایک شخص نے کہا کیا ربیعہ مضر میں سے نہیں ہیں؟ آپ نے فرمایا میں تو وہی کہتا ہوں جو کہتا ہوں۔

مسند کی اور حدیث میں ہے حضرت عبداللہ بن عمروؓ فرماتے ہیں میں حضورؐ سے جو کچھ سنتا تھا اسے حفظ کرنے کے لئے لکھ لیا کرتا تھا' پس بعض قریشیوں نے مجھے اس سے روکا اور کہا کہ رسول اللہ ﷺ ایک انسان ہیں کبھی کبھی غصے اور غضب میں بھی کچھ فرما دیا کرتے ہیں چنانچہ میں لکھنے سے رک گیا' پھر میں نے اس کا ذکر رسول اللہ ﷺ سے کیا تو آپ نے فرمایا لکھ لیا کرو واللہ کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے میری زبان سے سوائے حق بات کے اور کوئی کلمہ نہیں نکلتا - یہ حدیث ابوداؤد اور ابن ابی شیبہ میں بھی ہے - بزار میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا میں تمہیں جس امر کی خبر اللہ تعالیٰ کی طرف سے دوں اس میں کوئی شک وشبہ نہیں ہوتا - مسند احمد میں ہے کہ آپؐ نے فرمایا میں بجز حق کے اور کچھ نہیں کہتا - اس پر بعض صحابہؓ نے کہا حضورؐ کبھی کبھی ہم سے خوش طبعی بھی کرتے ہیں' آپ نے فرمایا اس وقت بھی میری زبان سے ناحق نہیں نکلتا -

عَلَّمَهُ شَدِيدُ الْقُوَىٰ ۝٥ ذُو مِرَّةٍ فَاسْتَوَىٰ ۝٦ وَهُوَ بِالْأُفُقِ الْأَعْلَىٰ ۝٧

اسے پوری طاقت والے فرشتے نے سکھایا ہے ○ جو زور آور ہے' وہ سیدھا کھڑا ہو گیا ○ اور وہ بلند آسمان کے کناروں پر تھا ○

تعارف جبرئیل امین علیہ السلام: ☆☆ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کے معلم حضرت جبرئیل علیہ السلام ہیں - جیسے اور جگہ فرمایا ہے اِنَّهٗ لَقَوْلُ رَسُوْلٍ كَرِيْمٍ یہ قرآن ایک بزرگ زور آور فرشتے کا قول ہے' جو مالک عرش کے ہاں باعزت' سب کا مانا ہوا' وہاں معتبر ہے' یہاں بھی فرمایا وہ قوت والا ہے - ذُوْ مِرَّةٍ کی ایک تفسیر تو یہی ہے' دوسری یہ ہے کہ وہ خوش شکل ہے' حدیث میں بھی مرہ کا لفظ آیا ہے' حضورؐ فرماتے ہیں صدقہ مالدار پر اور قوت والے تندرست پر حرام ہے - پھر وہ سیدھے کھڑے ہو گئے یعنی حضرت جبرئیل علیہ السلام اور وہ بلند آسمان کے کناروں پر تھے جہاں سے صبح چڑھتی ہے' جو سورج کے طلوع ہونے کی جگہ ہے - ابن ابی حاتم میں ہے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں آنحضرت ﷺ نے حضرت جبرئیل علیہ السلام کو ان کی اصلی صورت پر صرف دو دفعہ دیکھا ہے ایک مرتبہ آپ کی خواہش پر امین خدا اپنی صورت میں آپ کو دکھائی دیئے' آسمانوں کے تمام کنارے ان کے جسم سے ڈھک گئے تھے - دوبارہ اس وقت جبکہ آپ کو لے کر حضرت جبرئیل علیہ السلام اوپر چڑھے تھے - یہ مطلب ہے وَهُوَ بِالْاُفُقِ الْاَعْلٰى کا' امام ابن جریرؒ نے اس تفسیر میں ایک ایسا قول کہا ہے جو کسی نے نہیں کہا اور خود انہوں نے بھی اس قول کی اضافت دوسرے کی طرف نہیں کی - ان کے فرمان کا ماحصل یہ ہے کہ جبرئیل علیہ السلام اور آنحضرت ﷺ دونوں بلند آسمانوں کے کناروں پر سیدھے کھڑے ہوئے تھے اور یہ واقعہ معراج کی رات کا ہے -

امام ابن جریرؒ کی اس تفسیر کی تائید کسی نے نہیں کی' گو امام صاحب نے عربیت کی حیثیت سے اسے ثابت کیا ہے اور عربی قواعد سے یہ بھی ہو سکتا ہے' لیکن ہے یہ واقعہ کے خلاف' اس لئے کہ یہ دیکھنا معراج سے پہلے کا ہے' اس وقت رسول اللہ ﷺ زمین پر تھے' آپ کی طرف جبرئیل علیہ السلام اترے تھے اور قریب ہو گئے تھے اور اپنی اصلی صورت میں تھے' چھ سو پر تھے پھر اس کے بعد دوبارہ سدرة المنتہیٰ کے پاس معراج والی رات میں دیکھا تھا - یہ تو دوبارہ کا دیکھنا تھا لیکن پہلی مرتبہ کا دیکھنا تو شروع رسالت کے زمانہ کے وقت کا ہے' پہلی وحی اِقْرَاْ بِاسْمِ کی چند آیتیں آپ پر نازل ہو چکی تھیں' پھر وحی بند ہو گئی تھی جس کا حضورؐ کو بڑا خیال بلکہ بڑا ملال تھا یہاں تک کہ کئی دفعہ آپ کا ارادہ ہوا کہ پہاڑ پر سے گر پڑوں لیکن بروقت آسمان کی طرف سے حضرت جبرئیل کی یہ ندا سنائی دی کہ اے محمد (ﷺ)! آپ اللہ کے سچے رسول ہیں اور میں جبرئیلؑ ہوں - آپ کا غم غلط ہو جاتا' دل پر سکون اور طبیعت میں قرار ہو جاتا' واپس

چلے آتے - لیکن پھر کچھ دنوں کے بعد شوق دامنگیر ہوتا اور وحی الٰہی کی لذت یاد آتی تو نکل کھڑے ہوتے اور پہاڑ پر سے اپنے تئیں گرا دینا چاہتے اور اسی طرح حضرت جبرئیل علیہ السلام تسکین و تسلی کر دیا کرتے - یہاں تک کہ ایک مرتبہ ابطح میں حضرت جبرائیلؑ اپنی اصلی صورت میں ظاہر ہو گئے' چھ سو پر تھے' جسامت نے آسمان کے تمام کنارے ڈھک لئے تھے' اب آپ سے قریب آ گئے اور اللہ عزوجل کی وحی آپ کو پہنچائی' اس وقت حضورؐ کو اس فرشتے کی عظمت و جلالت معلوم ہوئی اور جان گئے کہ خدا کے نزدیک یہ کس قدر بلند مرتبہ ہے - مسند بزار کی ایک روایت امام ابن جریرؒ کے قول کی تائید میں پیش ہو سکتی ہے مگر اس کے راوی صرف حارث بن عبید ہیں' جو بصرہ کے رہنے والے شخص ہیں - ابو قدامہ ایادی ان کی کنیت ہے - مسلم میں ان سے روایتیں آئی ہیں لیکن امام ابن معینؒ انہیں ضعیف کہتے ہیں اور فرماتے ہیں یہ کوئی چیز نہیں -

امام احمدؒ فرماتے ہیں یہ مضطرب الحدیث ہیں' امام ابو حاتم رازیؒ کا قول ہے کہ ان کی حدیثیں لکھ لی جاتی ہیں لیکن ان سے دلیل نہیں لی جا سکتی - ابن حبانؒ فرماتے ہیں یہ بڑے وہمی تھے ان سے احتجاج درست نہیں' پس یہ حدیث صرف ان ہی کی روایت سے ہے تو علاوہ غریب ہونے کے منکر ہے اور اگر ثابت ہو بھی جائے تو ممکن ہے یہ واقعہ کسی خواب کا ہو' اس میں ہے کہ حضور ﷺ فرماتے ہیں میں بیٹھا تھا جو حضرت جبرئیل علیہ السلام آئے' میرے دونوں کندھوں کے درمیان زور سے ہاتھ رکھا اور مجھے کھڑا کیا' میں نے دیکھا کہ ایک درخت ہے جس میں پرندوں کے آشیانوں کی طرح بیٹھنے کی جگہیں بنی ہوئی ہیں - ایک میں تو حضرت جبرئیل علیہ السلام بیٹھ گئے اور دوسرے میں میں بیٹھ گیا - پھر وہ درخت بلند ہونے لگا یہاں تک کہ میں آسمان سے بالکل قریب پہنچ گیا' میں دائیں بائیں کروٹیں بدلتا تھا اور اگر میں چاہتا تو ہاتھ بڑھا کر آسمان کو چھو لیتا' میں نے دیکھا کہ حضرت جبرئیلؑ اس وقت ہیبت خدا سے مثل بورے کے بچھے جا رہے تھے' اس وقت میں سمجھ گیا کہ اللہ کی جلالت و قدر کے علم میں انہیں مجھ پر فضیلت ہے - آسمان کے دروازوں میں سے ایک دروازہ مجھ پر کھل گیا' میں نے بہت بڑا عظیم الشان نور دیکھا اور پردے کے پاس در و یاقوت کو ملتے اور حرکت کرتے دیکھا - پھر اللہ تعالیٰ نے جو وحی فرمانی چاہی وہ فرمائی -

مسند میں ہے کہ حضورؐ نے حضرت جبرئیل علیہ السلام کو اپنی اصلی صورت میں دیکھا ہے' ان کے چھ سو پر تھے' ہر ایک ایسا جس نے آسمان کے کنارے پر کر دیئے تھے' ان سے زمرد اور موتی اور مروارید جھڑ رہے تھے - اور روایت میں ہے کہ حضورؐ نے جبرئیل سے خواہش کی کہ میں آپ کو آپ کی اصلی صورت میں دیکھنا چاہتا ہوں' حضرت جبرئیل نے فرمایا اللہ تعالیٰ سے دعا کیجئے' آپ نے دعا کی تو مشرق کی طرف سے آپ کو کوئی چیز اونچی اٹھتی ہوئی اور پھیلتی ہوئی نظر آئی جسے دیکھ کر آپ بے ہوش ہو گئے - جبرئیل علیہ السلام فوراً آئے اور آپ کو ہوش میں لائے اور آپ کی باچھوں سے تھوک دور کیا -

ابن عساکر میں ہے کہ ابولہب اور اس کا بیٹا عتبہ شام کے سفر کی تیاریاں کرنے لگے' اس کے بیٹے نے کہا سفر میں جانے سے پہلے ایک مرتبہ ذرا محمد (ﷺ) کے خدا کو ان کے سامنے گالیاں تو دے آؤں چنانچہ یہ آیا اور کہا اے محمدؐ! جو قریب ہوا اور اترا اور دو کمانوں کے برابر بلکہ اس سے بھی زیادہ نزدیک آ گیا' میں تو اس کا منکر ہوں (چونکہ یہ ناہنجار سخت بے ادب تھا اور بار بار گستاخی سے پیش آتا تھا) حضورؐ کی زبان سے اس کے لئے بددعا نکل گئی کہ باری تعالیٰ اپنے کتوں میں سے ایک کتا اس پر مقرر کر دے' یہ جب لوٹ کر اپنے باپ کے پاس آیا اور ساری باتیں کہہ سنائیں تو اس نے کہا بیٹا اب مجھے تو تیری جان کا اندیشہ ہو گیا' اس کی دعا رد نہ جائے گی - اس کے بعد یہ قافلہ یہاں سے روانہ ہوا' شام کی سرزمین میں ایک راہب کے عبادت خانے کے پاس پڑاؤ کیا' راہب نے ان سے کہا یہاں تو بھیڑیئے اس طرح پھرتے ہیں جیسے بکریوں

کے ریوڑ، تم یہاں کیوں آ گئے؟ ابولہب یہ سن کر کھٹک گیا اور تمام قافلے والوں کو جمع کر کے کہا دیکھو میرے بڑھاپے کا حال تمہیں معلوم ہے اور تم جانتے ہو کہ میرے کیسے کچھ حقوق تم پر ہیں' اب آج میں تم سے عرض کرتا ہوں امید ہے کہ تم سب اسے قبول کرو گے' بات یہ ہے کہ مدعی نبوت نے میرے جگر گوشے کے لئے بددعا کی ہے اور مجھے اس کی جان کا خطرہ ہے' تم اپنا سب اسباب اس عبادت خانے کے پاس جمع کرو اور اس پر میرے پیارے بچے کو سلاؤ اور تم سب اس کے اردگرد پہرہ دو لوگوں نے اسے منظور کر لیا۔ یہ اپنے سب جتن کر کے ہوشیار رہے کہ اچانک شیر آیا اور سب کے منہ سونگھنے لگا' جب سب کے منہ سونگھ چکا اور گویا جسے تلاش کر رہا تھا اسے نہ پایا تو پچھلے پیروں ہٹ کر بہت زور سے جست کی اور ایک چھلانگ میں اس مچان پر پہنچ گیا۔ وہاں جا کر اس کا بھی منہ سونگھا اور گویا وہی اس کا مطلوب تھا پھر تو اس نے اس کے پرخچے اڑا دیئے' چیر پھاڑ کر ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالا اس وقت ابولہب کہنے لگا اس کا تو مجھے پہلے ہی سے یقین تھا کہ محمد کی بددعا کے بعد یہ بچ نہیں سکتا۔

ثُمَّ دَنَا فَتَدَلّٰى ﴿۸﴾ فَكَانَ قَابَ قَوْسَيْنِ اَوْ اَدْنٰى ﴿۹﴾ فَاَوْحٰٓى اِلٰى عَبْدِهٖ مَآ اَوْحٰى ﴿۱۰﴾ مَا كَذَبَ الْفُؤَادُ مَا رَاٰى ﴿۱۱﴾ اَفَتُمٰرُوْنَهٗ عَلٰى مَا يَرٰى ﴿۱۲﴾ وَلَقَدْ رَاٰهُ نَزْلَةً اُخْرٰى ﴿۱۳﴾ عِنْدَ سِدْرَةِ الْمُنْتَهٰى ﴿۱۴﴾ عِنْدَهَا جَنَّةُ الْمَاْوٰى ﴿۱۵﴾ اِذْ يَغْشَى السِّدْرَةَ مَا يَغْشٰى ﴿۱۶﴾ مَا زَاغَ الْبَصَرُ وَمَا طَغٰى ﴿۱۷﴾ لَقَدْ رَاٰى مِنْ اٰيٰتِ رَبِّهِ الْكُبْرٰى ﴿۱۸﴾

پھر نزدیک ہوا اور اتر آیا ○ پس دو کمانوں کا فاصلہ رہ گیا بلکہ اس سے بھی کم ○ پس اس نے خدا کے بندے کو پیغام پہنچایا جو بھی پہنچایا ○ جو دیکھا اس میں پیغمبر کے دل نے جھوٹ نہیں کہا ○ کیا تم جھگڑا کرتے ہو اس پر جو پیغمبر دیکھتے ہیں؟ ○ اسے تو ایک مرتبہ اور بھی دیکھا تھا ○ سدرۃ المنتہیٰ کے پاس ○ اسی کے پاس جنت الماویٰ ہے ○ جبکہ سدرہ کو چھپائے لیتی تھی وہ چیز جو چھا رہی تھی ○ نہ تو وہ نگاہ بہکی نہ حد سے بڑھی ○ یقیناً اس نے اپنے رب کی بڑی بڑی نشانیوں میں سے بعض نشانیاں دیکھ لیں ○

جبرئیل کا نبی علیہ السلام کے قریب ہونا: ☆☆ (آیت: ۸-۱۸) پھر فرماتا ہے کہ حضرت جبرئیل آنحضرتؐ سے قریب ہوئے اور زمین کی طرف اترے یہاں تک کہ حضورؐ کے اور حضرت جبرئیلؑ کے درمیان صرف دو کمانوں کے برابر فاصلہ رہ گیا بلکہ اس سے بھی اور نزدیکی ہو گئی یہاں لفظ ''او'' جس کی خبر دی جاتی ہے اس کے ثابت کرنے کے لئے آیا ہے اور اس پر جو زیادتی ہو اس کی نفی کے لئے' جیسے اور جگہ ہے پھر اس کے بعد تمہارے دل سخت ہو گئے پس وہ مثل پتھروں کے ہیں اَوْ اَشَدُّ قَسْوَةً بلکہ اس سے بھی زیادہ سخت یعنی پتھر سے کم کسی صورت میں نہیں بلکہ اس سے بھی سختی میں بڑھے ہوئے ہیں۔ اور فرمان ہے وہ لوگوں سے ایسا ڈرتے ہیں جیسا کہ اللہ سے اَوْ اَشَدَّ خَشْيَةً بلکہ اس سے بھی زیادہ۔ اور جگہ ہے ہم نے انہیں ایک لاکھ کی طرف بھیجا بلکہ زیادہ کی طرف یعنی وہ ایک لاکھ سے کم تو تھے ہی نہیں بلکہ حقیقتاً وہ ایک لاکھ تھے یا اس سے زیادہ ہی زیادہ۔ پس اپنی خبر کی تحقیق ہے شک وتردد کے لئے نہیں۔ خبر میں خدا کی طرف سے شک کے ساتھ بیان نہیں ہو سکتا۔ یہ قریب آنے والے حضرت جبرئیل علیہ السلام تھے جیسے ام المومنین عائشہؓ ابن مسعودؓ ابوذرؓ ابوہریرہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کا فرمان ہے اور اس بابت کی حدیثیں بھی عنقریب ہم وارد کریں گے' ان شاء اللہ تعالیٰ۔

صحیح مسلم میں حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ حضورؐ نے اپنے دل سے اپنے رب کو دو دفعہ دیکھا' جن میں سے ایک کا بیان اس آیت ثُمَّ دَنَا میں ہے۔ حضرت انس والی معراج کی حدیث میں ہے پھر اللہ تعالیٰ رب العزت قریب ہوا اور نیچے آیا اور اسی لئے محدثین نے اس میں کلام کیا ہے اور کئی ایک غرابتیں ثابت کی ہیں اور اگر ثابت ہو جائے کہ یہ صحیح ہے تو بھی دوسرے وقت اور دوسرے واقعہ پر محمول ہوگی اس آیت کی تفسیر نہیں کہی جا سکتی۔ یہ واقعہ تو اس وقت کا ہے جبکہ رسول اللہ ﷺ زمین پر تھے نہ کہ معراج والی رات کا۔ کیونکہ اس کے بیان کے بعد ہی فرمایا ہے ہمارے نبیؐ نے اسے ایک مرتبہ اور بھی سدرۃ المنتہیٰ کے پاس دیکھا ہے' پس یہ سدرۃ المنتہیٰ کے پاس کا دیکھنا تو واقعہ معراج کا ذکر ہے اور پہلی مرتبہ کا دیکھنا یہ زمین پر تھا۔ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ حضورؐ نے فرمایا میں نے جبرئیل کو دیکھا' ان کے چھ سو پر تھے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں نبی ﷺ کی ابتداء نبوت کے وقت آپ نے خواب میں حضرت جبرئیل کو دیکھا پھر آپ اپنی ضروری حاجت سے فارغ ہونے کے لئے نکلے تو سنا کہ کوئی آپ کا نام لے کر آپ کو پکار رہا ہے' ہر چند دائیں بائیں دیکھا لیکن کوئی نظر نہ آیا' تین مرتبہ ایسا ہی ہوا۔ تیسری بار آپ نے اوپر کی طرف دیکھا تو دیکھا کہ حضرت جبرئیلؑ اپنے دونوں پاؤں میں سے ایک کو دوسرے سمیت موڑے ہوئے آسمان کے کناروں کو روکے ہوئے ہیں' قریب تھا کہ حضورؐ دہشت زدہ ہو جائیں کہ فرشتے نے کہا میں جبرئیلؑ ہوں میں جبرئیلؑ ہوں ڈرو نہیں' لیکن حضورؐ سے ضبط نہ ہو سکا' بھاگ کر لوگوں میں چلے آئے' اب جو نظریں ڈالیں تو کچھ دکھائی نہ دیا' پھر یہاں سے نکل کر باہر گئے اور آسمان کی طرف نظر ڈالی تو پھر حضرت جبرئیلؑ اسی طرح نظر آئے' آپ پھر خوف زدہ لوگوں کے مجمع میں آ گئے تو یہاں کچھ بھی نہیں' باہر نکل کر پھر جو دیکھا تو وہی سماں نظر آیا' پس اسی کا ذکر ان آیتوں میں ہے۔ قاب آدھی انگلی کو بھی کہتے ہیں اور بعض کہتے ہیں صرف دو ہاتھ کا فاصلہ رہ گیا تھا۔ اور روایت میں ہے کہ اس وقت حضرت جبرئیلؑ پر دو ریشمی حلے تھے۔ پھر فرمایا اس نے وحی کی' اس سے مراد یا تو یہ ہے کہ حضرت جبرئیلؑ نے اللہ کے بندے اور اس کے رسول کی طرف وحی کی یا یہ کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے بندے کی طرف جبرئیل کی معرفت اپنی وحی نازل فرمائی' دونوں معنی صحیح ہیں حضرت سعید بن جبیر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں اس وقت کی وحی اَلَمْ يَجِدْكَ يَتِيمًا اور وَرَفَعْنَالَكَ ذِكْرَكَ تھی۔ اور حضرات سے مروی ہے کہ اس وقت یہ وحی نازل ہوئی تھی کہ نبیوں پر جنت حرام ہے جب تک کہ آپ اس میں نہ جائیں اور دوسری امتوں پر جنت حرام ہے جب تک کہ پہلے اس کی امت داخل نہ ہو جائے۔

ابن عباسؓ فرماتے ہیں آپؐ نے اپنے دل سے اللہ دو دفعہ دیکھا ہے۔ حضرت ابن مسعودؓ نے دیکھنے کو مطلق رکھا ہے یعنی خواہ دل کا دیکھنا ہو خواہ ظاہری آنکھوں کا' یہ ممکن ہے کہ اس مطلق کو بھی مقید پر محمول کریں یعنی آپ نے اپنے دل سے دیکھا۔ جن بعض حضرات نے کہا ہے کہ اپنی ان آنکھوں سے دیکھا انہوں نے ایک غریب قول کہا ہے اس لئے کہ صحابہؓ سے اس بارے میں کوئی چیز صحت کے ساتھ مروی نہیں۔ امام بغویؒ فرماتے ہیں ایک جماعت اس طرف گئی ہے کہ حضورؐ نے اپنی آنکھوں دیکھا' جیسے حضرت انسؓ اور حضرت حسنؒ اور حضرت عکرمہؒ ان کے اس قول میں نظر ہے واللہ اعلم۔

ترمذی میں حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنے رب کو دیکھا۔ حضرت عکرمہؒ فرماتے ہیں میں نے یہ سن کر کہا پھر یہ آیت کہاں جائے گی جس میں فرمان ہے لَا تُدْرِكُهُ الْاَبْصَارُ وَهُوَ يُدْرِكُ الْاَبْصَارَ اسے کوئی نگاہ نہیں پا سکتی اور وہ سب نگاہوں کو پا لیتا ہے' آپ نے جواب دیا کہ یہ اس وقت ہے جبکہ وہ اپنے نور کی پوری تجلی کرے ورنہ آپ نے دو دفعہ اپنے رب کو دیکھا' یہ حدیث

غریب ہے- ترمذی کی اور روایت میں ہے کہ ابن عباسؓ کی ملاقات حضرت کعب سے ہوئی اور انہیں پہچان کران سے ایک سوال کیا جوان پر بہت گراں گذرا' ابن عباسؓ نے فرمایا ہمیں بنو ہاشم نے یہ خبر دی ہے تو حضرت کعب نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے اپنا دیدار اور اپنا کلام حضرت محمدؐ اور حضرت موسیٰؑ کے درمیان تقسیم کر دیا' حضرت موسیٰؑ سے دو مرتبہ باتیں کیں اور آنحضرتؐ کو دو مرتبہ اپنا دیدار کرایا- ایک مرتبہ حضرت مسروق حضرت عائشہؓ کے پاس گئے اور پوچھا کہ کیا رسول اللہ ﷺ نے اپنے رب کو دیکھا ہے؟ آپ نے فرمایا تو نے تو ایسی بات کہہ دی کہ جس سے میرے رونگٹے کھڑے ہو گئے' میں نے کہا مائی صاحبہ قرآن کریم فرماتا ہے آپ نے اپنے رب کی بڑی نشانیاں دیکھیں- آپ نے فرمایا کہاں جا رہے ہو؟ سنو اس سے مراد حضرت جبرئیل کا دیکھنا ہے' جو تم سے کہے کہ محمد ﷺ نے اپنے رب کو دیکھا یا حضورؐ نے خدا کے کسی فرمان کو چھپا لیا یا آپ ان پانچ باتوں میں سے کوئی بات جانتے تھے یعنی قیامت کب قائم ہوگی؟ بارش کب اور کتنی برسے گی؟ ماں کے پیٹ میں نر ہے یا مادہ؟ کون کل کیا کرے گا؟ کون کہاں مرے گا؟ اس نے بڑی جھوٹ بات کہی اور خدا پر بہتان باندھا' بات یہ ہے کہ آپؐ نے جبرئیل کو دیکھا تھا' دو مرتبہ خدا کے اس امین کو آپ نے ان کی اصلی صورت میں دیکھا ہے' ایک تو سدرۃ المنتہیٰ کے پاس اور ایک مرتبہ جیاد میں' ان کے چھ سو پر تھے اور آسمان کے کل کنارے انہوں نے بھر رکھے تھے- نسائی میں حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے روایت ہے کہ کیا تمہیں تعجب معلوم ہوتا ہے کہ خلت حضرت ابراہیمؑ کے لئے تھی اور کلام حضرت موسیٰؑ کے لئے اور دیدار حضرت محمدؐ کے لئے-

صحیح مسلم میں حضرت ابوذرؓ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے پوچھا کیا آپ نے اپنے رب کو دیکھا ہے؟ تو آپ نے فرمایا وہ سراسر نور ہے' میں اسے کیسے دیکھ سکتا ہوں؟ ایک روایت میں ہے میں نے نور دیکھا- ابن ابی حاتم میں ہے کہ صحابہؓ کے اس سوال کے جواب میں آپؐ نے فرمایا میں نے اپنے دل سے اپنے رب کو دو دفعہ دیکھا ہے- پھر آپ نے آیت مَا كَذَبَ الْفُؤَادُ پڑھی- اور روایت میں ہے میں نے اپنی ان آنکھوں سے نہیں دیکھا ہاں دل سے دو دفعہ دیکھا ہے پھر آپ نے آیت ثُمَّ دَنَا فَتَدَلّٰی پڑھی- حضرت عکرمہؒ سے مَا كَذَبَ الْفُؤَادُ کی بابت سوال ہوا تو آپ نے فرمایا ہاں آپ نے دیکھا اور پھر دیکھا' سائل نے پھر حضرت حسنؒ سے بھی سوال کیا تو آپ نے فرمایا اس کے جلال عظمت اور چادر کبریائی کو دیکھا- حضورؐ سے ایک مرتبہ یہ جواب دینا بھی مروی ہے کہ میں نے نہر دیکھی اور نہر کے پیچھے پردہ دیکھا اور پردے کے پیچھے نور دیکھا' اس کے سوا میں نے کچھ نہیں دیکھا' یہ حدیث بھی بہت غریب ہے- ایک حدیث مسند احمد میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا میں نے اپنے رب عزوجل کو دیکھا ہے' اس کی اسناد شرط صحیح پر ہے لیکن یہ حدیث' حدیث خواب کا مختصر ٹکڑا ہے چنانچہ مطول حدیث میں ہے کہ میرے پاس میرا رب بہت اچھی صورت میں آج کی رات آیا (راوی کہتا ہے میرے خیال میں) خواب میں آیا اور فرمایا اے محمدؐ! جانتے ہو بلند مقام والے فرشتے کس مسئلہ پر گفتگو کر رہے ہیں؟ میں نے کہا نہیں' پس اللہ تعالیٰ نے اپنا ہاتھ میرے دو بازوؤں کے درمیان رکھا جس کی ٹھنڈک مجھے میرے سینے میں محسوس ہوئی' پس زمین و آسمان کی ہر چیز مجھے معلوم ہو گئی' پھر مجھ سے وہی سوال کیا' میں نے کہا اب مجھے معلوم ہو گیا وہ ان نیکیوں کے بارے میں جو گناہوں کا کفارہ بن جاتی ہیں اور جو درجے بڑھاتی ہیں آپس میں پوچھ گچھ کر رہے ہیں' مجھ سے حق جل شانہ نے پوچھا اچھا پھر تم بھی بتلاؤ کفارے کی نیکیاں کیا کیا ہیں؟ میں نے کہا نمازوں کے بعد مسجدوں میں رکے رہنا' جماعت کے لئے چل کر آنا' جب وضو نا گوار گذرتا ہو اچھی طرح مل مل کر وضو کرنا- جو ایسا کرے گا وہ بھلائی کے ساتھ زندگی گذارے گا اور خیر کے ساتھ انتقال ہو گا اور گناہوں سے اس طرح الگ ہو جائے گا جیسے آج دنیا میں آیا- اس وقت اللہ تعالیٰ نے مجھ سے فرمایا اے محمد ﷺ! جب نماز پڑھو یہ کہو اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُكَ فِعْلَ الْخَيْرَاتِ وَتَرْكَ الْمُنْكَرَاتِ وَحُبَّ الْمَسَاكِيْنَ وَاِذَا اَرَدْتَّ بِعِبَادِكَ فِتْنَةً اَنْ تَقْبِضَنِیْ اِلَيْكَ غَيْرَ مَفْتُوْنٍ یعنی یا اللہ! میں تجھ سے نیکیوں کے کرنے' برائیوں کے چھوڑنے' مسکینوں سے

محبت رکھنے کی توفیق طلب کرتا ہوں' تو جب اپنے بندوں کو فتنے میں ڈالنا چاہے تو مجھے فتنے میں پڑنے سے پہلے ہی اپنی طرف اٹھا لینا - فرمایا اور درجے بڑھانے والے اعمال یہ ہیں کھانا کھلانا' سلام پھیلانا' لوگوں کی نیند کے وقت رات کو تہجد کی نماز پڑھنا - اسی کی مثل روایت سورۂ ص مکی کی تفسیر کے خاتمے پر گذر چکی ہے -

ابن جریر میں یہ روایت دوسری سند سے مروی ہے جس میں غربت والی زیادتی اور بھی بہت سی ہے' اس میں کفارے کے بیان میں ہے کہ جمعہ کی نماز کے لئے پیدل چلنے کے قدم ایک نماز کے بعد دوسری نماز کا انتظار - میں نے کہا یا اللہ! تو نے حضرت ابراہیم کو اپنا خلیل بنایا اور حضرت موسیٰ کو اپنا کلیم بنایا اور یہ کیا؟ پس اللہ تعالیٰ نے فرمایا میں نے تیرا سینہ کھول نہیں دیا؟ اور تیرا بوجھ ہٹا نہیں دیا؟ اور فلاں اور فلاں احسان تیرے اوپر نہیں کئے؟ اور بھی ایسے ایسے احسان بتلائے کہ تمہارے سامنے ان کے بیان کی مجھے اجازت نہیں' اسی کا بیان ان آیتوں ثُمَّ دَنَا فَتَدَلّٰى میں ہے' پس اللہ تعالیٰ نے میری آنکھوں کا نور میرے دل میں پیدا کر دیا اور میں نے اللہ تعالیٰ کو اپنے دل سے دیکھا' اس کی اسناد ضعیف ہے - اوپر عتبہ بن ابولہب کا یہ کہنا کہ میں اس قریب آنے اور نزدیک ہونے والے کو نہیں مانتا اور پھر حضور کا اس کے لئے بددعا کرنا اور شیر کا اسے پھاڑ کھانا بیان ہو چکا ہے' یہ واقعہ زرقاء میں یا سراۃ میں ہوا تھا اور آنحضرت نے پیشگوئی فرما دی تھی کہ یہ اس طرح ہلاک ہوگا -
پھر آنحضرت ﷺ کا حضرت جبرئیل کو دوبارہ دیکھنا بیان ہو رہا ہے جو معراج والی رات کا واقعہ ہے - معراج کی حدیثیں نہایت تفصیل کے ساتھ سورۂ سبحان کی شروع آیت کی تفسیر میں گذر چکی ہیں' جن کے دوبارہ یہاں وارد کرنے کی ضرورت نہیں - یہ بھی بیان گذر چکا ہے کہ حضرت ابن عباسؓ معراج والی رات دیدار باری تعالیٰ کے ہونے کے قائل ہیں - ایک جماعت سلف و خلف کا قول بھی یہی ہے اور صحابہؓ کی بہت سی جماعتیں اس کے خلاف ہیں - اسی طرح تابعین اور دوسرے بھی اس کے خلاف ہیں - حضور کا جبرئیل کو پروں سمیت دیکھنا وغیرہ اس قسم کی روایتیں اوپر گذر چکی ہیں - حضرت عائشہؓ سے حضرت مسروق کا پوچھنا اور آپ کا جواب بھی ابھی بیان ہوا ہے - ایک روایت میں ہے کہ صدیقہؓ نے اپنے اس جواب کے بعد آیت لَا تُدْرِكُهُ الْاَبْصَارُ الخ' کی تلاوت کی اور مَا كَانَ لِبَشَرٍ الخ' کی بھی تلاوت فرمائی یعنی کوئی آنکھ اسے نہیں دیکھ سکتی اور وہ سب نگاہوں کو پا لیتا ہے' کسی انسان سے خدا کا کلام کرنا ممکن نہیں ہاں وحی سے یا پردے کے پیچھے سے ہو تو اور بات ہے' پھر فرمایا جو تم سے کہے کہ آنحضرت کو کل کی بات کا علم تھا اس نے غلط اور جھوٹ کہا پھر آیت اِنَّ اللّٰهَ عِنْدَهٗ عِلْمُ السَّاعَةِ آخر تک پڑھی اور فرمایا جو کہے کہ حضورؐ نے خدا کی کسی بات کو چھپا لیا اس نے بھی جھوٹ کہا اور تہمت باندھی پھر آیت یٰۤاَیُّهَا الرَّسُوْلُ بَلِّغْ مَاۤ اُنْزِلَ اِلَیْكَ مِنْ رَّبِّكَ پڑھی یعنی اے رسول! جو تمہاری جانب تمہارے رب کی طرف سے نازل کیا گیا ہے اسے پہنچا دو - ہاں آپ نے حضرت جبرئیل علیہ السلام کو ان کی اصلی صورت پر دو مرتبہ دیکھا ہے -

مسند احمد میں ہے کہ حضرت مسروق نے حضرت عائشہؓ کے سامنے سورۂ نجم کی آیت بِالْاُفُقِ الْمُبِیْنِ اور نَزْلَةً اُخْرٰى پڑھیں اس کے جواب میں ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا اس امت میں سے سب سے پہلے ان آیتوں کے متعلق خود نبی ﷺ سے میں نے سوال کیا تھا آپ نے فرمایا اس سے مراد میرا حضرت جبرئیل کو دیکھنا ہے' آپ نے صرف دو دفعہ اس امین خدا کو ان کی اصلی صورت میں دیکھا ہے - ایک مرتبہ آسمان سے زمین پر آتے ہوئے اس وقت تمام خلا ان کے جسم سے پر تھا - یہ حدیث صحیحین میں بھی ہے - مسند احمد میں ہے حضرت عبداللہ بن شقیق رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہا کہ اگر میں حضور کو دیکھتا تو آپ سے ایک بات تو ضرور پوچھتا - حضرت ابوذرؓ نے کہا کیا پوچھتے؟ کہا یہ کہ کیا آپ نے اپنے رب عزوجل کو دیکھا ہے؟ حضرت ابوذرؓ نے فرمایا یہ سوال تو خود میں نے جناب رسالت مآب سے کیا تھا آپ نے جواب دیا کہ میں نے اسے نور دیکھا' وہ تو نور ہے میں اسے کیسے دیکھ سکتا - صحیح مسلم میں بھی یہ

حدیث دو سندوں سے ہے' دونوں کے الفاظ میں کچھ ہیر پھیر ہے۔ حضرت امام احمدؒ فرماتے ہیں میں نہیں سمجھ سکتا کہ اس حدیث کی کیا توجیہ کروں' دل اس پر مطمئن نہیں۔ ابن ابی حاتم میں حضرت ابوذرؓ سے منقول ہے کہ حضورؐ نے اپنے دل سے دیدار کیا ہے آنکھوں سے نہیں۔

امام ابن خزیمہؒ فرماتے ہیں عبداللہ بن شقیقؒ اور حضرت ابوذرؓ کے درمیان انقطاع ہے اور امام ابن جوزیؒ فرماتے ہیں ممکن ہے حضرت ابوذرؓ کا یہ سوال معراج کے واقعہ سے پہلے کا ہو اور حضورؐ نے اس وقت یہ جواب دیا ہو۔ اگر یہ سوال معراج کے بعد آپ سے کیا جاتا تو ضرور آپؐ اس کے جواب میں ہاں فرماتے' انکار نہ کرتے۔ لیکن یہ قول سرتاپا ضعیف ہے اس لئے کہ حضرت عائشہؓ کا سوال تو قطعاً معراج کے بعد تھا لیکن آپ کا جواب اس وقت بھی انکار میں ہی رہا۔ بعض حضرات نے فرمایا کہ ان سے خطاب ان کی عقل کے مطابق کیا گیا یا یہ کہ ان کا یہ خیال غلط ہے۔ چنانچہ ابن خزیمہؒ نے کتاب التوحید میں یہی لکھا ہے تو دراصل یہ محض خطا ہے اور بالکل غلطی ہے' واللہ اعلم۔ حضرت انسؓ اور حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہے کہ حضورؐ نے اللہ تعالیٰ کو دل سے تو دیکھا ہے لیکن اپنی آنکھوں سے نہیں دیکھا' ہاں حضرت جبرئیلؑ کو اپنی آنکھوں سے ان کی اصلی صورت میں دو مرتبہ دیکھا ہے۔ سدرۃ المنتہیٰ پر اس وقت فرشتے بکثرت تھے اور نور خدا اس پر جگمگا رہا تھا اور قسم قسم کے رنگ جنہیں بجز اللہ تعالیٰ کے اور کوئی نہیں جان سکتا۔ حضرت ابن مسعودؓ فرماتے ہیں معراج والی رات آنحضرت ﷺ سدرۃ المنتہیٰ تک پہنچے جو ساتویں آسمان پر ہے۔ زمین سے جو چیزیں چڑھتی ہیں وہ یہیں تک چڑھتی ہیں پھر یہاں سے اٹھالی جاتی ہیں' اسی طرح جو چیزیں خدا کی طرف سے نازل ہوتی ہیں یہیں تک پہنچتی ہیں' پھر یہاں سے پہنچائی جاتی ہیں اس وقت اس درخت پر سونے کی ٹڈیاں لدی ہوئی تھیں' حضورؐ کو وہاں تین چیزیں عطا فرمائی گئیں' پانچوں وقت کی نمازیں' سورۂ بقرہ کے خاتمہ کی آیتیں اور آپ کی امت میں سے جو مشرک نہ ہو اس کے گناہوں کی بخشش۔ (مسلم) ابوہریرہؓ سے یا کسی اور صحابیؓ سے روایت ہے کہ جس طرح کوے کسی درخت کو گھیر لیتے ہیں اسی طرح اس وقت سدرۃ المنتہیٰ پر فرشتے چھا رہے تھے' وہاں جب حضورؐ پہنچے تو آپ سے کہا گیا کہ جو مانگنا ہو مانگو۔ حضرت مجاہدؒ فرماتے ہیں اس درخت کی شاخیں مروارید' یاقوت اور زبرجد کی تھیں۔ آنحضرتؐ نے اسے دیکھا اور اپنے دل کی آنکھوں سے اللہ کی بھی زیارت کی۔

ابن زیدؒ فرماتے ہیں حضورؐ سے سوال ہوا کہ آپ نے سدرہ پر کیا دیکھا؟ آپ نے فرمایا اسے سونے کی ٹڈیاں ڈھانکے ہوئے تھیں اور ہر ہر پتے پر ایک ایک فرشتہ کھڑا ہوا خدا کی تسبیح کر رہا تھا۔ آپ کی نگاہیں دائیں بائیں نہیں ہوئیں' جس چیز کے دیکھنے کا حکم تھا وہیں لگی رہیں۔ ثابت قدمی اور کامل اطاعت کی یہ پوری دلیل ہے کہ جو حکم تھا وہی بجالائے' جو دیئے گئے وہی لے کر خوش ہوئے' اسی کو ایک ناظم نے تعریفاً کہا ہے۔ آپ نے خدا کی بڑی بڑی نشانیاں ملاحظہ فرمائیں۔ جیسے اور جگہ ہے لِنُرِيَكَ مِنْ اٰيٰتِنَا الْكُبْرٰى اس لئے کہ ہم تجھے اپنی بڑی بڑی نشانیاں دکھائیں جو ہماری کامل قدرت اور زبردست عظمت پر دلیل بن جائیں۔ ان دونوں آیتوں کو دلیل بنا کر اہل سنت کا مذہب ہے کہ حضورؐ نے اس رات خدا کا دیدار اپنی آنکھوں سے نہیں کیا کیونکہ ارشاد باری ہے کہ آپ نے اپنے رب کی بڑی بڑی نشانیاں دیکھیں اگر خود خدا کا دیدار ہوا ہوتا تو اسی دیدار کا ذکر ہوتا اور لوگوں پر اسے ظاہر کیا جاتا۔ ابن مسعودؓ کا قول گذر چکا کہ ایک مرتبہ آپ کی خواہش پر دوسری دفعہ آسمان پر چڑھتے وقت جبرئیلؑ کو آپ نے ان کی اصلی صورت میں دیکھا۔ پس جبکہ جبرئیلؑ نے اپنے رب عزوجل کو خبر دی' اپنی اصلی صورت میں عود کر گئے اور سجدہ ادا کیا پس سدرۃ المنتہیٰ کے پاس دوبارہ دیکھنے سے انہی کا دیکھنا مراد ہے۔ یہ روایت مسند احمد میں ہے اور غریب ہے۔

اَفَرَءَيْتُمُ اللّٰتَ وَالْعُزّٰى ﴿۱۹﴾ وَمَنٰوةَ الثَّالِثَةَ الْاُخْرٰى ﴿۲۰﴾

اَلَكُمُ الذَّكَرُ وَلَهُ الْاُنْثٰى ﴿۲۱﴾ تِلْكَ اِذًا قِسْمَةٌ ضِيْزٰى ﴿۲۲﴾

کیا پس تم نے لات اور عزیٰ کو دیکھا ○ اور مناۃ تیسرے پچھلے کو ○ کیا تمہارے لئے لڑکے اور اللہ کے لئے لڑکیاں؟ ○ یہ تو اب بڑی بے انصافی کی تقسیم ہے ○

بت کدے کیا تھے؟ : ☆☆ (آیت:۱۹-۲۲) ان آیتوں میں اللہ تعالیٰ مشرکین کو ڈانٹ رہا ہے کہ وہ بتوں کی اور خدا کے سوا دوسروں کی پرستش کرتے ہیں اور جس طرح خلیل خدا پرستش کدے بنا رہے ہیں- لات ایک سفید پتھر منقش تھا' جس پر قبہ بنا رکھا تھا' غلاف چڑھائے جاتے تھے' مجاور' محافظ اور جاروب کش مقرر تھے' اس کے آس پاس کی جگہ مثل حرم کی حرمت و بزرگی والی جانتے تھے- اہل طائف کا یہ بت کدہ تھا' قبیلہ ثقیف اس کا پجاری اور اس کا متولی تھا- قریش کے سوا باقی اور سب پر یہ لوگ اپنا فخر جتایا کرتے تھے- ابن جریرؒ فرماتے ہیں ان لوگوں نے لفظ اللہ سے لفظ لات بنایا تھا' گویا اس کا مؤنث بنایا تھا- اللہ کی ذات تمام شریکوں سے پاک ہے- ایک قرأت میں لفظ لات' تاء کی تشدید کے ساتھ ہے یعنی گھومنے والا' اسے لات اس معنی میں اس لئے کہتے تھے کہ یہ ایک نیک شخص تھا' موسم حج میں حاجیوں کو ستو گھول گھول کر پلاتا تھا- اس کے انتقال کے بعد لوگوں نے اس کی قبر پر مجاورت شروع کر دی' رفتہ رفتہ اسی کی عبادت کرنے لگے- اسی طرح لفظ عزیٰ لفظ عزیز سے لیا گیا ہے' مکے اور طائف کے درمیان نخلہ میں یہ ایک درخت تھا' اس پر بھی قبہ بنا ہوا تھا' چادریں چڑھی ہوئی تھیں' قریش اس کی عظمت کرتے تھے- ابوسفیان نے احد والے دن بھی کہا تھا' ہمارا عزیٰ ہے اور تمہارا نہیں' جس کے جواب میں حضورؐ نے کہلوایا تھا' اللہ ہمارا والی ہے اور تمہارا والی کوئی نہیں-

صحیح بخاری میں ہے جو شخص لات وعزیٰ کی قسم کھا بیٹھے' اسے چاہئے فوراً لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ کہہ لے اور جو اپنے ساتھی سے کہہ دے کہ آ جوا کھیلیں اسے صدقہ کرنا چاہئے- مطلب یہ ہے کہ جاہلیت کے زمانہ میں چونکہ اسی کی قسم کھائی جاتی تھی تو اب اسلام کے بعد اگر کسی کی زبان سے اگلی عادت کے موافق یہ الفاظ نکل جائیں تو اسے کلمہ پڑھ لینا چاہئے- حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایک مرتبہ اسی طرح لات وعزیٰ کی قسم کھا بیٹھے جس پر لوگوں نے انہیں متنبہ کیا- یہ حضورؐ کے پاس گئے آپ نے فرمایا لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ پڑھ لو اور تین مرتبہ اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ پڑھ کر اپنی بائیں جانب تھوک دو اور آئندہ سے ایسا نہ کرنا- مکے اور مدینے کے درمیان قدید کے پاس مشلل میں مناۃ تھا- قبیلہ خزاعہ' اوس اور خزرج جاہلیت میں اس کی بہت عظمت کرتے تھے' یہیں سے احرام باندھ کر وہ حج کعبہ کے لئے جاتے تھے- اسی طرح علاوہ ان تین کے اور بھی بہت سے بت اور تھان تھے جن کی عرب لوگ پرستش کرتے تھے اور بے حد تعظیم وتکریم کرتے تھے' لیکن چونکہ ان تین کی شہرت بہت زیادہ تھی اس لئے یہاں صرف ان تین کا ہی بیان فرمایا- ان مقامات کے یہ لوگ طواف بھی کرتے تھے' قربانیوں کے جانور وہاں لے جاتے تھے' ان کے نام پر جانور چڑھائے جاتے تھے' باوجود اس کے یہ سب لوگ کعبہ کی حرمت وعظمت کے قائل تھے' اسے مسجد ابراہیم مانتے تھے اور اس کی خاطر خواہ توقیر کرتے تھے- سیرۃ ابن اسحاق میں ہے کہ قریش اور بنو کنانہ عزیٰ کے پجاری تھے جو نخلہ میں تھا- اس کا نگہبان اور متولی قبیلہ بنو شیبان تھا جو قبیلہ سلیم کی شاخ تھا اور بنو ہاشم کے ساتھ ان کا بھائی چارہ تھا- اس بت کے توڑنے کے لئے رسول اللہ ﷺ نے فتح مکہ کے بعد حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بھیجا تھا جنہوں نے اسے ٹکڑے ٹکڑے کر دیا اور کہتے جاتے تھے۔

يَا عُزّٰى كُفْرَانَكِ لَا سُبْحَانَكِ اِنِّىْ رَاَيْتُ اللّٰهَ قَدْ اَهَانَكِ

''اے عزیٰ! میں تیرا منکر ہوں' تیری پاکی بیان کرنے والا نہیں ہوں- میرا ایمان ہے کہ تیری عزت کو خدا نے خاک میں ملا دیا''- یہ ببول کے تین درختوں پر تھا' جو درخت کاٹ ڈالے اور قبہ ڈھا دیا اور واپس آن کر حضورؐ کو اطلاع دی- آپ نے فرمایا تم نے کچھ نہیں کیا' لوٹ کر پھر دوبارہ جاؤ- حضرت خالدؓ کے دوبارہ تشریف لے جانے پر وہاں کے محافظ اور خدام نے بڑے بڑے مکر و فریب کئے اور خوب غل مچا کر یا

عُزّٰی، یَا عُزّٰی کے نعرے لگائے - حضرت خالدؓ نے جو دیکھا تو معلوم ہوا کہ ایک ننگی عورت ہے جس کے بال بکھرے ہوئے ہیں اور اپنے سر پر مٹی ڈال رہی ہے' آپ نے تلوار کے ایک ہی وار میں اس کا کام تمام کیا اور واپس آ کر حضور کو خبر دی آپ نے فرمایا عزیٰ یہی تھی - لات قبیلہ ثقیف کا بت تھا جو طائف میں تھا' اس کی تولیت اور مجاورت بنو معتب میں تھی' یہاں اس کے ڈھانے کے لئے نبی ﷺ نے حضرت مغیرہ بن شعبہؓ اور حضرت ابوسفیان صخر بن حربؓ کو بھیجا تھا جنہوں نے اسے معدوم کر کے اس کی جگہ مسجد بنا دی - مناۃ اوس وخزرج اور اس کے ہم خیال لوگوں کا بت تھا' یہ مشلل کی طرف سمندر کے کنارے قدید میں تھا - یہاں بھی حضورؐ نے حضرت ابوسفیانؓ کو بھیجا اور آپ اس کے ریزے ریزے کر گئے - بعض کا قول ہے کہ حضرت علیؓ کے ہاتھوں یہ کفرستان فنا ہوا - ذوالخلصہ نامی بت خانہ اوس اور خشعم اور بجیلہ کا تھا اور جو لوگ اس کے ہم وطن تھے' یہ تبالہ میں تھا اور اسے یہ لوگ کعبہ یمانیہ کہتے تھے اور مکہ کے کعبہ کو کعبہ شامیہ کہتے تھے - یہ حضرت جریر بن عبداللہ بجلی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہاتھوں رسول اللہ ﷺ کے حکم سے فنا ہوا - فلس نامی بت خانہ قبیلہ طے اور ان کے آس پاس کے عربوں کا تھا' یہ جبل طے میں سلمیٰ اور اجا کے درمیان تھا' اس کے توڑنے پر حضرت علیؓ مامور ہوئے تھے' آپ نے اسے توڑ دیا اور یہاں سے دو تلواریں لے گئے تھے' ایک رسوب دوسری مخزم' آنحضرت نے یہ دونوں تلواریں انہی کو دے دیں - قبیلہ حمیر اور اہل یمن نے اپنا بت خانہ صنعاء میں ریام نامی بنا رکھا تھا' مذکور ہے کہ اس میں ایک سیاہ کتا تھا اور وہ دو حمیری جو تبع کے ساتھ نکلے تھے انہوں نے اسے نکال کر قتل کر دیا اور اس خانہ کی اینٹ سے اینٹ بجا دی اور رضا نامی بت کدہ بنو ربیعہ بن سعد کا تھا' اس کو مستوغر بن ربیعہ بن کعب بن سعد نے اسلام میں ڈھایا - ابن ہشامؒ فرماتے ہیں کہ ان کی عمر تین سو تیس سال کی ہوئی تھی جس کا بیان خود انہوں نے اپنے اشعار میں کیا ہے - ذوالکعبات نامی صنم خانہ بکر اور تغلب اور یاد قبیلے کا سنداد میں تھا - پھر فرماتا ہے کہ تمہارے لئے لڑکے ہوں اور خدا کی لڑکیاں ہوں؟ کیونکہ مشرکین اپنے زعم باطل میں فرشتوں کو اللہ کی لڑکیاں سمجھتے تھے تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اگر تم آپس میں تقسیم کرو اور کسی کو صرف لڑکیاں اور کسی کو صرف لڑکے دو تو وہ بھی راضی نہ ہوگا اور یہ تقسیم نامنصفی کی سمجھی جائے گی' چہ جائیکہ تم خدا کے لئے لڑکیاں ثابت کرو اور خود تم اپنے لئے لڑکے پسند کرو -

إِنْ هِيَ إِلَّآ أَسْمَآءٌ سَمَّيْتُمُوهَآ أَنتُمْ وَءَابَآؤُكُم مَّآ أَنزَلَ ٱللَّهُ بِهَا مِن سُلْطَٰنٍ ۚ إِن يَتَّبِعُونَ إِلَّا ٱلظَّنَّ وَمَا تَهْوَى ٱلْأَنفُسُ ۖ وَلَقَدْ جَآءَهُم مِّن رَّبِّهِمُ ٱلْهُدَىٰٓ ﴿٢٣﴾ أَمْ لِلْإِنسَٰنِ مَا تَمَنَّىٰ ﴿٢٤﴾ فَلِلَّهِ ٱلْءَاخِرَةُ وَٱلْأُولَىٰ ﴿٢٥﴾ ع وَكَم مِّن مَّلَكٍ فِى ٱلسَّمَٰوَٰتِ لَا تُغْنِى شَفَٰعَتُهُمْ شَيْـًٔا إِلَّا مِنۢ بَعْدِ أَن يَأْذَنَ ٱللَّهُ لِمَن يَشَآءُ وَيَرْضَىٰٓ ﴿٢٦﴾

دراصل یہ صرف نام ہیں جو تم نے اور تمہارے باپ دادوں نے ان کے رکھ لئے ہیں' اللہ نے ان کی کوئی سند نہیں اتاری یہ لوگ تو صرف اٹکل کے اور اپنی نفسانی خواہشوں کے پیچھے پڑے ہوئے ہیں یقیناً ان کے رب کی طرف سے ان کے پاس ہدایت آ چکی ہے ○ کیا ہر شخص جو آرزو کرے اسے میسر ہے؟ ○ اللہ ہی کے ہاتھ ہے یہ جہان اور وہ جہان ○ بہت سے فرشتے آسمانوں میں ہیں جن کی سفارش کچھ بھی نفع نہیں دے سکتی مگر یہ اور بات ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنی خوشی اور اپنی چاہت سے جس کے لئے چاہے اجازت دے دے ○

(آیت:۲۳-۲۶) پھر فرماتا ہے ان کو تم نے اپنی طرف سے بغیر کسی دلیل کے مضبوط ٹھہرا کر جو چاہا نام گھڑ لیا ہے ورنہ نہ وہ معبود ہیں نہ کسی ایسے پاک نام کے مستحق ہیں۔ خود یہ لوگ بھی ان کی پوجا پاٹ پر کوئی دلیل پیش نہیں کر سکتے' صرف اپنے بڑوں پر حسن ظن رکھ کر جو انہوں نے کیا تھا یہ بھی کر رہے ہیں' مکھی پر مکھی مارتے چلے جاتے ہیں۔ مصیبت تو یہ ہے کہ باوجود دلیل آ جانے کے' اللہ کی باتیں واضح ہو جانے کے پھر بھی باپ دادا کی غلط راہ کو نہیں چھوڑتے۔ پھر فرماتا ہے کیا ہر انسان کی ہر تمنا خواہ مخواہ پوری ہی ہوتی ہے؟ جو کہے میں حق پر ہوں تو کیا وہ حق پر ہو ہی گیا؟ تم گو دعوے لمبے چوڑے کر و لیکن دعوؤں سے مراد اور مقصد حاصل نہیں ہوتا۔ حضورؐ فرماتے ہیں تمنا کرتے وقت سوچ لیا کرو کہ کیا تمنا کرتے ہو؟ تمہیں نہیں معلوم کہ اس تمنا پر تمہارے لئے کیا لکھا جائے گا؟ تمام امور کا مالک اللہ تعالیٰ ہے' دنیا اور آخرت میں تصرف اسی کا ہے' جو اس نے چاہا ہو رہا ہے اور جو چاہے گا ہو گا۔ پھر فرماتا ہے کہ بغیر اجازت خدا کوئی بڑے سے بڑا فرشتہ بھی کسی کے لئے سفارش کا لفظ بھی نہیں نکال سکتا۔ جیسے فرمایا مَنْ ذَالَّذِیْ کون ہے جو اس کے پاس اس کی اجازت کے بغیر سفارش پیش کر سکے۔ اس کے فرمان بغیر کسی کو کسی کی سفارش نفع نہیں دے سکتی۔ پس جبکہ بڑے بڑے قریبی فرشتوں کا یہ حال ہے تو پھر اے ناواقفو! تمہارے یہ بت اور تھان کیا نفع پہنچائیں گے؟ ان کی پرستش سے خدا روک رہا ہے' تمام رسول اور کل آسمانی کتابیں خدا کے سوا اوروں کی عبادت سے روکنا اپنا عظیم الشان مقصد بتاتی ہیں' پھر تم ان کو اپنا سفارشی سمجھ رہے ہو' کس قدر غلط راہ ہے۔

إِنَّ الَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ بِالْآخِرَةِ لَيُسَمُّونَ الْمَلَٰئِكَةَ تَسْمِيَةَ الْأُنثَىٰ ﴿٢٧﴾ وَمَا لَهُم بِهِ مِنْ عِلْمٍ ۖ إِن يَتَّبِعُونَ إِلَّا الظَّنَّ ۖ وَإِنَّ الظَّنَّ لَا يُغْنِي مِنَ الْحَقِّ شَيْئًا ﴿٢٨﴾ فَأَعْرِضْ عَن مَّن تَوَلَّىٰ عَن ذِكْرِنَا وَلَمْ يُرِدْ إِلَّا الْحَيَاةَ الدُّنْيَا ﴿٢٩﴾ ذَٰلِكَ مَبْلَغُهُم مِّنَ الْعِلْمِ ۚ إِنَّ رَبَّكَ هُوَ أَعْلَمُ بِمَن ضَلَّ عَن سَبِيلِهِ وَهُوَ أَعْلَمُ بِمَنِ اهْتَدَىٰ ﴿٣٠﴾

بیشک جو لوگ آخرت پر ایمان نہیں رکھتے وہ فرشتوں کا زنانہ نام مقرر کرتے ہیں ○ حالانکہ انہیں اس کا کوئی علم نہیں وہ صرف اپنے گمان کے پیچھے پڑے ہوئے ہیں اور بیشک وہم و گمان حق کے مقابلے میں کچھ کام نہیں دیتا ○ تو اس سے منہ موڑ لے جو ہماری یاد سے منہ موڑ لے اور جن کا ارادہ بجز زندگانی دنیا اور کچھ نہ ہو ○ یہی ان کے علم کی انتہا ہے تیرا رب اس سے خوب واقف ہے جو اس کی راہ سے بھٹک گیا ہے اور وہ ہی خوب واقف ہے اس سے بھی جو راہ یافتہ ہو گیا ○

آخرت کا گھر اور دنیا: ☆☆ (آیت:۲۷-۳۰) اللہ تعالیٰ مشرکین کے اس قول کی تردید فرماتا ہے کہ خدا کے فرشتے اس کی لڑکیاں ہیں جیسے اور جگہ ہے وَجَعَلُوا الْمَلٰٓئِكَةَ الخ' یعنی خدا کے مقبول بندوں اور فرشتوں کو انہوں نے اللہ کی لڑکیاں ٹھہرا دیا ہے' کیا ان کی پیدائش کے وقت یہ موجود تھے؟ ان کی شہادت لکھی جائے گی اور ان سے پرسش کی جائے گی۔ یہاں بھی فرمایا کہ یہ لوگ فرشتوں کے زنانہ نام رکھتے ہیں جو ان کی بے علمی کا نتیجہ ہے' محض جھوٹ' کھلا بہتان بلکہ صریح شرک ہے' یہ صرف ان کی اٹکل ہے اور یہ ظاہر ہے کہ اٹکل پچو باتیں حق کے قائم مقام نہیں ہو سکتیں۔ حدیث شریف میں ہے گمان سے بچو' گمان بدترین جھوٹ ہے۔

پھر اللہ تعالیٰ اپنے نبی سے فرماتا ہے کہ حق سے اعراض کرنے والوں سے آپ بھی اعراض کر لیں۔ ان کا منتہائے نظر صرف زندگانی دینا ہے اور جس کی غایت یہ سفلی دنیا ہو اس کا انجام کبھی نیک نہیں ہوتا' ان کے علم کی غایت بھی یہی ہے کہ دنیا طلبی اور کوشش دنیا میں ہر وقت منہمک رہیں۔ حضورؐ فرماتے ہیں دنیا اس کا گھر ہے جس کا (آخرت میں) گھر نہ ہو اور دنیا اس کا مال ہے جس کا مال (آخرت میں) نہ ہو۔ ایک منقول دعا میں حضورؐ کے یہ الفاظ بھی آئے ہیں اَللّٰھُمَّ لَا تَجْعَلِ الدُّنْیَا اَکْبَرَ ھَمِّنَا وَلَا مَبْلَغَ عِلْمِنَا ''پروردگار! تو ہماری اہم تر کوشش اور منتہائے نظر اور مقصد معلومات صرف دنیا ہی کو نہ کر''۔ پھر فرماتا ہے کہ جمیع مخلوقات کا خالق صرف اللہ تعالیٰ ہی ہے' اپنے بندوں کی مصلحتوں سے صحیح طور پر وہی واقف ہے' جسے چاہے ہدایت دے جسے چاہے ضلالت دے' سب کچھ اس کی قدرت علم اور حکمت سے ہو رہا ہے' وہ عادل ہے اپنی شریعت میں اور انداز مقرر کرنے میں ظلم و بے انصافی نہیں کرتا۔

وَلِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ۙ لِيَجْزِيَ الَّذِيْنَ اَسَاۗءُوْا بِمَا عَمِلُوْا وَيَجْزِيَ الَّذِيْنَ اَحْسَنُوْا بِالْحُسْنٰى ۝۳۱ اَلَّذِيْنَ يَجْتَنِبُوْنَ كَبٰۗىِٕرَ الْاِثْمِ وَالْفَوَاحِشَ اِلَّا اللَّمَمَ ۭ اِنَّ رَبَّكَ وَاسِعُ الْمَغْفِرَةِ ۭ هُوَ اَعْلَمُ بِكُمْ اِذْ اَنْشَاَكُمْ مِّنَ الْاَرْضِ وَاِذْ اَنْتُمْ اَجِنَّةٌ فِيْ بُطُوْنِ اُمَّهٰتِكُمْ ۚ فَلَا تُزَكُّوْٓا اَنْفُسَكُمْ ۭ هُوَ اَعْلَمُ بِمَنِ اتَّقٰى ۝۳۲ ع

اور اللہ ہی کا ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے' اللہ تعالیٰ بدکاروں کو ان کے اعمال کا بدلہ دے گا اور نیک کاروں کو اچھا بدلہ عنایت فرمائے گا ○ ان لوگوں کو جو بڑے گناہوں سے بچتے ہیں اور بے حیائی سے بھی سوائے کسی چھوٹے سے گناہ کے' بیشک تیرا رب بہت کشادہ مغفرت والا ہے' وہ تمہیں بخوبی جانتا ہے جب کہ اس نے تمہیں زمین سے پیدا کیا اور جبکہ تم اپنی ماؤں کے پیٹ میں بچے تھے' پس تم اپنی پاکیزگی آپ بیان نہ کرو' وہی پرہیزگار کو خوب جانتا ہے ○

گناہ اور ضابطہ الٰہی: ☆☆ (آیت: ۳۱-۳۲) مالک آسمان و زمین' بے پرواہ' مطلق شہنشاہ' حقیقی عادل' خالق حق و حق کار اللہ تعالیٰ ہی ہے' ہر کسی کو اس کے اعمال کا بدلہ دینے والا' نیکی پر نیک جزا اور بدی پر بری سزا وہی دے گا' اس کے نزدیک بھلے لوگ وہ ہیں جو اس کی حرام کردہ چیزوں اور کاموں سے' بڑے بڑے گناہوں اور بدکاریوں و نالائقیوں سے الگ رہیں' ان سے بتقاضائے بشریت اگر کبھی کوئی چھوٹا سا گناہ سرزد ہو بھی جائے تو پروردگار پردہ پوشی کرتا ہے اور معاف فرما دیتا ہے۔ جیسے اور آیت میں ہے اِنْ تَجْتَنِبُوْا كَبَاۗىِٕرَ مَا تُنْهَوْنَ عَنْهُ الخ' اگر تم ان کبیرہ گناہوں سے پاکدامن رہے جن سے تمہیں روک دیا گیا ہے تو ہم تمہاری برائیاں معاف فرما دیں گے اور تمہیں عزت والی جگہ یعنی جنت میں داخل کر دیں گے۔ یہاں بھی فرمایا مگر چھوٹی چھوٹی لغزشیں اور انسانیت کی کمزوریاں معاف ہیں۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں لمم کی تفسیر میرے خیال میں حضرت ابو ہریرہؓ کی بیان کردہ اس حدیث سے زیادہ اچھی کوئی نہیں کہ حضورؐ نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے ابن آدم پر اس کا زنا کا حصہ لکھ دیا ہے جسے وہ یقیناً پا کر ہی رہے گا' آنکھوں کا زنا دیکھنا ہے' زبان کا زنا بولنا ہے' دل امنگ اور آرزو کرتا ہے' اب شرمگاہ خواہ اسے سچا کر دکھائے یا جھوٹا'' (صحیحین) حضرت ابن مسعودؓ فرماتے ہیں آنکھوں کا زنا نظر کرنا ہے اور ہونٹوں کا زنا بوسہ لینا ہے اور ہاتھوں کا زنا پکڑنا اور پیروں کا زنا چلنا ہے اور شرمگاہ اسے سچا کرتی ہے یا جھوٹا کر

دیتی ہے یعنی اگر شرمگاہ کو نہ روک سکا اور بدکاری کر بیٹھا تو سب اعضاء کا زنا ثابت اور اگر اپنے اس عضو کو روک لیا تو وہ سب لمم میں داخل ہے۔ حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ لمم بوسہ لینا' چھیڑنا' دیکھنا اور مس کرنا ہے اور جب شرمگاہیں مل گئیں تو غسل واجب ہو گیا اور زنا کاری کا گناہ ثابت ہو گیا۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اس جملہ کی تفسیر یہی مروی ہے یعنی جو پہلے گذر چکا۔ مجاہدؒ فرماتے ہیں گناہ سے آلودگی ہو پھر چھوڑ دے تو لمم میں داخل ہے' شاعر کہتا ہے۔

اِنْ تَغْفِرِ اللّٰهُمَّ تَغْفِرْ جَمًّا وَاَیُّ عَبْدٍ لَّكَ مَا اَلَمَّا

''اے اللہ! جبکہ تو معاف فرماتا ہے تو سب ہی کچھ معاف فرما دے ورنہ یوں آلودہ عصیاں تو ہر انسان ہے''۔ مجاہدؒ فرماتے ہیں اہل جاہلیت اپنے طواف میں عموماً اس شعر کو پڑھا کرتے تھے۔ ابن جریرؒ میں حضورؐ کا اس شعر کو پڑھنا بھی مروی ہے' ترمذی میں بھی یہ مروی ہے اور امام ترمذیؒ اسے حسن صحیح غریب کہتے ہیں۔ بزار فرماتے ہیں' ہمیں اس کی اور سند معلوم نہیں صرف اسی سند سے مرفوعاً مروی ہے۔ ابن ابی حاتمؒ اور بغویؒ نے بھی اسے نقل کیا ہے۔ بغویؒ نے اسے سورۂ تنزیل میں روایت کیا ہے لیکن اس مرفوع کی صحت میں نظر ہے۔

ایک روایت میں ہے کہ حضورؐ نے فرمایا مراد یہ ہے کہ زنا سے نزدیکی ہونے کے بعد توبہ کرے اور پھر نہ لوٹے' چوری کے قریب ہو جانے کے بعد چوری نہ کی اور توبہ کر کے لوٹ آیا' اسی طرح شراب پینے کے قریب ہو کر شراب نہ پی اور توبہ کر کے لوٹ گیا یہ سب المام ہیں جو ایک مومن کو معاف ہیں۔ حضرت حسنؒ سے بھی یہی مروی ہے۔ ایک روایت میں ہے صحابہؓ سے عموماً اس کا مروی ہونا بیان کیا گیا ہے۔ حضرت عبداللہ بن عمروؓ فرماتے ہیں مراد اس سے شرک کے علاوہ گناہ ہیں۔ ابن زبیرؓ فرماتے ہیں دو حدوں کے درمیان حد زنا اور عذاب آخرت۔ حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ ہر وہ چیز جو دو حدوں کے درمیان حد دنیا اور حد آخرت' نمازیں اس کا کفارہ بن جاتی ہیں اور وہ ہر واجب کر دینے والی سے کم ہے' حد دنیا تو وہ ہے جو کسی گناہ پر خدا نے دنیوی سزا مقرر کر دی ہے اور اس کی سزا دنیا میں مقرر نہیں کی۔ تیرے رب کی بخشش بہت وسیع ہے' ہر چیز کو گھیر لیا ہے اور تمام گناہوں پر اس کا احاطہ ہے' جیسے فرمان ہے قُلْ یَا عِبَادِیَ الَّذِیْنَ اَسْرَفُوْا ''اے میرے وہ بندو جنہوں نے اپنی جان پر اسراف کیا ہے! اللہ کی رحمت سے ناامید نہ ہونا' اللہ تعالیٰ تمام گناہوں کو بخش دیتا ہے اور وہ بڑی بخشش والا اور بڑے رحم والا ہے''۔ پھر فرمایا وہ تمہیں دیکھنے والا اور تمہارے ہر حال کا علم رکھنے والا اور تمہارے ہر کلام کو سننے والا اور تمہارے تمام تر اعمال سے واقف ہے' جبکہ اس نے تمہارے باپ آدم کو زمین سے پیدا کیا اور ان کی پیٹھ سے ان کی اولاد نکالی جو چیونٹیوں کی طرح پھیل گئی پھر ان کی تقسیم کر کے دو گروہ بنا دیئے ایک جنت کے لئے اور ایک جہنم کے لئے اور جبکہ تم اپنی ماں کے پیٹ میں بچے تھے اس کے مقرر کردہ فرشتے نے روزی' عمر' عمل' نیکی' بدی لکھ لی' بہت سے بچے پیٹ سے ہی گر جاتے ہیں' بہت سے دودھ پینے کی حالت میں فوت ہو جاتے ہیں' بہت سے دودھ چھٹنے کے بعد بلوغت سے پہلے ہی چل بستے ہیں' بہت سے عین جوانی میں دار دنیا خالی کر جاتے ہیں' اب جبکہ ہم ان تمام منازل کو طے کر چکے اور بڑھاپے میں آ گئے جس کے بعد کوئی منزل موت کے سوا نہیں' اب بھی اگر ہم نہ سنبھلیں تو ہم سے بڑھ کر غافل کون ہے؟ خبردار تم اپنے نفس کو پاک نہ کہو' اپنے نیک اعمال کی تعریفیں کرنے نہ بیٹھ جاؤ اپنے تئیں آپ سراہنے نہ لگو' جس کے دل میں رب کا ڈر ہے اسے رب ہی خوب جانتا ہے۔

اور آیت میں ہے اَلَمْ تَرَ اِلَی الَّذِیْنَ یُزَكُّوْنَ اَنْفُسَهُمْ بَلِ اللّٰهُ یُزَكِّیْ مَنْ یَّشَآءُ وَلَا یُظْلَمُوْنَ فَتِیْلًا کیا تو نے ان لوگوں کو نہ دیکھا جو اپنے نفس کی پاکیزگی آپ بیان کرتے ہیں وہ نہیں جانتے کہ یہ خدا کے ہاتھ ہے' جسے وہ چاہے برتر اعلیٰ اور پاک صاف کر دے' کسی پر کچھ بھی ظلم نہ ہو گا۔ محمد بن عمرو بن عطاؒ فرماتے ہیں میں نے اپنی لڑکی کا نام برہ رکھا تو مجھ سے حضرت زینب بنت ابوسلمہؓ نے فرمایا

رسول اللہ ﷺ نے اس نام سے منع فرمایا ہے' خود میرا نام بھی برہ تھا جس پر آپ نے فرمایا تم خود اپنی برتری اور پاکی آپ نہ بیان کرو' تم میں سے نیکی والوں کا علم پورے طور پر خدا ہی کو ہے۔ لوگوں نے کہا پھر ہم اس کا کیا نام رکھیں؟ فرمایا زینب نام رکھو' مسند احمد میں ہے حضورؐ کے سامنے کسی نے ایک شخص کی بہت تعریفیں بیان کیں آپ نے فرمایا افسوس تو نے اس کی گردن ماری' کئی مرتبہ یہی فرما کر ارشاد فرمایا کہ اگر کسی کی تعریف ہی کرنی ہو تو یوں کہو میرا گمان فلاں کی طرف ایسا ہے' حقیقی علم اللہ کو ہی ہے پھر اپنی معلومات بیان کرو' خود کسی کی پاکیزگیاں بیان کرنے نہ بیٹھ جاؤ۔ ابوداؤد اور مسلم میں ہے کہ ایک شخص نے حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سامنے ان کی تعریفیں بیان کرنا شروع کر دیں' اس پر حضرت مقداد بن اسود رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس کے منہ میں مٹی بھرنے لگے اور فرمایا ہمیں رسول اللہ ﷺ کا حکم ہے کہ تعریفیں کرنے والوں کے منہ میں مٹی بھر دیں۔

اَفَرَءَيْتَ الَّذِىْ تَوَلّٰى ﴿۳۳﴾ وَاَعْطٰى قَلِيْلًا وَّاَكْدٰى ﴿۳۴﴾ اَعِنْدَهٗ عِلْمُ الْغَيْبِ فَهُوَ يَرٰى ﴿۳۵﴾ اَمْ لَمْ يُنَبَّاْ بِمَا فِىْ صُحُفِ مُوْسٰى ﴿۳۶﴾ وَاِبْرٰهِيْمَ الَّذِىْ وَفّٰٓى ﴿۳۷﴾ اَلَّا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰى ﴿۳۸﴾ وَاَنْ لَّيْسَ لِلْاِنْسَانِ اِلَّا مَا سَعٰى ﴿۳۹﴾ وَاَنَّ سَعْيَهٗ سَوْفَ يُرٰى ﴿۴۰﴾ ثُمَّ يُجْزٰىهُ الْجَزَآءَ الْاَوْفٰى ﴿۴۱﴾

کیا تو نے اسے دیکھا جس نے منہ موڑ لیا ○ اور بہت کم دیا اور سخت دل ہو گیا ○ کیا اسے علم غیب ہے کہ وہ سب کچھ دیکھ رہا ہے ○ کیا اسے اس چیز کی خبر نہیں دی گئی جو موسیٰ کے ○ اور وفادار ابراہیم کے صحیفوں میں تھا ○ کہ کوئی شخص کسی دوسرے کا بوجھ نہ اٹھائے گا ○ اور یہ کہ ہر انسان کے لئے صرف وہی ہے جس کی کوشش خود اس نے کی ○ اور یہ کہ بیشک اس کی کوشش عنقریب دیکھی جائے گی ○ پھر اسے پورا پورا بدلہ دیا جائے گا ○

منافق وکافر کا نفسیاتی تجزیہ: ☆☆ (آیت: ۳۳-۴۱) اللہ تعالیٰ ان لوگوں کی مذمت کر رہا ہے جو خدا کی فرمانبرداری سے منہ موڑ لیں' سچ نہ کہیں' نہ نماز ادا کریں بلکہ جھٹلائیں' اعراض کریں' راہ اللہ بہت ہی کم دیں' دل کو نصیحت قبول کرنے والا نہ بنائیں' کبھی کچھ کہنا مان لیا پھر رسیاں کاٹ کر الگ ہو گئے۔ عرب ''اکدی'' اس وقت کہتے ہیں مثلاً کچھ لوگ کنواں کھود رہے ہوں' درمیان میں کوئی سخت چٹان آ جائے اور وہ دست بردار ہو جائیں۔ فرماتا ہے کیا اس کے پاس علم غیب ہے؟ جس سے اس نے جان لیا کہ اگر میں راہ اللہ اپنا زر ومال دوں گا تو خالی ہاتھ رہ جاؤں گا؟ یعنی دراصل یوں نہیں بلکہ یہ صدقے سے' نیکی سے اور بھلائی سے از روئے بخل' طمع' خود غرضی' نامردی و بے دلی کے رک رہا ہے۔ حدیث میں ہے اے بلال! خرچ کر اور عرش والے سے فقیر بنا دینے کا ڈر نہ رکھ' خود قرآن میں ہے وَمَآ اَنْفَقْتُمْ مِّنْ شَیْءٍ فَهُوَ يُخْلِفُهٗ وَهُوَ خَيْرُ الرّٰزِقِيْنَ تم جو کچھ خرچ کرو گے اللہ تعالیٰ تمہیں اس کا بدلہ دے گا اور وہی بہترین رزاق ہے۔ وَفّٰی کے معنی ایک تو یہ کئے گئے ہیں کہ انہیں حکم کیا گیا تھا وہ سب انہوں نے پہنچا دیا' دوسرے معنی یہ بیان کئے گئے ہیں کہ جو حکم ملا اسے بجا لائے۔ ٹھیک یہ ہے کہ یہ دونوں ہی معنی ہیں۔ جیسے اور آیت میں ہے وَاِذِ ابْتَلٰى الخ' ابراہیم علیہ السلام کو جب کبھی جس کسی آزمائش کے ساتھ اس کے رب نے آزمایا آپ نے کامیابی کے ساتھ اس میں نمبر لئے یعنی ہر حکم کو بجا لائے' ہر منع سے رکے رہے' رب کی رسالت پوری طرح پہنچا دی' پس خدا نے انہیں امام بنا کر دوسروں کو ان کا تابعدار بنا دیا۔

جیسے ارشاد ہوا ہے ثُمَّ اَوۡحَیۡنَآ اِلَیۡكَ اَنِ اتَّبِعۡ مِلَّةَ اِبۡرَاهِیۡمَ حَنِیۡفًا وَّمَا كَانَ مِنَ الۡمُشۡرِكِیۡنَ پھر ہم نے تیری طرف وحی کی کہ ملت ابراہیم حنیف کی پیروی کر جو مشرک نہ تھا۔ ابن جریر کی ایک مرفوع حدیث میں ہے کہ حضورؐ نے اس آیت کی تفسیر میں فرمایا کہ ''ہر روز وہ دن نکلتے ہی چار رکعت ادا کیا کرتے تھے یہی ان کی وفاداری تھی''۔ ترمذی میں ایک حدیث قدسی ہے کہ ''اے ابن آدم! اول دن میں تو میرے لئے چار رکعت نماز ادا کر لے' میں آخر دن تک تیری کفایت کروں گا''۔ ابن ابی حاتم کی حدیث میں ہے کہ حضورؐ نے فرمایا حضرت ابراہیمؑ کے لئے لفظ وفی اس لئے فرمایا کہ وہ ہر صبح شام ان کلمات کو پڑھا کرتے تھے فَسُبۡحَانَ اللّٰهِ حِیۡنَ تُمۡسُوۡنَ وَحِیۡنَ تُصۡبِحُوۡنَ یہاں تک کہ حضورؐ نے آیت ختم کی۔ پھر بیان ہو رہا ہے کہ صحف ابراہیم وموسیٰ میں کیا تھا؟ ان میں یہ تھا کہ جس کسی نے اپنی جان پر ظلم کیا مثلاً شرک وکفر کیا یا گناہ صغیرہ یا کبیرہ کیا تو اس کا وبال خود اس پر ہے' اس کا یہ بوجھ کوئی اور نہ اٹھائے گا۔

جیسے قرآن کریم میں ہے وَاِنۡ تَدۡعُ مُثۡقَلَةٌ اگر کوئی بوجھل اپنے بوجھ کی طرف کسی کو بلائے گا تو اس میں سے کچھ نہ اٹھایا جائے گا اگرچہ وہ قرابتدار ہو۔ ان صحیفوں میں یہ بھی تھا کہ انسان کے لئے صرف وہی ہے جو اس نے حاصل کیا یعنی جس طرح اس پر دوسرے کا بوجھ نہیں لادا جائے گا' دوسروں کی بداعمالیوں میں یہ بھی نہیں پکڑا جائے گا اور اسی طرح دوسرے کی نیکی بھی اسے کچھ فائدہ نہ دے گی۔ حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ اور ان کے متبعین نے اس آیت سے استدلال کیا ہے کہ قرآن خوانی کا ثواب مردوں کو پہنچایا جائے تو نہیں پہنچتا اس لئے کہ نہ تو یہ ان کا عمل ہے نہ کسب' یہی وجہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے نہ اس کا جواز بیان کیا نہ اپنی امت کو اس پر رغبت دلائی' نہ انہیں اس پر آمادہ کیا' نہ تو کسی صریح فرمان کے ذریعہ سے' نہ کسی اشارے کنایئے سے۔ ٹھیک اسی طرح صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین میں سے بھی کسی ایک سے یہ ثابت نہیں کہ انہوں نے قرآن پڑھ کر اس کے ثواب کا ہدیہ میت کے لئے بھیجا ہو' اگر یہ نیکی ہوتی اور مطابق شرع عمل ہوتا تو ہم سے بہت زیادہ سبقت نیکیوں کی طرف کرنے والے صحابہ کرام تھے رضی اللہ عنہم اجمعین۔ ساتھ ہی یہ بات بھی یاد رکھنی چاہئے کہ نیکیوں کے کام قرآن حدیث کے صاف فرمان سے ہی ثابت ہوتے ہیں' کسی قسم کے رائے قیاس کا ان میں کوئی دخل نہیں' ہاں دعا اور صدقہ کا ثواب میت کو پہنچتا ہے اس پر اجماع ہے اور شارع علیہ السلام کے الفاظ سے ثابت ہے۔ جو حدیث صحیح مسلم شریف میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا انسان کے مرنے پر اس کے اعمال منقطع ہو جاتے ہیں لیکن تین چیزیں' نیک اولاد جو اس کے لئے دعا کرتی رہے یا وہ صدقہ جو اس کے انتقال کے بعد بھی جاری رہے یا وہ علم جس سے نفع اٹھایا جاتا رہے۔ اس کا یہ مطلب ہے کہ درحقیقت یہ تینوں چیزیں بھی خود میت کی سعی' اس کی کوشش اور اس کا عمل ہیں یعنی کسی اور کے عمل کا اجر اسے نہیں پہنچ رہا۔ صحیح حدیث میں ہے کہ سب سے بہتر انسان کا کھانا وہ ہے جو اس نے اپنے ہاتھوں سے حاصل کیا ہو' اس کی اپنی کمائی ہو اور انسان کی اولاد بھی اسی کی کمائی اور اسی کی حاصل کردہ چیز ہے' پس ثابت ہوا کہ نیک اولاد جو اس کے مرنے کے بعد اس کے لئے دعا کرتی ہے وہ دراصل اسی کا عمل ہے' اسی طرح صدقہ جاریہ مثلاً وقف وغیرہ کہ وہ بھی اسی کے عمل کا اثر ہے اور اسی کا کیا ہوا وقف ہے۔ خود قرآن فرماتا ہے اِنَّا نَحۡنُ نُحۡیِ الۡمَوۡتٰی وَنَكۡتُبُ مَا قَدَّمُوۡا وَاٰثَارَهُمۡ یعنی ہم مردوں کو زندہ کرتے ہیں اور لکھتے ہیں جو آگے بھیج چکے اور جو نشان ان کے پیچھے رہے۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ ان کے اپنے پیچھے چھوڑے ہوئے نشانات نیک کا ثواب انہیں پہنچتا رہتا ہے' رہا وہ علم جسے اس نے لوگوں میں پھیلایا اور اس کے انتقال کے بعد بھی لوگ اس پر عامل اور کاربند رہے وہ بھی اصل اسی کی سعی اور اسی کا عمل ہے جو اس کے بعد باقی رہا اور اسے اس کا ثواب پہنچتا رہا۔ چنانچہ صحیح حدیث میں ہے جو شخص ہدایت کی طرف بلائے اور جتنے لوگ اس کی تابعداری کریں ان سب کے اجر کے مثل اسے اجر ملتا ہے درآنحالیکہ ان کے اجر گھٹتے نہیں۔ پھر فرماتا ہے اس کی کوشش قیامت کے دن جانچی جائے گی۔ اس دن اس کا عمل

دیکھا جائے گا۔ جیسے فرمایا وَقُلِ اعْمَلُوا الخ یعنی کہہ دے کہ تم عمل کئے جاؤ' اللہ تمہارے اعمال دیکھے گا اور اس کا رسول اور ایمان والے اور عنقریب تم چھپے کھلے کے جاننے والے خدا کی طرف لوٹائے جاؤ گے' پھر وہ تمہیں تمہارے اعمال سے خبردار کرے گا یعنی ہر نیکی کی جزا اور ہر بدی کی سزا دے گا' یہاں بھی فرمایا پھر اس کا پورا پورا بدلہ دیا جائے گا۔

وَأَنَّ إِلَىٰ رَبِّكَ الْمُنتَهَىٰ ﴿٤٢﴾ وَأَنَّهُ هُوَ أَضْحَكَ وَأَبْكَىٰ ﴿٤٣﴾ وَأَنَّهُ هُوَ أَمَاتَ وَأَحْيَا ﴿٤٤﴾ وَأَنَّهُ خَلَقَ الزَّوْجَيْنِ الذَّكَرَ وَالْأُنثَىٰ ﴿٤٥﴾

اور یہ کہ تیرے رب ہی کی طرف پہنچنا ہے ○ اور یہ کہ وہی ہنساتا ہے اور وہی رلاتا ہے ○ اور یہ کہ وہ مارتا ہے اور جلاتا ہے ○ اور یہ کہ اسی نے جوڑا یعنی نر و مادہ پیدا کیا ہے ○

سب کی آخری منزل۔۔۔ اللہ تعالیٰ ادراک سے بلند ہے : ☆☆ (آیت: ۴۲-۴۵) فرمان ہے کہ بازگشت آخر خدا کی طرف ہے۔ قیامت کے دن سب کو لوٹ کر اسی کے سامنے پیش ہونا ہے' حضرت معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے قبیلہ بنی اود میں خطبہ پڑھتے ہوئے فرمایا اے بنی اود! میں خدا کے پیغمبرؐ کا قاصد بن کر تمہاری طرف آیا ہوں' تم یقین کرو کہ تمہارا سب کا لوٹنا خدا کی طرف ہے پھر یا تو جنت میں پہنچائے جاؤ' یا جہنم میں دھکیلے جاؤ۔ بغوی میں ہے حضورؐ نے اس آیت کی تفسیر میں فرمایا اللہ تعالیٰ کی ذات میں فکر کرنا جائز نہیں۔ جیسے اور حدیث میں ہے مخلوق پر غور بھری نظریں ڈالو لیکن ذات خالق میں گہرے نہ اترو' اسے عقل و ادراک' فکر و ذہن نہیں پا سکتا' گو ان لفظوں سے یہ حدیث محفوظ نہیں مگر صحیح حدیث میں بھی یہ مضمون موجود ہے' اس میں ہے کہ شیطان کسی کے پاس آتا ہے اور کہتا ہے اسے کس نے پیدا کیا اور اسے کس نے پیدا کیا؟ یہاں تک کہ کہتا ہے اللہ تعالیٰ کو کس نے پیدا کیا؟ جب تم میں سے کسی کے دل میں یہ وسوسہ پیدا ہو تو اَعُوْذُ پڑھ لے اور اس خیال کو دل سے دور کر دے۔ سنن کی ایک حدیث میں ہے مخلوقات خدا میں غور و فکر کرو لیکن ذات خدا میں غور و فکر نہ کرو' سنو اللہ تعالیٰ نے ایک فرشتہ پیدا کیا ہے جس کے کان کی لو سے لے کر مونڈھے تک تین سو سال کا راستہ ہے او کما قال۔ پھر فرماتا ہے کہ بندوں میں ہنسنے رونے کا مادہ اور ان کے اسباب بھی اسی نے پیدا کئے ہیں جو بالکل مختلف ہیں' وہی موت و حیات کا خالق ہے جیسے فرمایا اَلَّذِیْ خَلَقَ الْمَوْتَ وَالْحَیَاةَ اس نے موت و حیات کو پیدا کیا' اسی نے نطفہ سے ہر جاندار کو جوڑ جوڑ بنایا۔ جیسے اور جگہ فرمان ہے اَیَحْسَبُ الْاِنْسَانُ اَنْ یُّتْرَكَ سُدًی الخ' کیا انسان سمجھتا ہے کہ وہ بے کار چھوڑ دیا جائے گا؟

مِن نُّطْفَةٍ إِذَا تُمْنَىٰ ﴿٤٦﴾ وَأَنَّ عَلَيْهِ النَّشْأَةَ الْأُخْرَىٰ ﴿٤٧﴾ وَأَنَّهُ هُوَ أَغْنَىٰ وَأَقْنَىٰ ﴿٤٨﴾ وَأَنَّهُ هُوَ رَبُّ الشِّعْرَىٰ ﴿٤٩﴾ وَأَنَّهُ أَهْلَكَ عَادًا الْأُولَىٰ ﴿٥٠﴾ وَثَمُودَ فَمَا أَبْقَىٰ ﴿٥١﴾ وَقَوْمَ نُوحٍ مِّن قَبْلُ إِنَّهُمْ كَانُوا هُمْ أَظْلَمَ وَأَطْغَىٰ ﴿٥٢﴾ وَالْمُؤْتَفِكَةَ أَهْوَىٰ ﴿٥٣﴾ فَغَشَّاهَا مَا غَشَّىٰ ﴿٥٤﴾ فَبِأَيِّ آلَاءِ رَبِّكَ تَتَمَارَىٰ ﴿٥٥﴾

نطفے سے جبکہ وہ ٹپکایا جاتا ہے ○ اور یہ کہ اسی کے ذمہ ہے دوبارہ پیدا کرنا ○ اور یہ کہ وہی تونگر بناتا ہے اور سرمایہ دیتا ہے ○ اور یہ کہ وہی شعریٰ (ستارے) کا رب ہے ○ اور یہ کہ اسی نے اگلے عادیوں کو ہلاک کیا ہے ○ اور ثمود کو بھی (جن میں سے ایک کو بھی) باقی نہ رکھا ○ اور اس سے پہلے قوم نوح کو' یقیناً وہ

بڑے ظالم اور بڑے سرکش تھے ○ اور موتفکہ (شہر) اسی نے الٹ دیا ○ پھر اس پر چھا گیا جو چھایا ○ پس اے انسان! تو اپنے رب کی کس کس نعمت میں جھگڑے گا؟ ○

(آیت: ۴۶-۵۵) کیا وہ منی کا قطرہ نہ تھا جو (رحم میں) ٹپکایا جاتا ہے؟ پھر کیا وہ بستہ خون نہ تھا؟ پھر اللہ نے اسے پیدا کیا اور درست کیا اور اس سے جوڑے یعنی نر و مادہ بنائے' کیا (ایسی قدرتوں والا) اللہ اس بات پر قادر نہیں کہ مردوں کو زندہ کر دے؟ پھر فرماتا ہے اسی پر دوبارہ زندہ کرنا ہے یعنی جیسے اس نے ابتداء پیدا کیا ہے اسی طرح مار ڈالنے کے بعد دوبارہ کی پیدائش بھی اسی کے ذمہ ہے' اسی نے اپنے بندوں کو غنی بنا دیا اور مال ان کے قبضہ میں دے دیا ہے جو ان کے پاس ہی بطور پونجی کے رہتا ہے۔

اکثر مفسرین کے کلام کا خلاصہ اس مقام پر یہی ہے' گو بعض سے مروی ہے کہ اس نے مال دیا اور غلام دیئے' اس نے دیا اور خوش ہوا' اسے غنی بنا کر اور مخلوق کو اس کا دست نگر بنا دیا' جسے چاہا غنی کیا جسے چاہا فقیر' لیکن یہ پچھلے دونوں قول لفظ سے کچھ زیادہ مطابقت نہیں رکھتے۔ شعریٰ اس روشن ستارے کا نام ہے جسے مرزم الجوزاء بھی کہتے ہیں' بعض عرب اس کی پرستش کرتے تھے۔ عاد اولیٰ یعنی قوم ہود کو جسے عاد بن ارم بن سام بن نوح کہا جاتا ہے اسی نے ان کے طغیان کی بنا پر انہیں تباہ کر دیا' جیسے فرمایا اَلَمْ تَرَ کَیْفَ فَعَلَ رَبُّکَ بِعَادٍ الخ' یعنی کیا تو نے نہیں دیکھا کہ تیرے رب نے عاد کے ساتھ کیا کیا؟ یعنی ارم کے ساتھ جو بڑے قد آور تھے جن کا مثل شہروں میں پیدا نہیں کیا گیا تھا' یہ قوم بڑی قوی اور بڑی زور آور تھی' ساتھ ہی خدا کی بڑی نافرمان اور رسول سے بڑی سرتاب تھی' ان پر ہوا کا عذاب آیا جو سات راتیں اور آٹھ دن برابر رہا۔ اسی طرح ثمودیوں کو بھی اس نے ہلاک کر دیا جس میں سے ایک بھی باقی نہ بچا اور ان سے پہلے قوم نوح تباہ ہو چکی ہے جو بڑے ناانصاف اور شریر تھے اور لوط کی بستیاں جنہیں خدائے قہار نے زیروزبر کر دیا اور آسمانی پتھروں سے سب بدکاروں کو ہلاک کر دیا' انہیں ایک چیز نے ڈھانپ لیا یعنی پتھروں نے' جن کا مینہ ان پر برسا اور برے حالوں تباہ ہوئے۔ ان بستیوں میں چار لاکھ آدمی آباد تھے' آبادی کی کل زمین آگ اور گندھک اور تیل بن کر ان پر بھڑک اٹھی۔ حضرت قتادہؓ کا یہی قول ہے جو بہت غریب سند سے ابن ابی حاتم میں مروی ہے۔ پھر فرمایا پھر تو اے انسان! اپنے رب کی کس کس نعمت میں جھگڑے گا؟ بعض کہتے ہیں خطاب نبی ﷺ سے ہے لیکن خطاب کو عام رکھنا بہت اولیٰ ہے۔ امام ابن جریرؒ بھی عام رکھنے کو ہی پسند فرماتے ہیں۔

هٰذَا نَذِيرٌ مِّنَ النُّذُرِ الْأُولَىٰ ﴿٥٦﴾ أَزِفَتِ الْآزِفَةُ ﴿٥٧﴾ لَيْسَ لَهَا مِن دُونِ اللَّهِ كَاشِفَةٌ ﴿٥٨﴾ أَفَمِنْ هَٰذَا الْحَدِيثِ تَعْجَبُونَ ﴿٥٩﴾ وَتَضْحَكُونَ وَلَا تَبْكُونَ ﴿٦٠﴾ وَأَنتُمْ سَامِدُونَ ﴿٦١﴾ فَاسْجُدُوا لِلَّهِ وَاعْبُدُوا ﴿٦٢﴾

ع ۶

یہ بھی ڈرانے والے ہیں پہلے ڈرانے والوں میں سے ○ قیامت نزدیک آگئی ○ اللہ کے سوا اس کا کھول دکھانے والا اور کوئی نہیں ○ پس کیا تم اس بات سے تعجب کرتے ہو؟ ○ اور ہنس رہے ہو؟ روتے نہیں؟ ○ (بلکہ) تم کھیل رہے ہو ○ اب اللہ کے سامنے سجدے کرو اور (اسی کی) عبادت کرو ○

''نذیر'' کا مفہوم --- نذیر کہتے کسے ہیں؟ : ☆☆ (آیت: ۵۶-۶۲) یہ خوف اور ڈر سے آگاہ کرنے والے ہیں یعنی آنحضرت ﷺ آپؐ کی رسالت بھی ایسی ہی ہے جیسے آپ سے پہلے کے رسولوں کی رسالت تھی' جیسے اور آیت میں ہے قُلْ مَا كُنْتُ بِدْعًا مِّنَ الرُّسُلِ یعنی میں کوئی نیا رسول تو ہوں نہیں' رسالت مجھ سے شروع نہیں ہوئی بلکہ دنیا میں مجھ سے پہلے بھی بہت سے رسول آچکے ہیں۔

قریب آنے والی کا وقت آئے گا یعنی قیامت قریب آ گئی - نہ تو اسے کوئی دفع کر سکے نہ اس کے آنے کے صحیح وقت معین کا کسی کو علم ہے -

نذیر عربی میں اسے کہتے ہیں مثلاً ایک جماعت ہے جس میں سے ایک شخص نے کوئی ڈراؤنی چیز دیکھی اور اپنی قوم کو اس سے آگاہ کرتا ہے یعنی ڈر اور خوف کی خبر سنانے والا' جیسے اور آیت میں ہے نَذِيرٌ لَّكُم بَيْنَ يَدَيْ عَذَابٍ شَدِيدٍ میں تمہیں سخت عذابوں سے مطلع کرنے والا ہوں - حدیث میں ہے تمہیں کھلم کھلا ڈرانے والا ہوں - یعنی جس طرح کوئی شخص کسی برائی کو دیکھ لے کہ وہ قوم کے قریب پہنچ چکی ہے اور پھر جس حالت میں ہو اسی میں دوڑا بھاگا آ جائے اور قوم کو دفعتہً متنبہ کر دے کہ دیکھو وہ بلا آ رہی ہے' فوراً تدارک کر لو' اسی طرح قیامت کے ہولناک عذاب بھی لوگوں کی غفلت کی حالت میں ان سے بالکل قریب ہو گئے ہیں اور آنحضرت ﷺ ان عذابوں سے ہوشیار کر رہے ہیں - جیسے اس کے بعد کی سورت میں ہے اِقْتَرَبَتِ السَّاعَةُ قیامت قریب آ چکی -

مسند احمد کی حدیث میں ہے لوگو! گناہوں کو چھوٹا اور حقیر جاننے سے بچو' سنو چھوٹے چھوٹے گناہوں کی مثال ایسی ہے جیسے ایک قافلہ کسی جگہ اترا سب ادھر ادھر چلے گئے اور لکڑیاں سمیٹ کر تھوڑی تھوڑی لے آئے' تو گو ہر ایک کے پاس لکڑیاں کم کم ہیں لیکن جب وہ سب جمع کر لی جائیں تو ایک انبار لگ جاتا ہے جس سے دیگیں کی دیگیں پک جائیں' اسی طرح چھوٹے چھوٹے گناہ جمع ہو کر ڈھیر لگ جاتا ہے اور اچانک اس گنہگار کو پکڑ لیتا ہے اور ہلاک ہو جاتا ہے - اور حدیث میں ہے میری اور قیامت کی مثال ایسی ہے پھر آپ نے اپنی شہادت کی اور درمیان کی انگلی اٹھا کر ان کا فاصلہ دکھایا - میری اور قیامت کی مثال دو گھوڑوں کی سی ہے - میری اور آخرت کے دن کی مثال ٹھیک اس طرح ہے جس طرح ایک قوم نے کسی شخص کو اطلاع لانے کے لئے بھیجا اس نے دشمن کے لشکر کو بالکل نزدیک کی کمین گاہ میں چھاپہ مارنے کے لئے تیار دیکھا یہاں تک کہ اسے ڈر لگا کہ میرے پہنچنے سے پہلے ہی کہیں یہ نہ پہنچ جائیں' تو وہ ایک ٹیلے پر چڑھ گیا اور وہیں کپڑا ہلا ہلا کر انہیں اشارے سے بتلا دیا کہ خبردار ہو جاؤ' دشمن سر پر موجود ہے' پس میں ایسا ہی ڈرانے والا ہوں - اس حدیث کی شہادت میں اور بھی بہت سی حسن اور صحیح حدیثیں موجود ہیں - پھر مشرکین کے اس فعل پر انکار فرمایا کہ وہ قرآن سنتے ہیں مگر اعراض کرتے ہیں اور بے پرواہی برتتے ہیں بلکہ اس کی رحمت سے تعجب کے ساتھ انکار کر بیٹھتے ہیں اور اس سے مذاق اور ہنسی کرنے لگتے ہیں' چاہئے یہ تھا کہ مثل ایمان داروں کے اسے سن کر روتے' عبرت حاصل کرتے' جیسے مومنوں کی حالت بیان فرمائی کہ وہ اس کلام اللہ شریف کو سن کر روتے دھوتے سجدہ میں گر پڑتے ہیں اور خشوع وخضوع میں بڑھ جاتے ہیں -

حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں سمد گانے کو کہتے ہیں' یہ یمنی لغت ہے - آپؓ سے سَامِدُوْنَ کے معنی اعراض کرنے والے اور تکبر کرنے والے بھی مروی ہیں - حضرت علیؓ اور حسنؒ فرماتے ہیں غفلت کرنے والے - پھر اپنے بندوں کو حکم دیتا ہے کہ توحید واخلاص کے پابند رہو' خضوع' خلوص اور توحید کے ماننے والے بن جاؤ -

صحیح بخاری شریف میں ہے حضورؐ نے مسلمانوں نے' مشرکوں نے اور جن وانس نے سورالنجم کے سجدے کے موقع پر سجدہ کیا - مسند احمد میں ہے کہ مکہ میں رسول اللہ ﷺ نے سورۂ نجم پڑھی پس آپ نے سجدہ کیا اور ان لوگوں نے بھی جو آپ کے پاس تھے - راوی حدیث مطلب بن ابی وداعہ کہتے ہیں میں نے اپنا سر اٹھایا اور سجدہ نہ کیا' یہ اس وقت تک مسلمان نہیں ہوئے تھے' اسلام کے بعد جس کسی کی زبانی اس سورۂ مبارکہ کی تلاوت سنتے سجدہ کرتے' یہ حدیث نسائی شریف میں بھی ہے -

اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے سورۂ نجم کی تفسیر ختم ہوئی فالحمد للہ -

تفسیر سورة القمر

ابو واقد رضی اللہ عنہ کی روایت سے پہلے گذر چکا ہے کہ رسول اللہ ﷺ عید الضحیٰ اور عید الفطر کی نماز میں سورۂ ق اور سورۂ اقتربت الساعۃ پڑھا کرتے تھے' اسی طرح بڑی بڑی محفلوں میں بھی آپؐ ان دونوں کی تلاوت فرمایا کرتے تھے۔ کیونکہ اس میں وعدے وعید کا' ابتداء آفرینش اور دوبارہ زندگی کا' ساتھ ہی توحید اور اثبات رسالت وغیرہ اہم مقاصد اسلامیہ کا ذکر ہے۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اِقْتَرَبَتِ السَّاعَةُ وَانْشَقَّ الْقَمَرُ ﴿١﴾ وَاِنْ يَّرَوْا اٰيَةً يُّعْرِضُوْا وَيَقُوْلُوْا سِحْرٌ مُّسْتَمِرٌّ ﴿٢﴾ وَكَذَّبُوْا وَاتَّبَعُوْٓا اَهْوَآءَهُمْ وَكُلُّ اَمْرٍ مُّسْتَقِرٌّ ﴿٣﴾ وَلَقَدْ جَآءَهُمْ مِّنَ الْاَنْۢبَآءِ مَا فِيْهِ مُزْدَجَرٌ ﴿٤﴾ حِكْمَةٌۢ بَالِغَةٌ فَمَا تُغْنِ النُّذُرُ ﴿٥﴾

معبود برحق مشفق مہربان کے نام سے شروع ○

قیامت قریب آ گئی اور چاند پھٹ گیا ○ یہ اگر کوئی معجزہ دیکھتے ہیں تو منہ پھیر لیتے ہیں اور کہہ دیتے ہیں کہ زور دار چلتا ہوا جادو ہے ○ انہوں نے جھٹلایا اور اپنی خواہشوں کی پیروی کی' ہر کام ٹھہرے ہوئے وقت پر مقرر ہے ○ یقیناً ان کے پاس وہ خبریں آ چکی ہیں جن میں ڈانٹ ڈپٹ کی ○ نصیحت ہے اور کامل عقل کی بات ہے لیکن ان ڈراونی باتوں نے بھی کچھ فائدہ نہ دیا ○

قیامت قریب آ چکی: ☆☆ (آیت:۱-۵) اللہ تعالیٰ قیامت کے قرب کی اور دنیا کے خاتمہ کی اطلاع دیتا ہے' جیسے اور آیت میں ہے اَتٰى اَمْرُ اللّٰهِ فَلَا تَسْتَعْجِلُوْهُ اللہ کا امر آ چکا' اب تو اس کی طلب کی جلدی چھوڑ دو اور فرمایا اِقْتَرَبَ لِلنَّاسِ حِسَابُهُمْ لوگوں کے حساب کا وقت ان کے سروں پر آ پہنچا اور وہ اب تک غفلت میں ہیں۔ اس مضمون کی حدیثیں بھی بہت سی ہیں۔ بزار میں ہے حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں سورج کے ڈوبنے کے وقت جبکہ وہ تھوڑا سا ہی باقی رہ گیا تھا رسول اللہ ﷺ نے اپنے اصحاب کو خطبہ دیا' جس میں فرمایا اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے' دنیا کے گذرے ہوئے حصے میں اور باقی ماندہ حصے میں وہی نسبت ہے جو اس دن کے گذرے ہوئے اور باقی بچے ہوئے حصے میں ہے۔ اس حدیث کے راویوں میں حضرت خلف بن موسیٰ کو امام ابن حبانؒ ثقہ راویوں میں گنتے تو ہیں لیکن فرماتے ہیں کبھی کبھی خطا بھی کر جاتے تھے' دوسری روایت جو اس کی تقویت بلکہ تفسیر بھی کرتی ہے وہ مسند احمد میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت سے ہے کہ عصر کے بعد جب کہ سورج بالکل غروب کے قریب ہو چکا تھا رسول کریم ﷺ نے فرمایا تمہاری عمریں گذشتہ لوگوں کی عمروں کے مقابلہ میں اتنی ہی ہیں جتنا یہ باقی کا دن گذرے ہوئے دن کے مقابلہ میں ہے۔ مسند کی اور حدیث میں ہے حضورؐ نے اپنی کلمہ کی اور درمیانی انگلی سے اشارہ کر کے فرمایا کہ میں اور قیامت اس طرح مبعوث کئے گئے ہیں' ایک اور روایت میں اتنی زیادتی ہے کہ قریب تھا وہ مجھ سے آگے بڑھ جائے۔ ولید بن عبدالملک کے پاس جب حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ پہنچے تو اس نے قیامت کے بارے کی حدیث کا سوال کیا جس پر آپ نے فرمایا میں نے حضورؐ سے سنا ہے کہ تم اور قیامت ان دونوں انگلیوں کی طرح ہو' اس کی شہادت اس حدیث سے ہو سکتی ہے جس میں آپ کے مبارک ناموں میں سے ایک نام حاشر آیا ہے اور حاشر وہ ہے جس کے قدموں پر لوگوں کا حشر ہو۔

حضرت بہز کی روایت سے مروی ہے کہ حضرت عتبہ بن غزوان نے اپنے خطبہ میں فرمایا اور کبھی کہتے رسول اللہ ﷺ نے ہمیں خطبہ سناتے ہوئے اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا کے بعد فرمایا دنیا کے خاتمہ کا اعلان ہو چکا' یہ پیٹھ پھیرے بھاگی جارہی ہے اور جس طرح برتن کا کھانا کھالیا جائے اور کناروں میں کچھ باقی لگا لپٹا رہ جائے اسی طرح دنیا کی عمر کا کل حصہ نکل چکا' صرف برائے نام باقی رہ گیا ہے' تم یہاں سے ایسے جہان کی طرف جانے والے ہو جسے فنا نہیں' پس تم سے جو ہو سکے بھلائیاں اپنے ساتھ لے کر جاؤ' سنو ہم سے ذکر کیا گیا ہے کہ جہنم کے کنارے سے ایک پتھر پھینکا جائے گا جو برابر ستر سال تک نیچے کی طرف جاتا رہے گا لیکن پیندے تک نہ پہنچے گا خدا کی قسم جہنم کا یہ گہرا گڑھا انسانوں سے پر ہونے والا ہے' تم اس پر تعجب نہ کرو' ہم نے یہ بھی ذکر سنا ہے کہ جنت کی چوکھٹ کی دو لکڑیوں کے درمیان چالیس سال کا راستہ ہے اور وہ بھی ایک دن اس قدر پر ہوگی کہ بھیڑ بھاڑ نظر آئے گی (مسلم)

ابو عبدالرحمٰن سلمیؒ فرماتے ہیں کہ میں اپنے والد کے ہمراہ مدائن گیا اور بستی سے تین میل کے فاصلے پر ہم ٹھہرے' جمعہ کے لئے میں بھی اپنے والد کے ہمراہ گیا - حضرت حذیفہؓ خطیب تھے' آپ نے اپنے خطبے میں فرمایا لوگو سنو! اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے کہ قیامت قریب آ گئی اور چاند دو ٹکڑے ہو گیا - بیشک قیامت قریب آ چکی ہے' بیشک چاند پھٹ گیا ہے' بیشک دنیا جدائی کا الارم بجا چکی ہے' آج کا دن کوشش اور تیاری کا ہے' کل تو دوڑ بھاگ کر کے آگے بڑھ جانے کا دن ہوگا - میں نے اپنے باپ سے دریافت کیا کہ کیا کل دوڑ ہوگی؟ جس میں آگے نکلنا ہوگا؟ میرے باپ نے مجھ سے فرمایا تم نادان ہو' یہاں مراد نیک اعمال میں ایک دوسرے پر سبقت لے جانا ہے - دوسرے جمعہ کو جب ہم آئے تو بھی حضرت حذیفہؓ کو اسی کے قریب فرماتے ہوئے سنا' اس کے آخر میں یہ بھی فرمایا کہ غایت آگ ہے اور سابق وہ ہے جو جنت میں پہلے پہنچ گیا - چاند کا دو ٹکڑے ہو جانا یہ آنحضرت ﷺ کے زمانہ کا ذکر ہے جیسے کہ متواتر حدیثوں میں صحت کے ساتھ مروی ہے - حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ یہ پانچوں چیزیں روم' دھواں' لزام' بطشہ اور چاند کا پھٹنا یہ سب گذر چکا ہے - اس بارے کی حدیثیں سنئے - مسند احمد میں ہے کہ اہل مکہ نے نبی کریم ﷺ سے معجزہ طلب کیا جس پر دو مرتبہ چاند شق ہو گیا' جس کا ذکر ان دونوں آیتوں میں ہے - بخاری میں ہے کہ انہیں چاند کے دو ٹکڑے دکھا دیئے' ایک حراء کے اس طرف' ایک اس طرف' مسند میں ہے - ایک ٹکڑا ایک پہاڑ پر دوسرا دوسرے پہاڑ پر - اسے دیکھ کر بھی جن کی قسمت میں ایمان نہ تھا بول پڑے کہ محمد (ﷺ) نے ہماری آنکھوں پر جادو کر دیا ہے - لیکن سمجھداروں نے کہا کہ اگر مان لیا جائے کہ ہم پر جادو کر دیا ہے تو تمام دنیا کے لوگوں پر تو نہیں کر سکتا - اور روایت میں ہے کہ یہ واقعہ ہجرت سے پہلے کا ہے - اور روایتیں بھی بہت سی ہیں - ابن عباسؓ سے یہ بھی مروی ہے کہ حضورؐ کے زمانہ میں چاند گہن ہوا' کافر کہنے لگے چاند پر جادو ہوا ہے' اس پر یہ آیتیں مُسْتَمِرٌّ تک اتریں - ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں جب چاند پھٹا اور اس کے دو ٹکڑے ہوئے ایک پہاڑ کے پیچھے اور ایک آگے' اس وقت حضور نے فرمایا اے اللہ! تو گواہ رہ - مسلم اور ترمذی وغیرہ میں یہ حدیث موجود ہے -

ابن مسعودؓ فرماتے ہیں سب لوگوں نے اسے بخوبی دیکھا اور آپ نے فرمایا دیکھو یاد رکھنا اور گواہ رہنا' آپ فرماتے ہیں اس وقت حضور اور ہم سب منیٰ میں تھے - اور روایت میں ہے کہ مکہ میں تھے - ابوداؤد طیالسی میں ہے کہ کفار نے یہ دیکھ کر کہا یہ ابن ابی کبشہ (یعنی رسول اللہ ﷺ) کا جادو ہے لیکن ان کے سمجھداروں نے کہا مان لو ہم پر جادو کیا ہے لیکن ساری دنیا پر تو نہیں کر سکتا اب جو لوگ سفر سے آئیں ان سے دریافت کرنا کہ کیا انہوں نے بھی اس رات چاند کو دو ٹکڑے دیکھا تھا' چنانچہ جب وہ آئے ان سے پوچھا - انہوں نے بھی اس کی تصدیق کی کہ ہاں فلاں شب ہم نے چاند کو دو ٹکڑے ہوتے دیکھا ہے - کفار کے مجمع نے یہ طے کیا تھا کہ اگر باہر کے لوگ آ کر یہی کہیں تو حضورؐ کی سچائی میں کوئی شک نہیں' اب جو باہر سے آیا' جب کبھی آیا' جس طرف سے آیا' ہر ایک نے اس کی شہادت دی کہ ہاں ہم نے اپنی

آنکھوں سے دیکھا ہے۔ اسی کا بیان اس آیت میں ہے۔ حضرت عبداللہؓ فرماتے ہیں پہاڑ چاند کے دوٹکڑوں کے درمیان دکھائی دیتا تھا۔

اور روایت میں ہے کہ آپ نے خاص حضرت صدیقؓ سے فرمایا کہ اے ابوبکر! تم گواہ رہنا' اور مشرکین نے اس زبردست معجزے کو بھی جادو کہہ کر ٹال دیا۔ اسی کا ذکر اس آیت میں ہے کہ جب یہ دلیل حجت اور برہان دیکھتے ہیں سہل انکاری سے کہہ دیتے ہیں کہ یہ تو چلتا ہوا جادو ہے اور مانتے نہیں بلکہ حق کو جھٹلا کر احکام نبوی کے خلاف اپنی خواہشات نفسانی کے پیچھے پڑے رہتے ہیں اپنی جہالت اور کم عقلی سے باز نہیں آتے۔ ہر امر مستقر ہے۔ یعنی خیر خیر والوں کے ساتھ اور شر شر والوں کے ساتھ اور یہ بھی معنی ہیں کہ قیامت کے دن ہر امر واقع ہونے والا ہے۔ اگلے لوگوں کے وہ واقعات جو دل کو ہلا دینے والے اور اپنے اندر کامل عبرت رکھنے والے ہیں ان کے پاس آ چکے ہیں' ان کی تکذیب کے سلسلہ میں ان پر جو بلائیں اتریں اور ان کے جو قصے ان تک پہنچے وہ سراسر عبرت ونصیحت کے خزانے ہیں اور وعظ وہدایت سے پر ہیں' اللہ تعالیٰ جسے ہدایت کرے اور جسے گمراہ کرے' اس میں بھی اس کی حکمت بالغہ موجود ہے' ان پر شقاوت لکھی جا چکی ہے' جن کے دلوں پر مہر لگ چکی ہے انہیں کوئی ہدایت پر نہیں لا سکتا۔ جیسے فرمایا قُلْ فَلِلّٰهِ الْحُجَّةُ الْبَالِغَةُ الخ' اللہ تعالیٰ کی دلیلیں ہر طرح کامل ہیں اگر وہ چاہتا تو تم سب کو ہدایت پر لا کھڑا کرتا۔ دوسری جگہ ہے فَمَا تُغْنِي الْاٰيٰتُ وَالنُّذُرُ عَنْ قَوْمٍ لَّا يُؤْمِنُوْنَ بے ایمانوں کو کسی معجزے نے اور کسی ڈرنے اور ڈرسنانے والے نے کوئی نفع نہ پہنچایا۔

فَتَوَلَّ عَنْهُمْ يَوْمَ يَدْعُ الدَّاعِ اِلٰى شَيْءٍ نُّكُرٍ ۝۶ خُشَّعًا
اَبْصَارُهُمْ يَخْرُجُوْنَ مِنَ الْاَجْدَاثِ كَاَنَّهُمْ جَرَادٌ مُّنْتَشِرٌ ۝۷
مُّهْطِعِيْنَ اِلَى الدَّاعِ يَقُوْلُ الْكٰفِرُوْنَ هٰذَا يَوْمٌ عَسِرٌ ۝۸
كَذَّبَتْ قَبْلَهُمْ قَوْمُ نُوْحٍ فَكَذَّبُوْا عَبْدَنَا وَقَالُوْا مَجْنُوْنٌ
وَّازْدُجِرَ ۝۹ فَدَعَا رَبَّهٗٓ اَنِّيْ مَغْلُوْبٌ فَانْتَصِرْ ۝۱۰ فَفَتَحْنَآ اَبْوَابَ
السَّمَآءِ بِمَآءٍ مُّنْهَمِرٍ ۝۱۱

پس اے نبیؐ! تم ان سے اعراض کرو' جس دن ایک پکارنے والا ناگوار چیز کی طرف پکارے گا ○ یہ جھکی آنکھوں قبروں سے اس طرح نکل کھڑے ہوں گے کہ گویا وہ پھیلا ہوا ٹڈی دل ہے ○ پکارنے والے کی طرف دوڑتے ہوں گے اور کافر کہیں گے کہ یہ دن تو بہت سخت ہے ○ ان سے پہلے قوم نوح نے بھی ہمارے بندے کو جھٹلایا تھا اور دیوانہ بتلا کر جھڑکا گیا تھا ○ پس اس نے اپنے رب سے دعا کی کہ میں بے بس ہوں تو میری مدد کر ○ پس ہم نے آسمان کے دروازوں کو زور کے مینہ سے کھول دیا اور زمین کے چشموں کو جاری کر دیا ○

معجزات بھی بے اثر: ☆☆ (آیت: ۶-۸) ارشاد ہوتا ہے کہ اے نبیؐ! تم ان کافروں کو' جنہیں معجزہ وغیرہ بھی کارآمد نہیں' چھوڑ دو' ان سے منہ پھیر لو اور انہیں قیامت کے انتظار میں رہنے دو۔ اس دن انہیں حساب کی جگہ ٹھہرنے کے لئے ایک پکارنے والا پکارے گا' جو ہولناک جگہ ہوگی' جہاں بلائیں اور آفتیں ہوں گی۔ ان کے چہروں پر ذلت اور کمینگی برس رہی ہوگی' مارے ندامت کے آنکھیں نیچے کو جھکی ہوئی ہوں گی اور قبروں سے نکلیں گے۔ پھر جس طرح ٹڈی دل کی طرح یہ بھی انتشار وسرعت کے ساتھ میدان حساب کی طرف بھاگیں گے' پکارنے والے کی پکار پر کان ہوں گے اور تیز تیز چل رہے ہوں گے' نہ مخالفت کی تاب ہے نہ دیر لگانے کی طاقت' اس سخت ہولناکی کے سخت دن کو دیکھ

کر کافر چیخ اٹھیں گے کہ یہ تو بڑا بھاری اور بے حد سخت دن ہے۔

دیرینہ انداز کفر: ☆☆ (آیت: ۹-۱۱) یعنی اے نبی ﷺ! آپ کی اس امت سے پہلے امت نوح نے بھی اپنے نبی کی جو ہمارے بندے حضرت نوحؑ تھے تکذیب کی اسے مجنون کہا اور ہر طرح ڈانٹا ڈپٹا اور دھمکایا' صاف کہہ دیا تھا کہ اے نوح! اگر تم باز نہ رہے تو ہم تجھے پتھروں سے مار ڈالیں گے' ہمارے بندے اور رسول حضرت نوحؑ نے ہمیں پکارا کہ پروردگار میں ان کے مقابلہ میں محض ناتواں اور ضعیف ہوں' میں کسی طرح نہ اپنی ہستی کو سنبھال سکتا ہوں نہ تیرے دین کی حفاظت کر سکتا ہوں' تو ہی میری مدد فرما اور مجھے غلبہ دے' ان کی یہ دعا قبول ہوتی ہے اور ان کی کافر قوم پر مشہور طوفان نوح بھیجا جاتا ہے۔

وَّفَجَّرْنَا الْاَرْضَ عُيُوْنًا فَالْتَقَى الْمَآءُ عَلٰٓى اَمْرٍ قَدْ قُدِرَ ﴿۱۲﴾ وَحَمَلْنٰهُ عَلٰى ذَاتِ اَلْوَاحٍ وَّدُسُرٍ ﴿۱۳﴾ تَجْرِيْ بِاَعْيُنِنَا ۚ جَزَآءً لِّمَنْ كَانَ كُفِرَ ﴿۱۴﴾ وَلَقَدْ تَّرَكْنٰهَآ اٰيَةً فَهَلْ مِنْ مُّدَّكِرٍ ﴿۱۵﴾ فَكَيْفَ كَانَ عَذَابِيْ وَنُذُرِ ﴿۱۶﴾ وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْاٰنَ لِلذِّكْرِ فَهَلْ مِنْ مُّدَّكِرٍ ﴿۱۷﴾

پس اس کام پر جو مقدر کیا گیا تھا پانی خوب جمع ہو گیا ○ اور ہم نے اسے تختوں اور کیلوں والی کشتی پر سوار کیا ○ جو ہماری آنکھوں کے سامنے چل رہی تھی' بدلہ ہے اس کی طرف سے جس کا کفر کیا گیا تھا ○ اور بیشک ہم نے اس واقعہ کو نشان بنا کر باقی رکھا پس کوئی ہے نصیحت کا حاصل کرنے والا؟ ○ بتاؤ میرا عذاب اور میری ڈرانے والی باتیں کیسی ہیں ○ بیشک ہم نے قرآن کو سمجھنے کے لئے آسان کر دیا ہے پس کیا کوئی نصیحت ماننے والا ہے؟ ○

طوفان نوح: ☆☆ (آیت: ۱۲-۱۷) موسلا دھار بارش کے دروازے آسمان سے اور ابلتے ہوئے پانی کے چشمے زمین سے کھول دیئے جاتے ہیں یہاں تک کہ جو پانی کی جگہ نہ تھی مثلاً تنور وغیرہ وہاں سے زمین پانی اگل دیتی ہے' ہر طرف پانی بھر جاتا ہے' نہ آسمان سے برسنا موقوف ہوتا ہے نہ زمین سے ابلنا تھمتا ہے' پس امر مقدر تک پہنچ جاتا ہے۔ ہمیشہ پانی ابر سے برستا ہے لیکن اس وقت آسمان سے پانی کے دروازے کھول دیئے گئے تھے اور عذاب خدا پانی کی شکل میں برس رہا تھا' نہ اس سے پہلے کبھی اتنا پانی برسا نہ اس کے بعد کبھی ایسا برسے' ادھر سے آسمان کی یہ رنگت ادھر سے زمین کو حکم کہ پانی اگل دے' پس ریل پیل ہو گئی۔ حضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ آسمان کے دہانے کھول دیئے گئے اور ان میں سے براہ راست پانی برسا۔ اس طوفان سے ہم نے اپنے بندے کو بچا لیا' انہیں کشتی پر سوار کر لیا جو تختوں میں کیلیں لگا کر بنائی گئی تھی۔ دسر کے معنی کشتی کے دائیں بائیں کا حصہ اور ابتدائی حصہ جس پر موج تھپیڑے مارتی ہے اور اس کے جوڑے اور اس کی اصل کے بھی کئے گئے ہیں' وہ ہمارے حکم سے ہماری آنکھوں کے سامنے ہماری حفاظت میں چل رہی تھی اور صحیح وسالم آر پار جا رہی تھی۔ حضرت نوحؑ کی مدد میں کفار سے یہ انتقام تھا' ہم نے اسے نشانی بنا کر چھوڑا یعنی اس کشتی کو بطور عبرت کے باقی رکھا۔

حضرت قتادہؒ فرماتے ہیں اس امت کے اوائل لوگوں نے بھی اسے دیکھا ہے لیکن ظاہر معنی یہ ہیں کہ اس کشتی کے نمونے پر اور کشتیاں ہم نے بطور نشان کے دنیا میں قائم رکھیں۔ جیسے اور آیت میں ہے وَاٰيَةٌ لَّهُمْ اَنَّا حَمَلْنَا ذُرِّيَّتَهُمْ فِي الْفُلْكِ الْمَشْحُوْنِ وَخَلَقْنَا لَهُمْ مِّنْ مِّثْلِهٖ مَا يَرْكَبُوْنَ یعنی ان کے لئے نشانی ہے کہ ہم نے نسل آدم کو بھری ہوئی کشتی میں سوار کرایا اور کشتی کے مانند اور بھی

ایسی سواریاں دیں جن پر وہ سوار ہوں - ایک اور جگہ ہے اِنَّا لَمَّا طَغَی الْمَآءُ الخ یعنی جب پانی نے طغیانی کی ہم نے تمہیں کشتی میں لے لیا تا کہ تمہارے لئے نصیحت وعبرت ہو اور یاد رکھنے والے کان اسے محفوظ رکھ سکیں' پس کوئی ہے جو ذکر و وعظ حاصل کرے؟ حضرت ابن مسعودؓ فرماتے ہیں مجھے رسول اللہ ﷺ نے مُدَّکِرٍ پڑھایا ہے' خود حضورؐ سے بھی اس لفظ کی قرأت اسی طرح مروی - حضرت اسودؒ سے سوال ہوتا ہے کہ یہ لفظ دال سے ہے یا ذال سے؟ فرمایا میں نے عبداللہؓ سے دال کے ساتھ سنا ہے اور وہ فرماتے تھے میں نے رسول اللہ ﷺ سے دال کے ساتھ سنا ہے- پھر فرماتا ہے میرا عذاب میرے ساتھ کفر کرنے اور میرے رسولوں کو جھوٹا کہنے اور میری نصیحت سے عبرت نہ حاصل کرنے والوں پر کیسا ہوا؟ میں نے کس طرح اپنے رسولوں کے دشمنوں سے بدلہ لیا اور کس طرح ان دشمنان دین حق کو تہس نہس کر دیا - ہم نے قرآن کریم کے الفاظ اور معانی کو ہر اس شخص کے لئے آسان کر دیا جو اس سے نصیحت حاصل کرنے کا ارادہ رکھے-

جیسے فرمایا کِتٰبٌ اَنْزَلْنٰهُ اِلَيْكَ مُبٰرَكٌ ہم نے تیری طرف یہ مبارک کتاب نازل فرمائی ہے تا کہ لوگ اس کی آیتوں میں تدبر کریں اور اس لئے کہ عقلمند لوگ یاد رکھ لیں - اور جگہ ہے فَاِنَّمَا یَسَّرْنٰهُ بِلِسَانِكَ الخ یعنی ہم نے اسے تیری زبان پر اس لئے آسان کیا ہے کہ تو پرہیزگار لوگوں کو خوشی سنا دے اور جھگڑالو لوگوں کو ڈرا دے' حضرت مجاہدؒ فرماتے ہیں اس کی قرأت اور تلاوت اللہ تعالیٰ نے آسان کر دی ہے' حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں اگر اللہ تعالیٰ اس میں آسانی نہ رکھ دیتا تو مخلوق کی طاقت نہ تھی کہ اللہ عزوجل کے کلام کو پڑھ سکے- میں کہتا ہوں انہی آسانیوں میں سے ایک آسانی وہ ہے جو پہلے حدیث میں گذر چکی کہ یہ قرآن سات قراتوں پر نازل کیا گیا ہے' اس حدیث کے تمام طرق و الفاظ ہم نے پہلے جمع کر دیئے ہیں - اب دوبارہ یہاں وارد کرنے کی ضرورت نہیں - پس اس قرآن کو بہت ہی سادہ کر دیا ہے' کوئی طالب علم جو اس الٰہی علم کو حاصل کرے اس کے لئے بالکل آسان ہے-

كَذَّبَتْ عَادٌ فَكَيْفَ كَانَ عَذَابِىْ وَنُذُرِ ﴿۱۸﴾ اِنَّآ اَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ رِيْحًا صَرْصَرًا فِىْ يَوْمِ نَحْسٍ مُّسْتَمِرٍّ ﴿۱۹﴾ تَنْزِعُ النَّاسَ كَاَنَّهُمْ اَعْجَازُ نَخْلٍ مُّنْقَعِرٍ ﴿۲۰﴾ فَكَيْفَ كَانَ عَذَابِىْ وَنُذُرِ ﴿۲۱﴾ وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْاٰنَ لِلذِّكْرِ فَهَلْ مِنْ مُّدَّكِرٍ ﴿۲۲﴾ ع ۶

قوم عاد نے بھی جھٹلایا پس کیسا ہوا میرا عذاب اور میری ڈرانے والی باتیں ○ ہم نے ان پر تیز و تند جاری ہوا بے برکتے دن میں بھیج دی ○ جو لوگوں کو اٹھا اٹھا کر دے پٹختی تھی گویا کہ وہ جڑ سے کٹے ہوئے درخت کھجور کے تنے ہیں ○ پس کیسی رہی میری سزا اور میرا ڈرانا؟ ○ یقیناً ہم نے قرآن کو نصیحت کے لئے آسان کر دیا ہے پس کیا ہے کوئی سوچنے والا؟ ○

کفار کی بدترین روایات: ☆☆ (آیت: ۱۸-۲۲) اللہ تعالیٰ خبر دیتا ہے کہ قوم ہود نے بھی اللہ کے رسولوں کو جھوٹا کہا اور بالکل قوم نوح کی طرح سرکشی پر اتر آئے' تو ان پر سخت ٹھنڈی مہلک ہوا بھیجی گئی' وہ دن ان کے لئے سراسر منحوس تھا' برابر ان پر ہوائیں چلتی رہیں اور انہیں تہ و بالا کرتی رہیں' دنیوی اور اخروی عذاب میں گرفتار کر لئے گئے' ہوا کا جھونکا آتا ان میں سے کسی کو اٹھا کر لے جاتا' یہاں تک کہ زمین والوں کی حد نظر سے وہ بالا ہو جاتا پھر اسے زمین پر اوندھے منہ پھینک دیتا' سر کچل جاتا' بھیجا نکل پڑتا' سر الگ دھڑ الگ' ایسا معلوم ہوتا گویا کھجور کے درخت کے بن سرے ٹنڈ ہیں' دیکھو میرا عذاب کیسا ہوا؟ میں نے تو اس قرآن کو آسان کر دیا جو چاہے نصیحت و عبرت حاصل کر لے-

كَذَّبَتْ ثَمُودُ بِالنُّذُرِ ﴿۲۳﴾ فَقَالُوْٓا اَبَشَرًا مِّنَّا وَاحِدًا نَّتَّبِعُهٗٓ
اِنَّآ اِذًا لَّفِيْ ضَلٰلٍ وَّسُعُرٍ ﴿۲۴﴾ ءَاُلْقِيَ الذِّكْرُ عَلَيْهِ مِنْۢ بَيْنِنَا
بَلْ هُوَ كَذَّابٌ اَشِرٌ ﴿۲۵﴾ سَيَعْلَمُوْنَ غَدًا مَّنِ الْكَذَّابُ
الْاَشِرُ ﴿۲۶﴾ اِنَّا مُرْسِلُوا النَّاقَةِ فِتْنَةً لَّهُمْ فَارْتَقِبْهُمْ وَاصْطَبِرْ ﴿۲۷﴾
وَنَبِّئْهُمْ اَنَّ الْمَآءَ قِسْمَةٌۢ بَيْنَهُمْ كُلُّ شِرْبٍ مُّحْتَضَرٌ ﴿۲۸﴾
فَنَادَوْا صَاحِبَهُمْ فَتَعَاطٰى فَعَقَرَ ﴿۲۹﴾ فَكَيْفَ كَانَ عَذَابِيْ
وَنُذُرِ ﴿۳۰﴾ اِنَّآ اَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ صَيْحَةً وَّاحِدَةً فَكَانُوْا كَهَشِيْمِ
الْمُحْتَظِرِ ﴿۳۱﴾ وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْاٰنَ لِلذِّكْرِ فَهَلْ مِنْ مُّدَّكِرٍ ﴿۳۲﴾

قوم ثمود نے ڈرانے والوں کو جھوٹا سمجھا ○ اور کہنے لگے کیا ہم ہی میں سے ایک شخص کی ہم فرمانبرداری کرنے لگیں؟ ○ تب تو ہم یقیناً غلطی اور دیوانگی میں پڑے ہوئے ہوں گے ○ کیا ہمارے سب کے درمیان صرف اسی پر وحی اتاری گئی؟ ○ نہیں بلکہ وہ جھوٹا شیخی خورہ ہے اب سب جان لیں گے کل کو کہ کون جھوٹا اور خود پسند تھا؟ ○ بیشک ہم ان کی آزمائش کے لئے اونٹنی بھیجیں گے پس (اے صالح!) تو ان کا منتظر رہ اور صبر کر ○ ہاں انہیں خبر کر دے کہ پانی ان میں تقسیم شدہ ہے ہر حصہ ہر ایک کو برابر پہنچایا جائے گا ○ انہوں نے اپنے رفیق کو آواز دی اس نے دست درازی کی اور کوچیں کاٹ دیں ○ پس کیونکر ہوا عذاب میرا اور ڈرانا میرا ○ ہم نے ان پر ایک نعرہ بھیجا پس ایسے ہو گئے جیسے کانٹوں کی اوندھی ہوئی باڑ ○ ہم نے نصیحت کے لئے قرآن کو آسان کر دیا ہے پس کیا ہے کوئی جو نصیحت پکڑے ○

فریب نظر کے شکار لوگ: ☆☆ (آیت: ۲۳-۳۲) ثمودیوں نے رسول خدا حضرت صالح علیہ السلام کو جھٹلایا اور تعجب کے طور پر محال سمجھ کر کہنے لگے کہ یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ ہم ہمیں میں سے ایک شخص کے تابعدار بن جائیں؟ آخر اس کی اتنی بڑی فضیلت کی کیا وجہ؟ پھر اس سے آگے بڑھے اور کہنے لگے ہم نہیں مان سکتے کہ ہم سب میں سے صرف اسی ایک پر خدا کی باتیں ڈالی جائیں' پھر اس سے بھی قدم بڑھایا اور نبی اللہ کو کھلے لفظوں میں جھوٹا اور پرلے سرے کا جھوٹا کہا - بطور ڈانٹ کے اللہ فرماتا ہے اب تو جو چاہو کہہ لو لیکن کل کھل جائے گا کہ دراصل جھوٹا اور جھوٹ میں حد سے بڑھ جانے والا کون تھا؟ ان کی آزمائش کے لئے فتنہ بنا کر ہم ایک اونٹنی بھیجنے والے ہیں چنانچہ ان لوگوں کی طلب کے موافق پتھر کی ایک سخت چٹان میں سے ایک چکلے چوڑے اعضاء والی گابھن اونٹنی نکلی اور اللہ تعالیٰ نے اپنے نبیؑ سے فرمایا کہ تم اب دیکھتے رہو کہ ان کا انجام کیا ہوتا ہے اور ان کی ایذا پر صبر کرو' دنیا اور آخرت میں انجام کار غلبہ آپ ہی کا رہے گا اب ان سے کہہ دیجئے کہ پانی پر ایک دن تو ان کا اختیار ہوگا اور ایک دن اس اونٹنی کا - جیسے اور آیت میں ہے لَهَا شِرْبٌ وَّلَكُمْ شِرْبُ يَوْمٍ مَّعْلُوْمٍ ہر باری موجود کی گئی ہے یعنی جب اونٹنی نہ ہو تو پانی موجود ہے اور جب اونٹنی ہو تو اس کا دودھ حاضر ہے' انہوں نے مل جل کر اپنے رفیق قدار بن سالف کو آواز دی اور یہ بڑا ہی بد بخت تھا - جیسے اور آیت میں ہے اِذِ انْبَعَثَ اَشْقٰهَا ان کا بدترین آدمی اٹھا' اس نے آ کر اسے پکڑا اور زخمی کیا - پھر تو ان کے کفر و تکذیب کا میں نے بھی پورا بدلہ لیا اور جس طرح کھیتی کے کٹے ہوئے سوکھے پتے اڑ اڑ کر کافور ہو جاتے ہیں انہیں بھی ہم نے بے نام و نشان کر دیا' خشک چارہ جس طرح جنگل میں اڑتا پھرتا ہے اسی طرح انہیں بھی برباد کر دیا - یا یہ مطلب ہے کہ عرب میں دستور تھا کہ اونٹوں کو خشک

کانٹوں دار باڑے میں رکھ لیا کرتے تھے۔ جب اس باڑھ کو روند دیا جائے اس وقت اس کی جیسی حالت ہو جاتی ہے وہی حالت ان کی ہوگئی کہ ایک بھی نہ بچا نہ بچ سکا۔ جیسے مٹی دیوار سے جھڑ جاتی ہے اسی طرح ان کے بھی پرزے اکھڑ گئے۔ یہ سب اقوال مفسرین کے اس جملہ کی تفسیریں ہیں لیکن اول قوی ہے' واللہ اعلم۔

كَذَّبَتْ قَوْمُ لُوطٍ بِالنُّذُرِ ﴿٣٣﴾ إِنَّا أَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ حَاصِبًا إِلَّا آلَ لُوطٍ نَجَّيْنَاهُمْ بِسَحَرٍ ﴿٣٤﴾ نِعْمَةً مِنْ عِنْدِنَا كَذَلِكَ نَجْزِي مَنْ شَكَرَ ﴿٣٥﴾ وَلَقَدْ أَنْذَرَهُمْ بَطْشَتَنَا فَتَمَارَوْا بِالنُّذُرِ ﴿٣٦﴾ وَلَقَدْ رَاوَدُوهُ عَنْ ضَيْفِهِ فَطَمَسْنَا أَعْيُنَهُمْ فَذُوقُوا عَذَابِي وَنُذُرِ ﴿٣٧﴾ وَلَقَدْ صَبَّحَهُمْ بُكْرَةً عَذَابٌ مُسْتَقِرٌّ ﴿٣٨﴾ فَذُوقُوا عَذَابِي وَنُذُرِ ﴿٣٩﴾ وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْآنَ لِلذِّكْرِ فَهَلْ مِنْ مُدَّكِرٍ ﴿٤٠﴾ ع ۱۸

قوم لوط نے بھی ڈرانے والوں کی تکذیب کی ○ بیشک ہم نے ان پر پتھر برسانے والی ہوا بھیجی سوا لوط کے گھر والوں کے' انہیں ہم نے سحر کے وقت اپنے احسان سے نجات دے دی ○ ہر شکر گذار کو ہم اسی طرح نجات دیتے ہیں ○ یقیناً لوط نے انہیں ہماری پکڑ سے ڈرایا تھا انہوں نے ڈرانے والوں میں شک شبہ اور جھگڑا کیا ○ اور لوط کو بہلا کر ان کے مہمانوں سے غافل کرنا چاہا پس ہم نے ان کی آنکھیں اندھی کر دیں (اور کہہ دیا) کہ میرا عذاب اور میرا ڈرانا چکھو ○ اور یقینی بات ہے کہ انہیں صبح سویرے ہی ایک جگہ پکڑنے والے مقرر عذاب نے غارت کر دیا ○ میرے عذاب اور میرے ڈراوے کا مزہ چکھو ○ یقیناً ہم نے قرآن کو پند و وعظ کے لئے آسان کر دیا ہے پس کیا کوئی ہے سوچنے والا؟ ○

ہم جنس پرستوں کی ہلاکت و بربادی: ☆☆ (آیت: ۳۳-۴۰) لوطیوں کا واقعہ بیان ہو رہا ہے کہ کس طرح انہوں نے اپنے رسولوں کا انکار کیا اور ان کی مخالفت کر کے کس مکروہ کام کو کیا جسے ان سے پہلے کسی نے نہ کیا تھا یعنی اغلام بازی' اسی لئے ان کی ہلاکت کی صورت بھی ایسی ہی انوکھی ہوئی۔ اللہ تعالیٰ کے حکم سے حضرت جبرئیل علیہ السلام نے ان کی بستیوں کو اٹھا کر آسمان کے قریب پہنچا کر اوندھی مار دیں اور ان پر آسمان سے ان کے نام کے پتھر برسائے' مگر لوط کے ماننے والوں کو سحر کے وقت یعنی رات کی آخری گھڑی میں بچا لیا' انہیں حکم دیا گیا کہ تم اس بستی سے چلے جاؤ۔ حضرت لوط علیہ السلام پر ان کی قوم میں سے کوئی بھی ایمان نہ لایا تھا یہاں تک کہ خود حضرت لوط علیہ السلام کی بیوی بھی کافرہ ہی تھی۔ قوم میں سے ایک بھی شخص کو ایمان نصیب نہ ہوا۔ پس عذاب الٰہی سے بھی کوئی نہ بچا' آپ کی بیوی بھی قوم کے ساتھ ہی ساتھ ہلاک ہوئی۔ صرف آپ اور آپ کی لڑکیاں اس نحوست سے بچا لئے گئے' شاکروں کو خدا اسی طرح برے اور آڑے وقت میں کام آتا ہے اور انہیں ان کی شکر گذاری کا پھل دیتا ہے۔ عذاب کے آنے سے پہلے ہی حضرت لوط علیہ السلام انہیں آگاہ کر چکے تھے لیکن انہوں نے توجہ تک نہ کی بلکہ شک شبہ اور جھگڑا کیا اور ان کے مہمانوں سے انہیں چکمہ دینا چاہا۔ حضرت جبرئیلؑ' حضرت میکائیلؑ' حضرت اسرافیلؑ وغیرہ فرشتے انسانی صورتوں میں حضرت لوطؑ کے گھر مہمان بن کر آئے تھے' نہایت خوبصورت چہرے' پیاری پیاری شکلیں اور عنفوان شباب کی عمر۔ ادھر یہ رات کے وقت حضرت لوطؑ کے گھر اترے' ان کی بیوی نے جو کافرہ تھی قوم کو اطلاع دی کہ آج لوط کے ہاں مہمان آئے ہیں۔ ان لوگوں کو

اغلام کی بدعادت تو تھی ہی' دوڑ بھاگ کر حضرت لوط علیہ السلام کے مکان کو گھیر لیا حضرت لوطؑ نے دروازے بند کر لئے۔ انہوں نے ترکیبیں شروع کیں کہ کسی طرح مہمان ہاتھ لگیں' جس وقت یہ سب کچھ ہو رہا تھا شام کا وقت تھا۔ حضرت لوطؑ انہیں سمجھا رہے تھے ان سے کہہ رہے تھے کہ یہ میری بیٹیاں یعنی تمہاری جوروئیں موجود ہیں تم اس بدفعلی کو چھوڑو اور حلال چیز سے فائدہ اٹھاؤ لیکن ان سرکشوں کا جواب تھا کہ آپ کو معلوم ہے کہ ہمیں عورتوں کی چاہت نہیں' ہمارا جو ارادہ ہے وہ آپ سے مخفی نہیں' تم ہمیں اپنے مہمان سونپ دو۔ جب اسی بحث مباحثہ میں بہت وقت گذر چکا اور وہ لوگ مقابلہ پر تل گئے اور حضرت لوطؑ بے حد زچ آ گئے اور بہت ہی تنگ ہوئے تب حضرت جبرئیل علیہ السلام باہر نکلے اور اپنا پر ان کی آنکھوں پر پھیرا' سب اندھے بن گئے' آنکھیں بالکل جاتی رہیں' اب تو حضرت لوطؑ کو برا کہتے ہوئے اور دیواریں ٹٹولتے ہوئے صبح کا وعدہ دے کر پچھلے پاؤں واپس ہوئے' لیکن صبح کے وقت ہی ان پر عذاب خدا آ گیا' جس میں سے نہ بھاگ سکے نہ اس سے پیچھا چھوڑا سکے' عذاب کے مزے اور ڈراوے کی طرف دھیان نہ کرنے کا وبال انہوں نے چکھ لیا۔ یہ قرآن تو بہت ہی آسان ہے جو چاہے نصیحت حاصل کر سکتا ہے' کوئی ہے بھی جو اس سے پند و وعظ حاصل کر لے؟

وَلَقَدْ جَآءَ اٰلَ فِرْعَوْنَ النُّذُرُ ﴿۴۱﴾ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا كُلِّهَا فَاَخَذْنٰهُمْ اَخْذَ عَزِيْزٍ مُّقْتَدِرٍ ﴿۴۲﴾ اَكُفَّارُكُمْ خَيْرٌ مِّنْ اُولٰٓئِكُمْ اَمْ لَكُمْ بَرَآءَةٌ فِي الزُّبُرِ ﴿۴۳﴾ اَمْ يَقُوْلُوْنَ نَحْنُ جَمِيْعٌ مُّنْتَصِرٌ ﴿۴۴﴾ سَيُهْزَمُ الْجَمْعُ وَيُوَلُّوْنَ الدُّبُرَ ﴿۴۵﴾ بَلِ السَّاعَةُ مَوْعِدُهُمْ وَالسَّاعَةُ اَدْهٰى وَاَمَرُّ ﴿۴۶﴾

یعنی فرعونیوں کے پاس بھی ڈرانے والے آئے ○ انہوں نے ہماری تمام نشانیاں جھٹلائیں پس ہم نے انہیں بڑی غالب قوی پکڑ میں پکڑ لیا ○ اے قریشیو! کیا تمہارے کافر ان کافروں سے کچھ بہتر ہیں؟ یا تمہارے لئے اگلی کتابوں میں چھٹکارا لکھا ہوا ہے؟ ○ یا یہ کہتے ہیں کہ ہم بدلہ لینے والی جماعت ہیں ○ عنقریب یہ جماعت شکست دی جائے گی اور پیٹھ دے کر بھاگے گی ○ بلکہ قیامت کی گھڑی ان کے وعدے کا وقت ہے اور قیامت بڑی آفت اور سخت کڑوی چیز ہے ○

سچائی کے دلائل سے اعراض کرنے والی اقوام: ☆☆ (آیت: ۴۱-۴۶) فرعون اور اس کی قوم کا قصہ بیان ہو رہا ہے کہ ان کے پاس اللہ کے رسول حضرت موسیٰ اور حضرت ہارون علیہما السلام بشارت اور ڈراوے لے کر آتے ہیں' بڑے بڑے معجزے اور زبردست نشانیاں خدا کی طرف سے انہیں دی جاتی ہیں جو ان کی نبوت کی حقانیت پر پوری پوری دلیل ہوتی ہیں' لیکن یہ فرعونی ان سب کو جھٹلاتے ہیں' جس کے شوق میں ان پر عذاب خدا نازل ہوتے ہیں اور بالکل ہی بھس اڑا دیا جاتا ہے۔

پھر فرماتا ہے اے مشرکین قریش! اب بتلاؤ تم ان سے کچھ بہتر ہو؟ جب وہ تم سے بڑی جماعت والے زیادہ قوت والے ہو کر ہمارے عذابوں سے نہ بچ سکے تو بھلا تم کیا چیز ہو؟ کیا تم یہ سمجھتے ہو کہ تمہارے لئے خدائی کتابوں میں کوئی چھٹکارا کہا ہوا ہے کہ ان کے کفر پر انہیں تو عذاب کیا جائے لیکن تم کفر کئے جاؤ اور تمہیں کوئی سزا نہ دی جائے گی؟ پھر فرماتا ہے کیا ان کا یہ خیال ہے کہ ہم ایک جماعت کی جماعت ہیں' آپس میں ایک دوسرے کی مدد کرتے رہیں گے اور ہمیں کوئی برائی ہماری کثرت اور جماعت کی وجہ سے نہیں پہنچے گی؟ اگر یہ خیال ہو تو انہیں یقین کر لینا چاہئے کہ ان کی یہ یکجہتی توڑ دی جائے گی' ان کی جماعت کا چورا کر دیا جائے گا' انہیں ہزیمت دی جائے گی اور یہ پیٹھ دکھا کر بھاگتے پھریں گے۔ صحیح بخاری شریف میں ہے کہ بدر والے دن اپنے خیمے رسول اللہ ﷺ اپنی دعائیں فرما رہے تھے اے اللہ! میں تجھے عہد و

پیمان یاد دلاتا ہوں' اے اللہ اگر تیری چاہت یہی ہے کہ آج کے دن کے بعد سے تیری عبادت وحدانیت کے ساتھ زمین پر کی ہی نہ جائے' بس اتنا ہی کہا تھا کہ حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آپ کا ہاتھ پکڑ لیا اور کہا یا رسول اللہ! بس کیجئے آپ نے بہت فریاد کر لی۔ اب آپ اپنے خیمے سے باہر آئے اور زبان پر یہ دونوں آیتیں سَيُهْزَمُ الخ' جاری تھیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں اس آیت کے اترنے کے وقت میں سوچ رہا تھا کہ اس سے مراد کون سی جماعت ہو گی؟ جب بدر والے دن میں نے حضور کو دیکھا کہ زرہ پہنے ہوئے اپنے کیمپ سے باہر تشریف لائے اور یہ آیت پڑھ رہے تھے اس دن میری سمجھ میں اس کی تفسیر آ گئی۔ بخاری میں ہے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں میری چھوٹی سی عمر تھی۔ اپنی ہمجولیوں میں کھیلتی پھرتی تھی اس وقت یہ آیت بَلِ السَّاعَةُ الخ' اتری ہے۔ یہ روایت بخاری میں فضائل القرآن کے موقع پر مطول مروی ہے' مسلم میں یہ حدیث نہیں۔

إِنَّ الْمُجْرِمِينَ فِي ضَلَالٍ وَسُعُرٍ ﴿٤٧﴾ يَوْمَ يُسْحَبُونَ فِي النَّارِ عَلَىٰ وُجُوهِهِمْ ذُوقُوا مَسَّ سَقَرَ ﴿٤٨﴾ إِنَّا كُلَّ شَيْءٍ خَلَقْنَاهُ بِقَدَرٍ ﴿٤٩﴾ وَمَا أَمْرُنَا إِلَّا وَاحِدَةٌ كَلَمْحٍ بِالْبَصَرِ ﴿٥٠﴾

بیشک گنہگار گمراہی میں اور عذاب میں ہیں ○ جس دن وہ اپنے منہ کے بل آگ میں گھسیٹے جائیں گے' دوزخ کی آگ لگنے کے مزے چکھو ○ بیشک ہم نے ہر چیز کو ایک مقررہ انداز سے پر پیدا کیا ہے ○ اور ہمارا حکم صرف ایک دفعہ کا ایک کلمہ ہی ہوتا ہے جیسے آنکھ کا جھپکنا ○

شکوک وشبہات کے مریض لوگ: ☆☆ (آیت: ۴۷-۵۰) بدکار لوگ گمراہ ہو چکے ہیں' راہ حق سے بھٹک چکے ہیں اور شکوک و اضطراب کے خیالات میں ہیں۔ یہ بدکار لوگ خواہ کفار ہوں خواہ اور فرقوں کے بدعتی ہوں' ان کا یہ فعل انہیں اوندھے منہ جہنم کی طرف گھسیٹوائے گا اور جس طرح یہاں غافل ہیں وہاں اس وقت بھی بے خبر ہوں گے کہ نہ معلوم کس طرف لئے جاتے ہیں۔ اس وقت انہیں ڈانٹ ڈپٹ کے ساتھ کہا جائے گا کہ اب آتش دوزخ کے لگنے کا مزہ چکھو' ہم نے ہر چیز کو طے شدہ منصوبہ سے پیدا کیا ہے۔ جیسے اور آیت میں ہے ہر چیز کو ہم نے پیدا کیا پھر اس کا مقدر مقرر کیا۔ اور جگہ فرمایا اپنے رب کی جو بلند و بالا ہے پاکی بیان کر جس نے پیدا کیا اور درست کیا اور اندازہ کیا اور راہ دکھائی۔ یعنی تقدیر مقرر کی پھر اس کی طرف رہنمائی کی۔ ائمہ اہل سنت نے اس سے استدلال کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی مخلوق کی تقدیر ان کی پیدائش سے پہلے ہی لکھ دی ہے اور ہر چیز اپنے ظہور سے پہلے خدا کے ہاں لکھی جا چکی ہے۔ فرقہ قدریہ اس کا منکر ہے' یہ لوگ صحابہ کے آخر زمانہ میں ہی نکل چکے تھے۔ اہل سنت ان کے مسلک کے خلاف اس قسم کی آیتوں کو پیش کرتے ہیں اور اس مضمون کی احادیث بھی۔ اس مسئلہ کی مفصل بحث ہم صحیح بخاری کتاب الایمان کی شرح میں لکھ چکے ہیں یہاں صرف وہ حدیثیں لکھتے ہیں جو مضمون آیت کے متعلق ہیں۔ حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں مشرکین قریش رسول اللہ ﷺ سے تقدیر کے بارے میں بحث کرنے لگے اس پر یہ آیتیں اتریں (مسند احمد مسلم وغیرہ) بروایت حضرت عمرو بن شعیب عن ابیہ عن جدہ مروی ہے کہ یہ آیتیں منکرین تقدیر کی تردید میں ہی اتری ہیں (بزار)

ابن ابی حاتم کی روایت میں ہے کہ حضورؐ نے یہ آیت پڑھ کر فرمایا یہ میری امت کے ان لوگوں کے حق میں اتری ہے جو آخر زمانہ میں پیدا ہوں گے اور تقدیر کو جھٹلائیں گے۔ حضرت عطاء بن ابو رباح رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں میں حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس آیا آپ اس وقت چاہ زمزم سے پانی نکال رہے تھے۔ آپ کے کپڑوں کے دامن بھیگے ہوئے تھے' میں نے کہا تقدیر کے بارے میں کلام کیا

گیا ہے لوگ اس مسئلہ میں موافق ومخالف ہو رہے ہیں' آپ نے فرمایا کیا لوگوں نے ایسا کیا؟ میں نے کہا ہاں ایسا ہو رہا ہے تو آپ نے فرمایا اللہ کی قسم یہ آیتیں انہی لوگوں کے بارے میں نازل ہوئی ہیں ذُوْقُوْا مَسَّ سَقَرَ ہ اِنَّا کُلَّ شَیْءٍ خَلَقْنٰهُ بِقَدَرٍ یاد رکھو یہ لوگ اس امت کے بدترین لوگ ہیں' ان کے بیماروں کی تیمارداری نہ کرو' ان کے مردوں کے جنازے نہ پڑھو' ان میں کا اگر کوئی مجھے مل جائے تو میں اپنی ان انگلیوں سے اس کی آنکھیں نکال دوں۔

ایک روایت میں ہے کہ حضرت ابن عباسؓ کے سامنے ذکر آیا کہ آج ایک شخص آیا ہے جو منکر تقدیر ہے' فرمایا اچھا مجھے اس کے پاس لے چلو لوگوں نے کہا آپ نابینا ہیں آپ اس کے پاس چل کر کیا کریں گے؟ فرمایا اللہ کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے اگر میرا بس چلا تو میں اس کی ناک توڑ دوں گا اور اگر اس کی گردن میرے ہاتھ میں آ گئی تو میں مروڑ دوں گا۔ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے آپ فرماتے تھے گویا میں دیکھ رہا ہوں کہ بنوفہر کی عورتیں خزرج کے اردگرد طواف کرتی پھرتی ہیں' ان کے جسم حرکت کرتے ہیں' وہ مشرکہ عورتیں ہیں' اس امت کا پہلا شرک یہی ہے' اس رب کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے اس کی بے سمجھی یہاں تک بڑھے گی کہ اللہ تعالیٰ کو بھلائی کا مقدر کرنے والا بھی نہ مانیں گے جس طرح برائی کا مقدر کرنے والا نہ مانا۔ (مسند احمد) حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ایک دوست شامی تھا جس سے آپ کی خط وکتابت تھی' حضرت عبداللہؓ نے کہیں سن پایا کہ وہ تقدیر کے بارے میں کچھ موشگافیاں کرتا ہے آپ نے جھٹ سے اسے خط لکھا کہ میں نے سنا ہے تو تقدیر کے مسئلہ میں کچھ کلام کرتا ہے' اگر یہ سچ ہے تو بس مجھ سے خط وکتابت کی امید نہ رکھنا' آج سے بند سمجھنا' میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے کہ میری امت میں تقدیر کو جھٹلانے والے لوگ ہوں گے۔ (ابوداؤد)

رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں ہر امت میں مجوس ہوتے ہیں میری امت کے مجوسی وہ لوگ ہیں جو تقدیر کے منکر ہوں' اگر وہ بیمار پڑیں تو ان کی عیادت نہ کرو اور اگر وہ مر جائیں تو ان کے جنازے نہ پڑھو۔ (مسند احمد) اس امت میں مسخ ہوگا یعنی لوگوں کی صورتیں بدل دی جائیں گی یاد رکھو یہ ان میں ہوگا جو تقدیر کو جھٹلائیں اور زندیقیت کریں۔ (ترمذی وغیرہ) رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہر ایک کی تقدیر مقرر کردہ اندازے سے ہے یہاں تک کہ نادانی اور عقل مندی بھی۔ (مسلم) صحیح حدیث میں ہے اللہ سے مدد طلب کر اور عاجز و بیوقوف نہ بن' پھر اگر کوئی نقصان پہنچ جائے تو کہہ دے کہ یہ اللہ تعالیٰ کا مقرر کیا ہوا تھا اور جو خدا نے چاہا کیا' پھر یوں نہ کہہ کہ اگر یوں کرتا تو یوں ہوتا اس لئے کہ اس طرح اگر کہنے سے شیطانی عمل کا دروازہ کھل جاتا ہے۔

حضورؐ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا کہ جان رکھ اگر تمام امت جمع ہو کر تجھے وہ نفع پہنچانا چاہے جو اللہ نے تیری قسمت میں نہیں لکھا' تو نہیں پہنچا سکتی اور اگر سب اتفاق کر کے تجھے کوئی نقصان پہنچانا چاہیں اور تیری تقدیر میں وہ نہ ہو تو نہیں پہنچا سکتے' قلمیں خشک ہو چکیں اور دفتر لپیٹ کر تہہ کر دیئے گئے۔ حضرت ولید بن عبادہ نے اپنے باپ حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بیماری میں جبکہ ان کی حالت بالکل غیر تھی کہا کہ ابا جی! ہمیں کچھ وصیت کر جایئے آپ نے فرمایا اچھا مجھے بٹھا دو جب لوگوں نے آپ کو بٹھا دیا تو آپ نے فرمایا اے میرے پیارے بچے! ایمان کا لطف تجھے حاصل نہیں ہو سکتا اور اللہ تعالیٰ کے متعلق جو علم تجھے ہے اس کی تہہ تک تو نہیں پہنچ سکتا جب تک تیرا ایمان تقدیر کی بھلائی برائی پر نہ ہو' میں نے پوچھا ابا جی میں کیسے معلوم کر سکتا ہوں کہ میرا ایمان تقدیر کے خیر وشر پر ہے؟ فرمایا اس طرح کہ تجھے یقین ہو کہ جو تجھے نہیں ملا وہ ملنے والا ہی نہیں اور جو تجھے پہنچا وہ ٹلنے والا ہی نہ تھا' میرے بچے سنو میں نے رسول خدا حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ سے سنا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے قلم کو پیدا کیا اور اسے فرمایا لکھ' پس وہ اسی وقت چل پڑا اور قیامت تک جو ہونے والا تھا سب لکھ ڈالا۔ اے بیٹے! اگر تو انتقال کے وقت تک اس عقیدے پر نہ رہے تو تو جہنم میں داخل ہوگا۔ ترمذی میں یہ حدیث ہے اور امام ترمذی

رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں حسن صحیح غریب ہے۔

رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں تم میں سے کوئی شخص ایمان دار نہیں ہوسکتا جب تک کہ چار باتوں پر اس کا ایمان نہ ہو' شہادت دے کہ معبود برحق صرف اللہ تعالیٰ ہی ہے اور میں اللہ کا رسولؐ ہوں جسے اس نے حق کے ساتھ بھیجا ہے اور مرنے کے بعد جینے پر ایمان رکھے اور تقدیر کی بھلائی برائی منجانب اللہ ہونے کو مانے۔ (ترمذی وغیرہ) صحیح مسلم میں ہے اللہ تعالیٰ نے آسمان وزمین کی پیدائش کے پچاس ہزار برس پہلے مخلوقات کی تقدیر لکھی جبکہ اس کا عرش پانی پر تھا' امام ترمذی اسے حسن صحیح غریب کہتے ہیں۔ پھر پروردگار عالم اپنی چاہت اور احکام کے بے روک ٹوک جاری اور پورا ہونے کو بیان فرماتا ہے کہ جس طرح جو کچھ میں نے مقدر کیا ہے وہ وہی ہوتا ہے' ٹھیک اسی طرح جس کام کا میں ارادہ کروں صرف ایک دفعہ کہہ دینا کافی ہوتا ہے دوبارہ تاکیداً حکم دینے کی ضرورت نہیں ہوتی' ایک آنکھ جھپکنے کے برابر وہ کام میری حسب چاہت ہو جاتا ہے' عرب شاعر نے کیا ہی اچھا کہا ہے۔

اِذَا مَآ اَرَادَ اللّٰہُ اَمْرًا فَاِنَّمَا يَقُوْلُ لَہٗ كُنْ قَوْلَۃً فَيَكُوْنُ

یعنی ''اللہ تعالیٰ جب کبھی جس کسی کام کا ارادہ کرتا ہے صرف فرما دیتا ہے کہ ہو جا' وہ اسی وقت ہو جاتا ہے''۔

وَلَقَدْ اَهْلَكْنَآ اَشْيَاعَكُمْ فَهَلْ مِنْ مُّدَّكِرٍ ﴿۵۱﴾ وَكُلُّ شَيْءٍ فَعَلُوْهُ فِي الزُّبُرِ ﴿۵۲﴾ وَكُلُّ صَغِيْرٍ وَّكَبِيْرٍ مُّسْتَطَرٌ ﴿۵۳﴾ اِنَّ الْمُتَّقِيْنَ فِيْ جَنّٰتٍ وَّنَهَرٍ ﴿۵۴﴾ فِيْ مَقْعَدِ صِدْقٍ عِنْدَ مَلِيْكٍ مُّقْتَدِرٍ ﴿۵۵﴾ ع۱۵

جیسے آنکھ کا جھپکنا' ہم نے تم جیسے بہتیروں کو ہلاک کر دیا ہے' پس ہے کوئی نصیحت لینے والا ○ جو کچھ انہوں نے اعمال کئے ہیں سب نامہ اعمال میں لکھے ہوئے ہیں ○ اسی طرح ہر چھوٹی بڑی بات بھی لکھی ہوئی ہے ○ یقیناً ہمارا ڈر رکھنے والے جنتوں اور نہروں میں ہیں ○ قدرت والے بادشاہ کے پاس راستی اور عزت کی بیٹھک میں ○

(آیت:۵۱-۵۵) ہم نے تم جیسوں کو تم سے پہلے ان کی سرکشی کے باعث فنا کے گھاٹ اتار دیا ہے' پھر تم کیوں عبرت حاصل نہیں کرتے؟ ان کے عذاب اور ان کی رسوائی کے واقعات میں کیا تمہارے لئے نصیحت وتذکیر نہیں؟ جیسے اور آیت میں فرمایا وَحِيْلَ بَيْنَهُمْ وَبَيْنَ مَا يَشْتَهُوْنَ كَمَا فُعِلَ بِاَشْيَاعِهِمْ مِّنْ قَبْلُ یعنی ان کے اور ان کی چاہ کے درمیان پردہ ڈال دیا گیا ہے جیسے کہ ہم نے ان جیسے ان سے اگلوں کے ساتھ کیا تھا۔ جو کچھ انہوں نے کیا وہ ان کے نامہ اعمال میں مکتوب ہے' جو خدا کے امین فرشتوں کے ہاتھ میں محفوظ ہے۔ ان کا ہر چھوٹا بڑا عمل جمع شدہ اور لکھا ہوا ہے۔ ایک بھی تو ایسا نہیں رہا جو لکھنے سے رہ گیا ہو۔ حضور ﷺ فرماتے ہیں صغیرہ گناہ کو بھی ہلکا نہ سمجھو' اللہ کی طرف سے اس کا بھی مطالبہ ہونے والا ہے (نسائی اور ابن ماجہ وغیرہ) حضرت سلیمان بن مغیرہ رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں ایک مرتبہ مجھ سے ایک گناہ سرزد ہو گیا جسے میں نے حقیر سمجھا۔ رات کو خواب میں دیکھتا ہوں کہ ایک آنے والا آیا ہے اور مجھ سے کہہ رہا ہے اے سلیمان۔

لَا تَحْقِرَنَّ مِنَ الذُّنُوْبِ صَغِيْرًا اِنَّ الصَّغِيْرَ غَدًا يَّعُوْدُ كَبِيْرًا

اِنَّ الصَّغِيْرَ وَلَوْ تَقَادَمَ عَهْدَہٗ عِنْدَ اللّٰهِ مُسَطَّرٌ تَسْطِيْرًا

فَازْجُرْ هَوَاكَ عِنْدَ الْبِطَالَۃِ لَا تُكُنْ صَعْبَ الْقِيَادِ وَشَمِّرَنْ تَشْمِيْرًا

اِنَّ الْمُحِبَّ اِذَآ اَحَبَّ اِلٰهَهٗ طَارَ الْفُؤَادُ وَاُلْهِمَ التَّفْكِيْرًا
فَاسَاَلْ هِدَايَتَكَ الْاِلٰهَ فَتَتَّئِدْ فَكَفٰى بِرَبِّكَ هَادِيًا وَّ نَصِيْرًا

یعنی ''صغیرہ گناہوں کو بھی حقیر اور ناچیز نہ سمجھ یہ صغیرہ کل کبیرہ ہو جائیں گے' گو گناہ چھوٹے چھوٹے ہوں اور انہیں کئے ہوئے بھی عرصہ گذر چکا ہو اللہ کے پاس وہ صاف صاف لکھے ہوئے موجود ہیں' بدی سے اپنے نفس کو روکے رکھ اور ایسا نہ ہو جا کہ مشکل سے نیکی کی طرف آئے بلکہ اونچا دامن کر کے بھلائی کی طرف لپک - جب کوئی شخص سچے دل سے اللہ کی محبت کرتا ہے تو اس کا دل اڑنے لگتا ہے اور اسے خدا کی جانب سے غور و فکر کی عادت الہام کی جاتی ہے' اپنے رب سے ہدایت طلب کر اور نرمی اور ملائمت کر - ہدایت اور نصرت کرنے والا رب تجھے کافی ہوگا''۔

پھر ارشاد ہوتا ہے کہ ان بدکاروں کے خلاف نیک کار لوگوں کی حالت ہوگی' وہ تو ضلالت و تکلیف میں تھے اور اوندھے منہ جہنم کی طرف گھسیٹے گئے اور سخت ڈانٹ ڈپٹ ہوئی لیکن یہ نیک کار جنتوں میں ہوں گے' بہتے ہوئے خوشگوار صاف شفاف چشموں کے مالک ہوں گے اور عزت و اکرام' رضوان و فضیلت' جود و احسان' فضل و امتنان' نعمت و رحمت' آسائش و راحت کے مکان میں خوش خوش رہیں گے - باری تعالیٰ مالک و قادر کا قرب انہیں نصیب ہوگا جو تمام چیزوں کا خالق ہے' سب کے انداز مقرر کرنے والا ہے' ہر چیز پر قدرت رکھتا ہے' وہ ان پرہیز گار خداترس لوگوں کی ایک ایک خواہش پوری کرے گا' ایک ایک چاہت عطا فرمائے گا - مسند احمد میں رسول مقبول ﷺ فرماتے ہیں عدل و انصاف کرنے والے نیک کردار لوگ اللہ کے پاس نور کے ممبروں پر رحمان کی دائیں جانب ہوں گے خدا کے دونوں ہاتھ داہنے ہی ہیں - یہ عادل لوگ وہ ہیں جو اپنے احکام میں اپنی اہل و عیال میں اور جو چیز ان کے قبضے میں ہو اس میں خدائی فرمان کا خلاف نہیں کرتے بلکہ عدل و انصاف سے ہی کام لیتے ہیں - یہ حدیث صحیح مسلم اور نسائی میں بھی ہے -

الحمدللہ اللہ تعالیٰ کی توفیق سے سورۂ اِقْتَرَبَتْ کی تفسیر بھی ختم ہوئی - اللہ ہمیں نیک توفیق دے اور برائیوں سے بچائے -

تفسیر سورة الرحمن

حضرت زرؒ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے کہا قرآن میں جو لفظ مِنْ مَّآءٍ غَيْرِ اٰسِنٍ ہے یہ اٰسِنٍ لفظ ہے یا یا اسِنٍ تو آپ نے فرمایا گویا تو نے باقی کا سارا قرآن سمجھ لیا ہے؟ اس نے کہا میں مفصل کی تمام سورتوں کو ایک رکعت میں پڑھ لیا کرتا ہوں' آپ نے فرمایا پھر تو جیسے شعر جلدی جلدی پڑھے جاتے ہیں اسی طرح تو قرآن کو بھی جلدی جلدی پڑھتا ہوگا - افسوس مجھے خوب یاد ہے کہ مفصل کی ابتدائی کون کون سی دو برابر والی سورتوں کو آنحضرت ﷺ ملایا کرتے تھے - ابن مسعودؓ کی قرأت میں مفصل کی سب سے پہلی سورت یہی سورۂ الرحمٰن ہے (مسند احمد) حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی ﷺ اپنے اصحاب کے مجمع میں ایک روز تشریف لائے اور سورۂ الرحمٰن کی اول سے آخر تک تلاوت فرمائی' صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین چپ چاپ سنتے رہے - آپ نے فرمایا تم سے تو جنات ہی جواب دینے میں اچھے رہے میں نے جب ان کے سامنے اس سورت کی تلاوت کی تو میں جب کبھی فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ پڑھتا تو وہ کہتے لَا بِشَیْءٍ مِّنْ نِّعَمِكَ رَبَّنَا نُكَذِّبُ فَلَكَ الْحَمْدُ یعنی ''اے ہمارے پروردگار! ہم تیری نعمتوں میں سے کسی نعمت کو نہیں جھٹلاتے' تیرے ہی لئے تمام تعریفیں سزاوار ہیں'' (ترمذی) یہ حدیث غریب ہے اور یہی روایت ابن جریر میں بھی مروی ہے' اس میں ہے کہ یا تو آپ نے یہ سورت پڑھی یا آپ کے سامنے اس کی تلاوت کی گئی' اس وقت صحابہؓ کی خاموشی پر آپ نے یہ فرمایا اور جواب کے الفاظ یہ ہیں لَا بِشَیْءٍ مِّنْ نِّعَمِ رَبِّنَا نُكَذِّبُ -

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اَلرَّحْمٰنُ ۙ﴿۱﴾ عَلَّمَ الْقُرْاٰنَ ؕ﴿۲﴾ خَلَقَ الْاِنْسَانَ ۙ﴿۳﴾ عَلَّمَهُ الْبَيَانَ ﴿۴﴾ اَلشَّمْسُ وَالْقَمَرُ بِحُسْبَانٍ ۙ﴿۵﴾ وَّالنَّجْمُ وَالشَّجَرُ يَسْجُدٰنِ ﴿۶﴾

رحم وکرم والے اللہ کے نام سے شروع O

رحمان O نے قرآن سکھایا O اسی نے انسان کو پیدا کیا O اور اسے بولنا سکھایا O آفتاب اور ماہتاب مقررہ حساب سے ہیں O اور بے تنے کے درخت اور تنے دار درخت دونوں سجدہ کرتے ہیں O

انسان پر اللہ کے احسانات کی ایک جھلک: ☆☆ (آیت:۱-۶) اللہ تعالیٰ اپنی رحمت کاملہ کا بیان فرماتا ہے کہ اس نے اپنے بندوں پر قرآن کریم نازل فرمایا اور اپنے فضل وکرم سے اس کا حفظ کرنا بالکل آسان کر دیا' اسی نے انسان کو پیدا کیا اور اسے بولنا سکھایا- قتادہ وغیرہ کہتے ہیں بیان سے مراد خیر وشر ہے لیکن بولنا ہی مراد لینا یہاں بہت اچھا ہے- حضرت حسنؒ کا قول بھی یہی ہے اور ساتھ ہی تعلیم قرآن کا ذکر ہے- جس سے مراد تلاوت قرآن ہے اور تلاوت موقوف ہے بولنے کی آسانی پر' ہر حرف اپنے مخرج سے بے تکلف زبان ادا کرتی رہتی ہے خواہ حلق سے نکلتا ہو خواہ دونوں ہونٹوں کے ملانے سے' مختلف مخرج اور مختلف قسم کے حروف کی ادائیگی اللہ تعالیٰ نے انسان کو سکھا دی- سورج اور چاند ایک دوسرے کے پیچھے اپنے اپنے مقررہ حساب کے مطابق گردش میں ہیں' نہ ان میں اختلاف ہو نہ اضطراب' نہ یہ آگے بڑھے نہ وہ اس پر غالب آئے' ہر ایک اپنی اپنی جگہ تیرتا پھرتا ہے- اور جگہ فرمایا ہے فَالِقُ الْاِصْبَاحِ الخ اللہ صبح کو نکالنے والا ہے اور اسی نے رات کو تمہارے لئے آرام کا وقت بنایا ہے اور سورج چاند کو حساب پر رکھا ہے' یہ مقررہ اندازہ ہے غالب ودانا خدا کا- حضرت عکرمہؒ فرماتے ہیں تمام انسانوں' جنات' چوپایوں' پرندوں کی آنکھوں کی بصارت ایک ہی شخص کی آنکھوں میں کر دی جائے پھر سورج کے سامنے جو ستر پردے ہیں ان میں سے ایک پردہ ہٹا دیا جائے تو ناممکن ہے کہ یہ شخص بھی اس کی طرف دیکھ سکے باوجودیکہ سورج کا نور اللہ کی کرسی کے نور کا سترواں حصہ ہے اور کرسی کا نور عرش کے نور کا سترواں حصہ ہے اور عرش کے نور کے پردے جو اللہ کے سامنے ہیں اس میں سے ایک پردے کے نور کا سترواں حصہ ہے' پس خیال کر لو کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے جنتی بندوں کی آنکھوں میں کس قدر نور دے رکھا ہوگا کہ وہ اپنے رب تبارک وتعالیٰ کے چہرے کو کھلم کھلا اپنی آنکھوں سے بے روک دیکھیں گے (ابن ابی حاتم) اس پر تو مفسرین کا اتفاق ہے کہ شجر اس درخت کو کہتے ہیں جو تنے والا ہو لیکن نجم کے معنی کئی ایک ہیں' بعض تو کہتے ہیں نجم سے مراد بیلیں ہیں جن کا تنا نہیں ہوتا اور زمین پر پھیلی ہوئی ہوتی ہیں- بعض کہتے ہیں مراد اس سے ستارے ہیں جو آسمان میں ہیں- یہی قول زیادہ ظاہر ہے گو اول قول امام ابن جریرؒ کا اختیار کردہ ہے واللہ اعلم- قرآن کریم کی یہ آیت بھی اس دوسرے قول کی تائید کرتی ہے- فرمان ہے اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ يَسْجُدُ لَهٗ کیا تو نے نہیں دیکھا کہ اللہ کے لئے آسمان زمین کی تمام مخلوقات اور سورج' چاند' ستارے' پہاڑ' درخت' چوپائے' جانور اور اکثر لوگ سجدہ کرتے ہیں-

وَالسَّمَآءَ رَفَعَهَا وَوَضَعَ الْمِيْزَانَ ۙ﴿۷﴾ اَلَّا تَطْغَوْا فِي الْمِيْزَانِ ﴿۸﴾ وَاَقِيْمُوا الْوَزْنَ بِالْقِسْطِ وَلَا تُخْسِرُوا الْمِيْزَانَ ﴿۹﴾ وَالْاَرْضَ وَضَعَهَا لِلْاَنَامِ ۙ﴿۱۰﴾ فِيْهَا فَاكِهَةٌ ۙ وَّالنَّخْلُ ذَاتُ الْاَكْمَامِ ۖ﴿۱۱﴾ وَالْحَبُّ ذُو الْعَصْفِ

وَالرَّيْحَانُ ﴿۱۲﴾ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿۱۳﴾

اسی نے آسمان کو بلند کیا اور اسی نے ترازو رکھی ○ تا کہ تم تولنے میں کمی بیشی نہ کرو ○ انصاف کے ساتھ وزن کو ٹھیک رکھو اور تول میں کم نہ دو ○ اسی نے مخلوق کے لئے زمین بچھادی ○ جس میں میوے ہیں اور خوشے والی کھجور کے درخت ہیں اور اناج ہے ○ بھس والا اور پھول ہیں خوشبودار ○ پس اے انسانو اور جنو! تم اپنے پروردگار کی کس کس نعمت کا انکار کرو گے ○

(آیت: ۷-۱۳) پھر فرماتا ہے آسمان کو اسی نے بلند کیا ہے اور اسی نے میزان رکھی ہے یعنی عدل - جیسے اور آیت میں ہے لَقَدْ اَرْسَلْنَا رُسُلَنَا بِالْبَيِّنَاتِ وَاَنْزَلْنَا مَعَهُمُ الْكِتَابَ وَالْمِيْزَانَ لِيَقُوْمَ النَّاسُ بِالْقِسْطِ یعنی یقیناً ہم نے اپنے رسولوں کو دلیلوں کے ساتھ اور ترازو کے ساتھ بھیجا ہے تا کہ لوگ عدل پر قائم ہو جائیں - یہاں بھی اس کے ساتھ ہی فرمایا تا کہ تم ترازو میں حد سے نہ گذر جاؤ یعنی اس خدا نے آسمان و زمین کو حق اور عدل کے ساتھ پیدا کیا تا کہ تمام چیزیں حق و عدل کے ساتھ ہو جائیں' پس فرماتا ہے جب وزن کرو تو سیدھی ترازو سے عدل وحق کے ساتھ وزن کرو' کمی زیادتی نہ کرو کہ لیتے وقت بڑھتی تول لیا اور دیتے وقت کم دے دیا - اور جگہ ارشاد ہے وَزِنُوْا بِالْقِسْطَاسِ الْمُسْتَقِيْمِ صحت کے ساتھ کھرے پن سے تول کیا کرو' آسمان کو تو اس نے بلند و بالا کیا اور زمین کو اس نے نیچی اور پست کر کے بچھا دیا اور اس میں مضبوط پہاڑ مثل میخ کے گاڑ دیئے تا کہ وہ ہلے جلے نہیں اور اس پر جو مخلوق بستی ہے وہ با آرام رہے - پھر زمین کی مخلوق کو دیکھو ان کی مختلف قسموں' مختلف شکلوں' مختلف رنگوں' مختلف زبانوں' مختلف عادات واطوار پر نظر ڈال کر خدا کی قدرت کاملہ کا اندازہ کرو - ساتھ ہی زمین کی پیداوار کو دیکھو کہ رنگ برنگ کے' کھٹے میٹھے' پھیکے سلونے' طرح طرح کی خوشبوؤں والے میوے پھل فروٹ اور خاصۃً کھجور کے درخت جو نفع دینے والا اور لگنے کے وقت سے خشک ہو جانے تک اور اس کے بعد بھی کھانے کے کام میں آنے والا عام میوہ ہے' اس پر خوشے ہوتے ہیں جنہیں چیر کر یہ باہر آتا ہے پھر گدلا ہو جاتا ہے پھر تر ہو جاتا ہے پھر پک کر ٹھیک ہو جاتا ہے' بہت نافع ہے' ساتھ ہی اس کا درخت بالکل سیدھا اور بے ضرر ہوتا ہے -

ابن ابی حاتم میں ہے کہ قیصر نے امیر المؤمنین حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو لکھا کہ میرے قاصد جو آپ کے پاس سے واپس آئے ہیں وہ کہتے ہیں کہ آپ کے ہاں ایک درخت ہوتا ہے جس کی سی خوصلت کسی اور میں نہیں' وہ جانور کے کان کی طرح زمین سے نکلتا ہے' پھر کھل کر موتی کی طرح ہو جاتا ہے' پھر سبز ہو کر زمرد کی طرح ہو جاتا ہے' پھر سرخ ہو کر یاقوت جیسا بن جاتا ہے' پھر پکتا ہے اور تیار ہو کر بہترین فالودے کے مزے کا ہو جاتا ہے' پھر خشک ہو کر مقیم لوگوں کے بچاؤ کی اور مسافروں کے توشے بھتے کی چیز بن جاتا ہے پس اگر میرے قاصد کی یہ روایت صحیح ہے تو میرے خیال سے تو یہ درخت جنتی درخت ہے - اس کے جواب میں شاہ اسلام حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے لکھا کہ یہ خط ہے خدا کے غلام مسلمانوں کے بادشاہ عمر کی طرف سے شاہ روم قیصر کے نام' آپ کے قاصدوں نے جو خبر آپ کو دی ہے وہ سچ ہے' اس قسم کے درخت ملک عرب میں بکثرت ہیں' یہی وہ درخت ہے جسے اللہ تعالیٰ نے مریم علیہا السلام کے پاس اگایا تھا جبکہ ان کے لڑکے حضرت عیسیٰ علیہ السلام ان کے بطن سے پیدا ہوئے تھے' پس اے بادشاہ! اللہ سے ڈر اور حضرت عیسیٰ کو خدا نہ سمجھ' اللہ ایک ہی ہے - حضرت عیسیٰؑ کی مثال اللہ تعالیٰ کے نزدیک حضرت آدمؑ جیسی ہے کہ انہیں اللہ تعالیٰ نے مٹی سے پیدا کیا پھر فرمایا ہو جا' پس وہ ہو گئے' خدا کی طرف سے سچی اور حق بات یہی ہے - تجھے چاہئے کہ شک وشبہ کرنے والوں میں نہ رہے" - اَكْمَامُ کے معنی لیف کے بھی کئے گئے ہیں جو درخت کھجور کی گردن پر پوست کی طرح ہوتا ہے اور اس نے زمین میں بھوسی اور اناج پیدا کیا' عَصْف کے معنی کھیتی کے وہ سبز پتے جو اوپر سے

کاٹ دیئے گئے ہوں پھر سکھا لئے گئے ہوں' ریحان سے مراد پتے یا یہی رَیُحَان جو اسی نام سے مشہور ہے یا کھیتی کے سبز پتے' مطلب یہ ہے کہ گیہوں جو وغیرہ کے وہ دانے جو خوشہ میں بھوسی سمیت ہوتے ہیں اور جو پتے ان کے درختوں پر لپٹے ہوئے ہوتے ہیں اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ کھیتی کے پہلے ہی اگے ہوئے پتوں کو تو عَصُف کہتے ہیں اور جب دانے نکل آئیں بالیں پیدا ہو جائیں تو انہیں ریحان کہتے ہیں جیسے کہ زید بن عمرو بن نفیل کے مشہور قصیدے میں ہے۔

پھر فرماتا ہے اے جنو اور انسانو! تم اپنے رب کی کس کس نعمت کو جھٹلاؤ گے یعنی تم اس کی نعمتوں میں سر سے پیر تک ڈوبے ہوئے ہو اور مالا مال ہو رہے ہو' ناممکن ہے کہ حقیقی طور پر تم کسی نعمت کا انکار کر سکو اور اسے جھوٹ بتا سکو' ایک دو نعمتیں ہوں تو خیر' یہاں تو سر تا پا اس کی نعمتوں سے تم پر ہو رہے ہو۔ اسی لئے مومن جنوں نے اسے سن کر جھٹ سے جواب دیا اَللّٰھُمَّ وَلَا بِشَیْءٍ مِّنْ اٰلَائِكَ رَبَّنَا نُکَذِّبُ فَلَكَ الْحَمْدُ حضرت ابن عباسؓ اس کے جواب میں فرمایا کرتے تھے لَا فَاَیُّھَا یَارَبِّ یعنی خدایا ہم ان میں سے کسی نعمت کا انکار نہیں کر سکتے۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی صاحبزادی حضرت اسماء رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ شروع رسالت کے زمانہ میں ابھی امر اسلام کا پوری طرح اعلان نہ ہوا تھا' میں نے رسول اللہ ﷺ کو بیت اللہ میں رکن کی طرف نماز پڑھتے ہوئے دیکھا آپ اس نماز میں اس سورت کی تلاوت کر رہے تھے اور مشرکین بھی سن رہے تھے۔

خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ صَلْصَالٍ كَالْفَخَّارِ ﴿۱۴﴾ وَخَلَقَ الْجَآنَّ مِنْ مَّارِجٍ مِّنْ نَّارٍ ﴿۱۵﴾ فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿۱۶﴾ رَبُّ الْمَشْرِقَیْنِ وَرَبُّ الْمَغْرِبَیْنِ ﴿۱۷﴾ فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿۱۸﴾ مَرَجَ الْبَحْرَیْنِ یَلْتَقِیٰنِ ﴿۱۹﴾ بَیْنَهُمَا بَرْزَخٌ لَّا یَبْغِیٰنِ ﴿۲۰﴾ فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿۲۱﴾ یَخْرُجُ مِنْهُمَا اللُّؤْلُؤُ وَالْمَرْجَانُ ﴿۲۲﴾ فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿۲۳﴾ وَلَهُ الْجَوَارِ الْمُنْشَئٰتُ فِی الْبَحْرِ كَالْاَعْلَامِ ﴿۲۴﴾ فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿۲۵﴾

اس نے انسان کو ایسی آواز دینے والی مٹی سے پیدا کیا جو ٹھیکری کی طرح تھی ○ اور جنات کو آگ کے شعلے سے پیدا کیا ○ پس تم دونوں اپنے پروردگار کی کس کس نعمت کا انکار کرو گے؟ ○ وہ رب ہے دونوں مشرقوں اور دونوں مغربوں کا ○ تو اے انسانو اور جنو! تم اپنے رب کی کس کس نعمت کے منکر بنو گے؟ ○ اس نے دو دریا چلائے جو ایک دوسرے سے مل جاتے ہیں ○ ان دونوں میں ایک حجاب ہے کہ اس سے بڑھ نہیں سکتے ○ پس اپنے پروردگار کی کس کس نعمت کے منکر بنو گے؟ ○ ان دونوں میں سے موتی اور مونگے برآمد ہوتے ہیں ○ پھر تم اپنے رب کی کس کس نعمت کا انکار کر سکتے ہو؟ ○ اور اللہ ہی کی ملکیت میں ہیں وہ جہاز جو سمندروں میں پہاڑ کی طرح کھڑے ہوئے چل پھر رہے ہیں ○ پس اے انسانو اور جنو! تم دونوں اپنے رب کی کس کس نعمت کو جھٹلاؤ گے؟ ○

انسان اور جنات کی پیدائش میں فرق: ☆☆ (آیت: ۱۴-۲۵) یہاں بیان ہو رہا ہے کہ انسان کی پیدائش بجنے والی ٹھیکری جیسی مٹی سے ہوئی ہے اور جنات کی پیدائش آگ کے شعلے سے ہوئی ہے جو خالص اور احسن تھا۔ مسند کی حدیث میں ہے رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں فرشتے نور سے' جنات نار سے اور انسان اس مٹی سے جس کا ذکر تمہارے سامنے ہو چکا ہے' پیدا کئے گئے ہیں۔ پھر اپنی کسی

نعمت کے نہ جھٹلانے کی ہدایت کر کے فرماتا ہے جاڑے اور گرمی کے دو سورج کے نکلنے اور ڈوبنے کے مقامات کا رب اللہ ہی ہے- دو سے مراد سورج کے نکلنے اور ڈوبنے کی دو مختلف جگہیں ہیں کہ وہاں سے سورج چڑھتا اترتا ہے اور موسم کے لحاظ سے یہ بدلتی رہتی ہیں' ہر دن ہیر پھیر ہوتا ہے- جیسے دوسری آیت میں ہے مشرق و مغرب کا رب وہی ہے' تو اسی کو اپنا وکیل سمجھ' تو یہاں مراد جنس مشرق و مغرب ہے اور دو مشرق مغرب سے مراد طلوع و غرب کی دو جگہ ہیں اور چونکہ طلوع و غروب کی جگہ کے جدا جدا ہونے میں انسانی منفعت اور اس کی مصلحت بنی تھی اس لئے پھر فرمایا کہ کیا اب بھی تم اپنے رب کی نعمتوں کے منکر ہی رہو گے؟ اس کی قدرت کا نظارا دیکھو کہ دو سمندر برابر چل رہے ہیں' ایک کھاری پانی کا ہے دوسرا میٹھے پانی کا' لیکن نہ اس کا پانی اس میں مل کر اسے کھاری کرتا ہے نہ اس کا میٹھا پانی اس میں مل کر اسے میٹھا کر سکتا ہے بلکہ دونوں اپنی رفتار سے چل رہے ہیں' دونوں کے درمیان ایک پردہ حائل ہے' نہ وہ اس میں مل سکے نہ وہ اس میں جا سکے یہ اپنی حد میں ہے وہ اپنی حد میں اور قدرتی فاصلہ انہیں الگ الگ کئے ہوئے ہے حالانکہ دونوں پانی ملے ہوئے ہیں-

سورۂ فرقان کی آیت وَهُوَ الَّذِىْ مَرَجَ الْبَحْرَيْنِ کی تفسیر میں اس کی پوری تشریح گذر چکی ہے- امام ابن جریرؒ یہ بھی فرماتے ہیں کہ آسمان میں جو پانی کا قطرہ ہے اور صدف جو زمین کے دریا میں ہے ان دونوں سے مل کر لؤلؤ پیدا ہوتا ہے' واقعہ تو یہ ٹھیک ہے لیکن اس آیت کی تفسیر اس طرح کرنی کچھ مناسب معلوم نہیں ہوتی اس لئے کہ آیت میں ان دونوں کے درمیان برزخ یعنی آڑ کا ہونا بیان فرمایا گیا ہے جو اس کو اس سے اور اس کو اس سے روکے ہوئے ہے- اس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ دونوں زمین میں ہی ہیں بلکہ ایک دوسرے سے لگے لگے چلتے ہیں مگر قدرت انہیں جدا رکھتی ہے- آسمان و زمین کے درمیان جو فاصلہ ہے وہ برزخ اور حجر نہیں کہا جاتا اس لئے صحیح قول یہی ہے کہ یہ زمین کے دو دریاؤں کا ذکر ہے نہ کہ آسمان اور زمین کے دریا کا - ان دونوں میں سے یعنی دونوں میں سے ایک میں سے- جیسے اور جگہ جن و انس کو خطاب کر کے سوال ہوا ہے کہ کیا تمہارے پاس تمہیں میں سے رسول نہیں آئے تھے؟ ظاہر ہے کہ رسول صرف انسانوں میں سے ہی ہوئے ہیں جنات میں کوئی جن رسول نہیں آیا- تو جیسے یہاں اطلاع صحیح ہے حالانکہ وقوع ایک میں ہی ہے' اسی طرح اس آیت میں بھی اطلاق دونوں دریاؤں پر ہے اور وقوع ایک میں ہی ہے- لؤلؤ یعنی موتی تو ایک مشہور و معروف چیز ہے- مرجان کی نسبت کہا گیا ہے کہ چھوٹے موتی کو کہتے ہیں اور کہا گیا ہے کہ بہت بڑے موتی کو کہتے ہیں اور کہا گیا ہے کہ بہترین اور عمدہ موتی کو مرجان کہتے ہیں- بعض کہتے ہیں سرخ رنگ جواہر کو کہتے ہیں' بعض کہتے ہیں سرخ مہرے کا نام ہے' ایک اور آیت میں ہے وَمِنْ كُلٍّ تَاْكُلُوْنَ لَحْمًا طَرِيًّا وَّتَسْتَخْرِجُوْنَ حِلْيَةً تَلْبَسُوْنَهَا یعنی تم ہر ایک میں سے نکلا ہوا گوشت کھاتے ہو جو تازہ ہوتا ہے اور پہننے کے زیور نکالتے ہو' تو خیر مچھلی تو کھاری اور میٹھے دونوں پانی سے نکلتی ہے اور موتی مونگے صرف کھاری پانی میں سے نکلتے ہیں میٹھے میں سے نہیں نکلتے-

حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ آسمان کا جو قطرہ سمندر کی سیپ کے منہ میں سیدھا جاتا ہے وہ لؤلؤ بن جاتا ہے اور جب صدف میں نہیں جاتا تو اس سے عنبر پیدا ہوتا ہے' مینہ برستے وقت سیپ اپنا منہ کھول دیتی ہے' پس اس نعمت کو بیان فرما کر پھر دریافت فرماتا ہے کہ ایسی ہی بیشمار نعمتیں جس رب کی ہیں تم بھلا کس کس نعمت کی تکذیب کرو گے؟ پھر ارشاد ہوتا ہے کہ سمندر میں چلنے والے بڑے بڑے بادبانوں والے جہاز جو دور سے نظر پڑتے ہیں اور پہاڑوں کی طرح کھڑے دکھائی دیتے ہیں' جو ہزاروں من مال اور سینکڑوں انسانوں کو ادھر سے ادھر لے آتے ہیں یہ بھی تو اسی خدا کی ملکیت میں ہیں' اس عالیشان نعمت کو یاد دلا کر پھر پوچھتا ہے کہ اب بتلاؤ انکار کئے کیسے بن آئے گی؟ حضرت عمیری بن سوید رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں میں شیر خدا حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ دریائے فرات کے کنارے پر تھا' ایک بلند و بالا بڑا جہاز آ رہا تھا' اسے دیکھ کر آپ نے اس کی طرف اپنے ہاتھ سے اشارہ کر کے اس آیت کی تلاوت کی پھر فرمایا

اس خدا کی قسم جس نے پہاڑوں جیسی ان کشتیوں کو امواج سمندر میں جاری کیا ہے نہ میں نے عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو قتل کیا' نہ ان کے قتل کا ارادہ کیا' نہ قاتلوں کے ساتھ شریک ہوا' نہ ان سے خوش' نہ ان پر نرم۔

كُلُّ مَنْ عَلَيْهَا فَانٍ ﴿٢٦﴾ وَّيَبْقٰى وَجْهُ رَبِّكَ ذُو الْجَلٰلِ وَالْاِكْرَامِ ﴿٢٧﴾ فَبِاَيِّ اٰلَاۤءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿٢٨﴾ يَسْـَٔلُهٗ مَنْ فِى السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۚ كُلَّ يَوْمٍ هُوَ فِىْ شَاْنٍ ﴿٢٩﴾ فَبِاَيِّ اٰلَاۤءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿٣٠﴾

روئے زمین پر جو ہیں سب فنا ہونے والے ہیں ○ صرف تیرے رب کی ذات جو عظمت اور احسان والی ہے باقی رہ جائے گی ○ پھر تم اپنے رب کی کس کس نعمت سے منکر ہو گے؟ ○ سب آسمان و زمین والے اسی سے مانگتے ہیں ہر روز وہ ایک شان میں ہے ○ پس اپنے رب کی کون سی نعمت کا تم انکار کر رہے ہو؟ ○

اللہ تعالیٰ کے سوا باقی سب فنا: ☆☆ (آیت: ۲۶-۳۰) فرماتا ہے کہ زمین کی کل مخلوق فنا ہونے والی ہے' ایک دن آئے گا کہ اس پر کچھ نہ ہوگا' کل جاندار مخلوق کو موت آ جائے گی' اسی طرح کل آسمان والے بھی موت کا مزہ چکھیں گے مگر جسے اللہ چاہے' صرف ذات خدا باقی رہ جائے گی جو ہمیشہ سے ہے اور ہمیشہ تک رہے گی' جو موت وفوت سے پاک ہے۔ حضرت قتادہؒ فرماتے ہیں اولاً تو پیدائش عالم کا ذکر فرمایا پھر ان کی فنا کا بیان کیا۔ حضورؐ سے ایک منقول دعا میں یہ بھی ہے يَاحَيُّ يَا قَيُّوْمُ يَا بَدِيْعَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ يَا ذَا الْجَلَالِ وَالْاِكْرَامِ لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنْتَ بِرَحْمَتِكَ نَسْتَغِيْثُ اَصْلِحْ لَنَا شَاْنَنَا كُلَّهٗ وَلَا تَكِلْنَآ اِلٰٓى اَنْفُسِنَا طَرْفَةَ عَيْنٍ وَّلَآ اِلٰٓى اَحَدٍ مِّنْ خَلْقِكَ ''یعنی اے ہمیشہ جینے اور ابد الآباد تک باقی اور تمام قائم رہنے والے اللہ' اے آسمان و زمین کے ابتداءً پیدا کرنے والے رب' اے جلال اور بزرگی والے پروردگار تیرے سوا کوئی معبود نہیں' ہم تیری رحمت ہی سے استغاثہ کرتے ہیں' ہمارے تمام کام تو بنا دے اور آنکھ جھپکنے کے برابر بھی تو ہمیں ہماری طرف نہ سونپ دے اور نہ اپنی مخلوق میں سے کسی کی طرف''۔

حضرت شعبی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں جب تو كُلُّ مَنْ عَلَيْهَا فَانٍ پڑھے تو ٹھہر نہیں اور ساتھ ہی وَيَبْقٰى وَجْهُ رَبِّكَ ذُو الْجَلَالِ وَالْاِكْرَامِ پڑھ لے۔ اس آیت کا مضمون دوسری آیت میں ان الفاظ سے ہے كُلُّ شَيْءٍ هَالِكٌ اِلَّا وَجْهَهٗ سوائے ذات باری کے ہر چیز ناپید ہونے والی ہے' پھر اپنے چہرے کی تعریف میں فرماتا ہے وہ ذوالجلال ہے یعنی اس قابل ہے کہ اس کی عزت کی جائے' اس کا جاہ وجلال مانا جائے اور اس کے احکام کی اطاعت کی جائے اور اس کے فرمان کی خلاف ورزی سے رکا جائے۔ جیسے اور جگہ ہے وَاصْبِرْ نَفْسَكَ مَعَ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ الخ' جو لوگ صبح وشام اپنے پروردگار کو پکارتے رہتے ہیں اور اسی کی ذات کے مرید ہیں تو انہی کے ساتھ اپنے نفس کو روکے رکھ۔ ایک اور آیت میں ارشاد ہوتا ہے کہ نیک لوگ صدقہ دیتے وقت سمجھتے ہیں کہ ہم محض اللہ کی رضا کے لئے کھلاتے پلاتے ہیں۔ وہ کبریائی بڑائی عظمت اور جلال والا ہے۔ پس اس بات کو بیان فرما کر کہ تمام اہل زمین فوت ہونے میں اور پھر خدا کے سامنے قیامت کے دن پیش ہونے میں برابر ہیں اور اس دن وہ بزرگی والا خدا ان کے درمیان عدل وانصاف کے ساتھ حکم فرمائے گا۔ ساتھ ہی فرمایا اب تم اے جن وانس! رب کی کون سی نعمت کا انکار کرتے ہو؟ پھر فرماتا ہے کہ وہ ساری مخلوق سے بے نیاز ہے اور کل مخلوق اس کی یکسر محتاج ہے' سب کے سب سائل ہیں اور وہ غنی ہے' سب فقیر ہیں اور وہ سب کے سوال پورے کرنے والا ہے' ہر مخلوق اپنے حال وقال سے اپنی

حاجتیں اس کی سرکار میں لے جاتی ہے اور ان کے پورا ہونے کا سوال کرتی ہے - وہ ہر دن نئی شان میں ہے' اس کی شان ہے کہ ہر پکارنے والے کو جواب دے' مانگنے والے کو عطا فرمائے' تنگ حالوں کو کشادگی دے' مصیبت و آفات والوں کو رہائی بخشے' بیماروں کو تندرستی عنایت فرمائے' غم و ہم دور کرے' بیقرار کی بیقراری کے وقت کی دعا کو قبول فرما کر اسے قرار اور آرام عنایت فرمائے' گنہگاروں کی واویلا پر متوجہ ہو کر خطاؤں سے درگذر فرمائے' گناہوں کو بخشے' زندگی وہ دے' موت وہ لائے' تمام زمین والے کل آسمان والے اس کے آگے پھیلائے ہوئے دامن پھیلائے ہوئے ہیں' چھوٹوں کو بڑا وہ کرتا ہے' قیدیوں کو رہائی وہ دیتا ہے' نیک لوگوں کی حاجتوں کو پورا کرنے والا' ان کی پکار کا مدعا' ان کے شکوے شکایت کا مرجع وہی ہے' غلاموں کو آزاد کرنے کی رغبت وہی دلانے والا اور ان کو اپنی طرف سے عطیہ وہی عطا فرماتا ہے' یہی اس کی شان ہے - ابن جریرؒ میں ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے اس آیت کی تلاوت کی تو صحابہ نے سوال کیا کہ حضورؐ وہ شان کیا ہے؟ فرمایا گناہوں کا بخشنا' دکھ کو دور کرنا' لوگوں کو ترقی اور تنزل پر لانا -

ابن ابی حاتم میں اور ابن عساکر میں بھی اسی کے ہم معنی ایک حدیث ہے - صحیح بخاری میں یہ روایت معلقاً حضرت ابوالدرداءؓ کے قول سے مروی ہے - بزار میں بھی کچھ کمی کے ساتھ مرفوعاً مروی ہے' حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ نے لوح محفوظ کو سفید موتی سے پیدا کیا' اس کے دونوں تختے سرخ یاقوت کے ہیں - اس کا علم نوری ہے' اس کی چوڑائی آسمان و زمین کے برابر ہے - ہر روز تین سو ساٹھ مرتبہ اسے دیکھتا ہے' ہر نگاہ پر کسی کو زندگی دیتا اور مارتا اور عزت و ذلت دیتا ہے اور جو چاہے کرتا ہے -

سَنَفْرُغُ لَكُمْ اَيُّهَ الثَّقَلٰنِ ﴿۳۱﴾ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿۳۲﴾ يٰمَعْشَرَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ اِنِ اسْتَطَعْتُمْ اَنْ تَنْفُذُوْا مِنْ اَقْطَارِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ فَانْفُذُوْا لَا تَنْفُذُوْنَ اِلَّا بِسُلْطٰنٍ ﴿۳۳﴾ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿۳۴﴾ يُرْسَلُ عَلَيْكُمَا شُوَاظٌ مِّنْ نَّارٍ وَّ نُحَاسٌ فَلَا تَنْتَصِرٰنِ ﴿۳۵﴾ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿۳۶﴾

اے جنو اور انسانو! عنقریب ہم سب سے فارغ ہو کر تمہاری طرف متوجہ ہو جائیں گے ○ پھر تم اپنے رب کی کس نعمت کو جھٹلاتے ہو؟ ○ اے گروہ جنات و انسان! اگر تم میں آسمانوں اور زمین کے کناروں سے باہر نکل جانے کی طاقت ہے تو نکل بھاگو' بغیر غلبہ اور طاقت کے تم نہیں نکل سکتے ○ پھر اپنے رب کی کس کس نعمت کا انکار کرتے ہو؟ ○ تم پر آگ کے شعلے اور دھواں چھوڑا جائے گا پھر تم مقابلہ نہ کر سکو گے ○ پھر اپنے رب کی نعمتوں میں سے کس نعمت کا تم انکار کرو گے؟ ○

(آیت: ۳۱-۳۶) فارغ ہونے کے یہ معنی نہیں کہ اب وہ کسی مشغولیت میں ہے بلکہ یہ بطور ڈانٹ کے فرمایا گیا ہے کہ صرف تمہاری طرف پوری توجہ فرمانے کا زمانہ قریب آ گیا ہے' اب کھرے کھرے فیصلے ہو جائیں گے' اسے کوئی اور چیز مشغول نہ کرے گی بلکہ صرف تمہارے حساب ہی لے گا - محاورہ عرب کے مطابق یہ کلام کیا گیا ہے جیسے غصہ کے وقت کوئی کسی سے کہتا ہے اچھا فرصت میں تجھ سے نمٹ لوں گا تو یہ معنی نہیں کہ اس وقت مشغول ہوں بلکہ یہ مطلب ہے کہ ایک خاص وقت تجھ سے نمٹنے کا نکالوں گا اور تیری غفلت میں تجھے پکڑ لوں گا - ثَقَلَيْن سے مراد انسان اور جن ہیں' جیسے ایک حدیث میں ہے اسے سوائے ثقلین کے ہر چیز سنتی ہے اور دوسری حدیث میں ہے سوائے انسانوں اور جنوں کے - ایک اور حدیث صور میں صاف ہے کہ ثقلین یعنی جن و انس - پھر تم اپنے رب کی نعمتوں میں سے کس کس نعمت

کا انکار کر سکتے ہو؟ اے جنو اور انسانو! تم اللہ تعالیٰ کے حکم اور اس کی مقرر کردہ تقدیر سے بھاگ کر بچ نہیں سکتے بلکہ وہ تم سب کو گھیرے ہوئے ہے اس کا ہر ہر حکم تم پر بے روک جاری ہے' جہاں جاؤ اسی کی سلطنت ہے' حقیقتاً یہ واقع ہو گا میدان محشر میں کہ مخلوقات کو ہر طرف سے فرشتے احاطہ کئے ہوئے ہوں گے' چاروں جانب ان کی سات سات صفیں ہوں گی' کوئی شخص بغیر دلیل کے ادھر سے ادھر نہ ہو سکے گا اور دلیل سوائے امر الٰہی حکم خدا کے اور کچھ نہیں۔ انسان اس دن کہے گا کہ بھاگنے کی جگہ کدھر ہے؟ لیکن جواب ملے گا کہ آج تو رب کے سامنے ہی کھڑا ہونے کی جگہ ہے۔ ایک اور آیت میں ہے وَالَّذِیْنَ کَسَبُوا السَّیِّاٰتِ الخ' یعنی بدیاں کرنے والوں کو ان کی برائیوں کے مانند سزا ملے گی' ان پر ذلت سوار ہو گی اور اللہ کی پکڑ سے پناہ دینے والا کوئی نہ ہو گا' ان کے منہ مثل اندھیری رات کے ٹکڑوں کے ہوں گے' یہ جہنمی گروہ ہے جو ہمیشہ جہنم میں ہی رہے گا۔ شُوَاظٌ کے معنی آگ کے شعلے جو دھواں ملے ہوئے سبز رنگ کے جھلسا دینے والے ہوں۔ بعض کہتے ہیں بے دھوئیں کا آگ کے اوپر کا شعلہ جو اس طرح لپکتا ہے کہ گویا پانی کی موج ہے' نُحَاسٌ کہتے ہیں دھوئیں کو' یہ لفظ نون کے زبر سے بھی آتا ہے لیکن یہاں قرأت نون کے پیش سے ہی ہے۔ نابغہ کے شعر میں بھی یہ لفظ اسی معنی میں ہے۔ ہاں حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ شُوَاظٌ سے مراد وہ شعلہ ہے جس میں دھواں نہ ہو اور آپ نے اس کی سند میں امیہ بن صلت کا شعر پڑھ سنایا اور نُحَاسٌ کے معنی آپ نے کئے ہیں محض دھواں جس میں شعلہ نہ ہو اور اس کی شہادت میں بھی ایک عربی شعر نابغہ کا پڑھ سنایا۔

حضرت مجاہدؒ فرماتے ہیں نُحَاسٌ سے مراد پیتل ہے جو پگھلایا جائے گا اور ان کے سروں پر بہایا جائے گا۔ بہرصورت مطلب یہ ہے کہ اگر تم قیامت کے دن میدان محشر سے بھاگنا چاہو تو میرے فرشتے اور جہنم کے داروغے تم پر آگ برسا کر' دھواں چھوڑ کر' تمہارے سر پر پگھلا ہوا پیتل بہا کر تمہیں واپس لوٹا لائیں گے' تم نہ ان کا مقابلہ کر سکتے ہو' نہ انہیں دفع کر سکتے ہو' نہ ان سے انتقام لے سکتے ہو۔ پس تم اپنے رب کی کس کس نعمت کا انکار کرو گے؟

فَاِذَا انْشَقَّتِ السَّمَآءُ فَکَانَتْ وَرْدَةً کَالدِّهَانِ ﴿۳۷﴾ فَبِاَیِّ اٰلَآءِ
رَبِّکُمَا تُکَذِّبٰنِ ﴿۳۸﴾

پس جبکہ آسمان پھٹ کر سرخ ہو جائے جیسے کہ سرخ نری کا چمڑہ ○ پھر اے آدمیو اور جنو! تم دونوں اپنے رب کی کس نعمت کا انکار کرو گے؟ ○

آسمان پھٹ جائے گا: ☆☆ (آیت: ۳۷-۳۸) آسمان کا پھٹ جانا اور آیتوں میں بھی بیان ہوا ہے ارشاد ہے۔ وَانْشَقَّتِ السَّمَآءُ فَهِیَ یَوْمَئِذٍ وَّاهِیَةٌ۔ اور جگہ ہے وَیَوْمَ تَشَقَّقُ السَّمَآءُ بِالْغَمَامِ الخ' اور فرمان ہے اِذَا السَّمَآءُ انْشَقَّتْ الخ وغیرہ۔ جس طرح چاندی وغیرہ پگھلائی جاتی ہے یہی حالت آسمان کی ہو جائے گی' رنگ پر رنگ بدلے گا کیونکہ قیامت کی ہولناکی' اس کی شدت و دہشت ہے ہی ایسی۔ مسند احمد کی حدیث میں ہے لوگ قیامت کے دن اٹھائے جائیں گے اور آسمان ان پر ہلکی بارش کی طرح برستا ہو گا۔ ابن عباسؓ فرماتے ہیں سرخ چمڑے کی طرح ہو جائے گا ایک اور روایت ہے گلابی رنگ گھوڑے کے رنگ جیسا آسمان کا رنگ ہو جائے گا۔ ابو صالحؒ فرماتے ہیں پہلے گلابی رنگ ہو گا' پھر سرخ ہو جائے گا۔ گلابی رنگ گھوڑے کا رنگ موسم بہار میں تو زردی مائل نظر آتا ہے اور جاڑے میں بدل کر سرخ ہو جاتا ہے' جوں جوں سردی بڑھتی ہے اس کا رنگ متغیر ہوتا جاتا ہے۔ اسی طرح آسمان بھی رنگ پر رنگ بدلے گا' پگھلے ہوئے تانبے کی طرح ہو جائے گا۔ جیسے روغن گلاب کا رنگ ہوتا ہے اس رنگ کا آسمان ہو جائے گا۔ آج وہ سبز رنگ ہے لیکن اس دن اس کا رنگ سرخی لئے ہوئے ہو گا' زیتون کی تلچھٹ جیسا ہو جائے گا۔ جہنم کی آگ کی تپش اسے پگھلا کر تیل جیسا کر دے گی۔

فَيَوْمَئِذٍ لَّا يُسْأَلُ عَنْ ذَنْبِهِ إِنْسٌ وَّلَا جَانٌّ ﴿۳۹﴾ فَبِأَيِّ آلَاءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبَانِ ﴿۴۰﴾ يُعْرَفُ الْمُجْرِمُونَ بِسِيمَاهُمْ فَيُؤْخَذُ بِالنَّوَاصِي وَالْأَقْدَامِ ﴿۴۱﴾ فَبِأَيِّ آلَاءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبَانِ ﴿۴۲﴾ هَٰذِهِ جَهَنَّمُ الَّتِي يُكَذِّبُ بِهَا الْمُجْرِمُونَ ﴿۴۳﴾ يَطُوفُونَ بَيْنَهَا وَبَيْنَ حَمِيمٍ آنٍ ﴿۴۴﴾ فَبِأَيِّ آلَاءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبَانِ ﴿۴۵﴾ ع ۲

اس دن کسی انسان اور کسی جن سے اس کے گناہوں کی پرسش نہ کی جائے گی ○ پھر تمہیں اپنے رب کی کس نعمت کا انکار ہے؟ ○ گنہگار صرف حلیہ سے ہی پہچان لئے جائیں گے اور ان کی پیشانیوں کے بال اور قدم پکڑ لئے جائیں گے ○ کیا پھر بھی تم اپنے رب کی کسی نعمت کا انکار کر سکتے ہو؟ ○ یہ ہے وہ جہنم جسے مجرم جھوٹا جانتے تھے ○ اس کے اور کھولتے ہوئے گرم پانی کے درمیان چکر کھائیں گے ○ پھر تم اپنے رب کی کون سی نعمت کو جھٹلاتے ہو؟ ○

گناہ گاروں کا انجام: ☆☆ (آیت: ۳۹-۴۵) اس دن کسی مجرم سے اس کا جرم نہ پوچھا جائے گا - جیسے اور آیت میں ہے هٰذَا يَوْمُ لَا يَنْطِقُونَ الخ 'یہ وہ دن ہے کہ بات نہ کریں گے - نہ انہیں اجازت دی جائے گی کہ وہ عذر معذرت کریں - ہاں اور آیات میں ان کا بولنا' عذر کرنا' ان سے حساب لیا جانا وغیرہ بھی بیان ہوا ہے - فرمان ہے فَوَرَبِّكَ لَنَسْئَلَنَّهُمْ أَجْمَعِينَ تیرے رب کی قسم! ہم سب سے سوال کریں گے اور ان کے کل کاموں کی پرسش کریں گے - تو مطلب یہ ہے کہ ایک موقع پر یہ ہے' دوسرے موقع پر یہ ہے - پرسش ہوئی' حساب کتاب ہوا' عذر معذرت ختم کر دی گئی' اب منہ پر مہر لگ گئی' ہاتھ پاؤں اور اعضاء جسم نے گواہی دی' پھر پوچھ گچھ کی ضرورت نہ رہی' عذر معذرت توڑ دی گئی اور یہ تطبیق بھی ہے کہ کسی سے نہ پوچھا جائے گا کہ فلاں عمل کیا یا نہیں کیا؟ کیونکہ خدا کو خوب معلوم ہے' اس سے جو سوال ہو گا وہ یہ کہ ایسا کیوں کیا؟ تیسرا قول یہ ہے کہ فرشتے پوچھیں گے نہیں' وہ تو چہرہ دیکھتے ہی پہچان لیں گے اور جہنمی کو زنجیروں میں باندھ کر اوندھے گھسیٹ کر جہنم واصل کر دیں گے' جیسے اس کے بعد ہی فرمایا کہ یہ گنہگار اپنے چہروں اور اپنی خاص علامتوں سے ہی پہچان لئے جائیں گے - چہرے سیاہ ہوں گے' آنکھیں کیری ہوں گی' ٹھیک اسی طرح مومنوں کے چہرے بھی الگ ممتاز ہوں گے - ان کے اعضائے وضو چاند کی طرح چمک رہے ہوں گے - گنہگاروں کو پیشانیوں اور قدموں سے پکڑا جائے گا اور جہنم میں ڈال دیا جائے گا جس طرح بڑی لکڑی کو دو طرف سے پکڑ کر تنور میں جھونک دیا جاتا ہے' پیٹھ کی طرف سے زنجیر لا کر گردن اور پاؤں ایک کر کے باندھ دیئے جائیں گے - کمر توڑ دی جائے گی اور قدم اور پیشانی ملا دی جائے گی اور جکڑ دیا جائے گا -

مسند احمد میں ہے قبیلہ بنو کندہ کا ایک شخص مائی عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس گیا' پردے کے پیچھے بیٹھا اور مائی صاحبہ سے سوال کیا کہ کیا آپ نے رسول اللہ ﷺ سے یہ بھی سنا ہے کہ کسی وقت آپ کو کسی شخص کی شفاعت کا اختیار نہ ہو گا؟ ام المومنینؓ نے جواب دیا ہاں ایک مرتبہ ایک ہی کپڑے میں ہم دونوں تھے' جو میں نے آنحضرت ﷺ سے یہی سوال کیا تو آپ نے فرمایا ہاں جب کہ پل صراط رکھا جائے گا اس وقت مجھے کسی کی شفاعت سفارش کا اختیار نہ ہو گا' یہاں تک کہ میں جان لوں کہ خود مجھے کہاں لے جاتے ہیں؟ اور جس وقت کہ چہرے سیاہ وسفید ہونے شروع ہوں گے یہاں تک کہ میں دیکھ لوں کہ میرے ساتھ کیا کیا جاتا ہے؟ یا فرمایا یہاں تک کہ میں دیکھ لوں کہ مجھ پر کیا وحی بھیجی جاتی ہے؟ اور جب جہنم پر پل رکھا جائے اور اسے تیز اور گرم کیا جائے' میں نے پوچھا یا رسول اللہ! اس کی تیزی اور گرمی کی کیا حد ہے؟ فرمایا

تلوار کی دھار جیسا تیز ہوگا اور آ گ کے انگارے جیسا گرم ہوگا' مومن تو بے ضرر گذر جائے گا اور منافق لٹک جائے گا' جب بیچ میں پہنچے گا اس کے قدم پھسل جائیں گے' یہ اپنے ہاتھ اپنے پیروں کی طرف جھکائے گا جس طرح کوئی ننگے پاؤں چل رہا ہو اور اسے کانٹا لگ جائے اور اس زور کا لگے گویا کہ اس نے اس کا پاؤں چھید دیا تو کس طرح بے صبری اور جلدی سے وہ سر اور ہاتھ جھکا کر اس کی طرف جھک پڑتا ہے' اسی طرح یہ جھکے گا' ادھر یہ جھکا ادھر داروغہ جہنم کی آ گ میں گرا دے گا جس میں تقریباً پچاس سال تک وہ گہرا اترتا جائے گا' میں نے پوچھا حضورؐ یہ جہنمی کس قدر بوجھل ہوگا' آپ نے فرمایا مثل دس گابھن اونٹنیوں کے' پھر آپؐ نے اس آیت کی تلاوت کی۔ یہ حدیث غریب ہے اور اس کے بعض فقروں کا حضورؐ کے کلام سے ہونا منکر ہے اور اس کی اسناد میں ایک شخص ہے جن کا نام بھی نیچے کے راوی نے نہیں لیا۔ اس جیسی دلیلیں صحت کے قابل نہیں ہوتیں۔ واللہ اعلم۔ ان گنہگاروں سے کہا جائے گا کہ لو جس جہنم کا تم انکار کرتے تھے اسے اپنی آنکھوں سے دیکھ لو' یہ انہیں بطور رسوا اور ذلیل کرنے' شرمندہ اور نادم کرنے' ان کی خفت بڑھانے کے لئے کہا جائے گا پھر ان کی یہ حالت ہوگی کہ کبھی آ گ کا عذاب ہو رہا ہے کبھی پانی کا۔ کبھی جحیم میں جلائے جاتے ہیں اور کبھی حمیم پلائے جاتے ہیں۔ جو پگھلے ہوئے تانبے کی طرح محض آ گ ہے' جو آنتوں کو کاٹ دیتی ہے' اور جگہ ہے۔ اِذِ الْاَغْلٰلُ فِیْٓ اَعْنَاقِهِمْ الخ' جب کہ ان کی گردنوں میں طوق ہوں گے اور پاؤں میں بیڑیاں ہوں گی' وہ حمیم سے جحیم میں گھسیٹے جائیں گے اور بار بار یہ جلائے جائیں گے۔ یہ گرم پانی حد درجہ کا گرم ہوگا' بس یوں کہنا ٹھیک ہے کہ وہ بھی جہنم کی آ گ ہی ہے جو پانی کی صورت میں ہے۔

حضرت قتادہؒ فرماتے ہیں آسمان و زمین کی ابتدائی پیدائش کے وقت سے آج تک وہ گرم کیا جا رہا ہے۔ محمد بن کعبؒ فرماتے ہیں بدکار شخص کی پیشانی کے بال پکڑ کر اسے اس گرم پانی میں ایک غوطہ دیا جائے گا' تمام گوشت گھل جائے گا اور ہڈیوں کو چھوڑ دے گا۔ بس دو آنکھیں اور ہڈیوں کا ڈھانچہ رہ جائے گا' اسی کو فرمایا فِی الْحَمِیْمِ ثُمَّ فِی النَّارِ یُسْجَرُوْنَ۔ ان کے معنی حاضر کے بھی کئے گئے ہیں۔ ایک اور آیت میں ہے تُسْقٰی مِنْ عَیْنٍ اٰنِیَةٍ سخت گرم موجود پانی کی نہر سے انہیں پانی پلایا جائے گا جو ہرگز نہ پی سکیں گے کیونکہ وہ بے انتہا گرم بلکہ مثل آگ کے ہے۔ قرآن کریم میں اور جگہ ہے غَیْرَ نٰظِرِیْنَ اِنٰهُ وہاں مراد تیاری اور پک جانا ہے۔ چونکہ بدکاروں کی سزا اور نیک کاروں کی جزا بھی اس کا فضل و رحمت' عدل و لطف ہے' اپنے ان عذابوں کا پہلے سے بیان کر دینا تا کہ شرک و معاصی کے کرنے والے ہوشیار ہو جائیں یہ بھی اس کی نعمت ہے۔ اس لئے فرمایا پھر تم اے جن وانس! اپنے رب کی کون کون سی نعمت کا انکار کرو گے؟

وَلِمَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهٖ جَنَّتٰنِ ﴿۴۶﴾ فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿۴۷﴾ ذَوَاتَآ اَفْنَانٍ ﴿۴۸﴾ فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿۴۹﴾ فِیْهِمَا عَیْنٰنِ تَجْرِیٰنِ ﴿۵۰﴾ فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿۵۱﴾ فِیْهِمَا مِنْ كُلِّ فَاكِهَةٍ زَوْجٰنِ ﴿۵۲﴾ فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿۵۳﴾

اس شخص کے لئے جو اپنے رب کے سامنے کھڑا ہونے سے ڈرا دو دو جنتیں ہیں ○ پس اپنے پروردگار کی نعمتوں میں سے کس کو تم جھوٹا جانتے ہو؟ ○ دونوں جنتیں بہت سی ٹہنیوں اور شاخوں والی ہیں ○ پھر اپنے رب کی کس نعمت کو جھوٹا سمجھتے ہیں؟ ○ ان دونوں جنتوں میں دو بہتے ہوئے چشمے ہیں ○ سوائے جن وانس تم اپنے رب کی کون کون سی نعمت کے منکر ہو جاؤ گے؟ ○ ان دونوں جنتوں میں ہر قسم کے میوے بھی جوڑ جوڑ ہوں گے ○ پھر کیا کیا نعمتیں اپنے رب کی جھٹلاؤ گے؟ ○

فکر آخرت اور انسان: ☆☆ (آیت: ۴۶-۵۳) ابن شوذبؒ اور عطا خراسانیؒ فرماتے ہیں آیت وَلِمَنْ خَافَ حضرت صدیق اکبرؓ

کے بارے میں نازل ہوئی ہے - حضرت عطیہ بن قیسؒ فرماتے ہیں یہ آیت اس شخص کے بارے میں نازل ہوئی ہے جس نے کہا تھا مجھے آگ میں جلا دینا تا کہ میں اللہ تعالیٰ کو ڈھونڈ وانے پر نہ ملوں' اس کلمہ کے کہنے کے بعد ایک رات ایک دن توبہ کی' اللہ تعالیٰ نے قبول فرمالی اور اسے جنت میں لے گیا - لیکن صحیح بات یہ ہے کہ یہ آیت عام ہے' حضرت ابن عباسؓ وغیرہ کا قول بھی یہی ہے - مطلب یہ ہے کہ جو شخص قیامت کے دن اپنے رب کے سامنے کھڑا ہونے کا ڈر اپنے دل میں رکھتا ہے اور اپنے تئیں نفس کی خواہشوں سے بچاتا ہے اور سرکشی نہیں کرتا' زندگانی دنیا کے پیچھے پڑ کر آخرت سے غفلت نہیں کرتا بلکہ آخرت کی فکر زیادہ کرتا ہے اور اسے بہتر اور پائیدار سمجھتا ہے' فرائض بجالاتا ہے محرمات سے رکتا ہے' قیامت کے دن اسے ایک چھوڑ دو دو جنتیں ملیں گی -

صحیح بخاری میں ہے حضور علیہ السلام فرماتے ہیں کہ دو جنتیں چاندی کی ہوں گی اور ان کا کل سامان بھی چاندی کا ہی ہوگا اور دو جنتیں سونے کی ہوں گی' ان کے برتن اور جو کچھ ان میں ہے سب سونے کا ہوگا' ان جنتیوں میں اور دیدار باری میں کوئی چیز حائل نہ ہوگی سوائے اس کبریائی کے پردے کے جو اللہ عزوجل کے چہرے پر ہے' یہ جنت عدن میں ہوں گے - یہ حدیث صحاح کی اور کتابوں میں بھی ہے' بجز ابوداؤد کے' راوی حدیث حضرت حمادؒ فرماتے ہیں میرے خیال میں تو یہ حدیث مرفوع ہے - تفسیر ہے اللہ تعالیٰ کے فرمان وَلِمَنْ خَافَ اور وَمِنْ دُوْنِهِمَا جَنَّتَانِ کی - سونے کی دو جنتیں مقربین کے لئے اور چاندی کی دو جنتیں اصحاب یمین کے لئے - حضرت ابو الدرداء رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں حضورؐ نے ایک مرتبہ اس آیت کی تلاوت کی تو میں نے کہا اگرچہ زنا اور چوری بھی اس سے ہوگئی ہو' آپ نے پھر اسی آیت کی تلاوت کی' میں نے پھر یہی کہا' آپ نے پھر یہی آیت پڑھی' میں نے پھر یہی سوال کیا تو آپؐ نے فرمایا اگرچہ ابو الدرداءؓ کی ناک خاک آلود ہو جائے - نسائی - بعض سند سے یہ روایت موقوف بھی مروی ہے اور حضرت ابو الدرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے یہ بھی مروی ہے کہ جس دل میں خدا کے سامنے کھڑے ہونے کا خوف ہوگا ناممکن ہے کہ اس سے زنا ہو یا وہ چوری کرے' یہ آیت عام ہے انسانوں اور جنات دونوں کو شامل ہے اور اس بات کی بہترین دلیل ہے کہ جنوں میں بھی جو ایمان لائیں اور تقویٰ اختیار کریں وہ جنت میں جائیں گے' اسی لئے جن وانس کو اس کے بعد خطاب کر کے فرماتا ہے کہ اب تم اپنے رب کی کس کس نعمت کی تکذیب کرو گے؟ پھر ان دونوں جنتوں کے اوصاف بیان فرماتا ہے کہ یہ نہایت ہی سرسبز و شاداب ہیں' بہترین اعلیٰ' خوش ذائقہ عمدہ اور تیار پھل ہر قسم کے ان میں موجود ہیں' تمہیں نہ چاہئے کہ تم اپنے پروردگار کی کسی نعمت کا انکار کرو - اَفْنَان شاخوں اور ڈالیوں کو کہتے ہیں' یہ اپنی کثرت سے ایک دوسری سے ملی جلی ہوئی ہوں گی' یہ سایہ دار ہوں گی جن کا سایہ دیواروں پر بھی چڑھا ہوا ہوگا - عکرمہؒ یہی معنی بیان کرتے ہیں اور عربی کے شعر کو اس پر دلیل میں وارد کرتے ہیں' یہ شاخیں سیدھی اور پھیلی ہوئی ہوں گی' رنگ برنگ کی ہوں گی' یہ مطلب بھی بیان کیا گیا ہے کہ ان میں طرح طرح کے میوے ہوں گے کشادہ اور گھنے سایہ والی ہوں گی - یہ تمام اقوال صحیح ہیں اور ان میں کوئی منافاۃ نہیں' یہ تمام اوصاف ان شاخوں میں ہوں گے -

حضرت اسماء رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے سدرۃ المنتہیٰ کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا اس کی شاخوں کا سایہ اس قدر دراز ہے کہ سوار سو سال تک اس میں چلا جائے - یا فرمایا کہ سو سوار اس کے تلے سایہ حاصل کر لیں - سونے کی ٹڈیاں اس پر چھائی ہوئی تھیں اس کے پھل بڑے بڑے مٹکوں اور بہت بڑی گول جتنے تھے - (ترمذی) پھر ان میں نہریں بہ رہی ہیں تا کہ ان درختوں اور شاخوں کو سیراب کرتی رہیں اور بکثرت اور عمدہ پھل لائیں - اب تو تمہیں اپنے رب کی نعمتوں کی قدر کرنی چاہئے - ایک کا نام تسنیم ہے' دوسری کا سلسبیل ہے' یہ دونوں نہریں پوری روانی کے ساتھ بہ رہی ہیں - ایک ستھرے پانی کی' دوسری لذت والی بے نشے کی شراب کی - ان میں ہر قسم کے پھلوں کے جوڑے بھی موجود ہیں اور پھل بھی وہ جن سے تم صورت شناس تو ہو لیکن لذت شناس نہیں ہو کیونکہ وہاں کی نعمتیں کسی آنکھ نے دیکھی ہیں نہ

کسی کان نے سنی ہیں نہ کسی دماغ میں آ سکتی ہیں، تمہیں رب کی نعمتوں کی ناشکری سے رک جانا چاہئے - حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں دنیا میں جتنے بھی کڑوے میٹھے پھل ہیں وہ سب جنت میں ہوں گے یہاں تک کہ حنظل یعنی اندرائن بھی - سو ہاں دنیا کی ان چیزوں اور جنت کی ان چیزوں کے نام تو ملتے جلتے ہیں حقیقت اور لذت بالکل ہی جداگانہ ہے یہاں تو صرف نام ہیں اصلیت تو جنت میں ہے - اس فضیلت کا فرق وہاں جانے کے بعد ہی معلوم ہو سکتا ہے -

مُتَّكِـِٕیۡنَ عَلٰی فُرُشٍۭ بَطَآئِنُهَا مِنۡ اِسۡتَبۡرَقٍ ؕ وَ جَنَا الۡجَنَّتَیۡنِ دَانٍ ﴿۵۴﴾ فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿۵۵﴾

یہ جنتی ایسے فرشوں پر تکیہ لگائے ہوئے ہوں گے جن کے استر دبیز ریشم کے ہوں گے اور ان دونوں جنتوں کے میوے بالکل قریب ہوں گے ○ پھر تم اپنے رب کی کس نعمت کو جھٹلاتے ہو؟ ○

جنت یافتہ لوگ: ☆☆ (آیت: ۵۴-۵۵) جنتی لوگ بے فکری سے تکیئے لگائے ہوئے ہوں گے خواہ لیٹے ہوئے ہوں خواہ با آرام بیٹھے ہوئے تکیہ سے لگے ہوئے ہوں، ان کے بچھاؤنے بھی اتنے بڑھیا ہوں گے کہ ان کے اندر کا استر بھی دبیز اور خالص زریں ریشم کا ہوگا، پھر اوپر کا ابرا کچھ ایسا ہوگا، اسے تم آپ سوچ لو - مالک بن دینارؒ اور سفیان ثوریؒ فرماتے ہیں استر کا یہ حال ہے اور ابرا تو محض نورانی ہوگا - جو سراسر اظہار رحمت و نور ہوگا - پھر اس پر بہترین گلکاریاں ہیں، جنہیں خدا کے سوا کوئی نہیں جانتا، ان جنتوں کے پھل جنتیوں سے بالکل قریب ہیں - جب چاہیں جس حال میں چاہیں وہیں سے لے لیں، لیٹے ہوں تو بیٹھنے کی اور بیٹھے ہوں تو کھڑا ہونے کی ضرورت نہیں خود بخود شاخیں جھوم جھوم کر جھکتی رہتی ہیں - جیسے فرمایا قُطُوفُهَا دَانِيَةٌ اور فرمایا وَدَانِيَةٌ عَلَيۡهِمۡ ظِلٰلُهَا الخ، یعنی بے حد قریب میوے ہیں لینے والے کو کوئی تکلیف یا تکلف کی ضرورت نہیں، خود شاخیں جھک جھک کر انہیں میوے دے رہی ہیں - پس تم اپنے رب کی نعمتوں کے انکار سے باز رہو -

فِیۡهِنَّ قٰصِرٰتُ الطَّرۡفِ ۙ لَمۡ یَطۡمِثۡهُنَّ اِنۡسٌ قَبۡلَهُمۡ وَ لَا جَآنٌّ ﴿۵۶﴾ فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿۵۷﴾ كَاَنَّهُنَّ الۡیَاقُوۡتُ وَ الۡمَرۡجَانُ ﴿۵۸﴾ فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿۵۹﴾ هَلۡ جَزَآءُ الۡاِحۡسَانِ اِلَّا الۡاِحۡسَانُ ﴿۶۰﴾ فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿۶۱﴾

وہاں شرمیلی نیچی نگاہ والی حوریں ہیں جنہیں ان سے پہلے کسی جن و انس نے ہاتھ نہیں لگایا ○ پس اپنے پالنے والے کی نعمتوں میں سے کس کے منکر ہو؟ ○ وہ حوریں مثل یاقوت اور مونگے کے ہوں گی ○ پس اپنے پروردگار کی کون سی نعمت کو تم جھٹلاتے ہو؟ ○ نیک کاری کا بدلہ ہی بہت بڑا انعام و احسان ہے ○ پس کیا کیا نعمتیں اپنے رب کی تم جھٹلاؤ گے؟ ○

حوروں کے اوصاف: ☆☆ (آیت: ۵۶-۶۱) چونکہ فروش کا بیان ہوا تھا تو ساتھ ہی فرمایا کہ ان فروش پر ان کے ساتھ ان کی بیویاں ہوں گی، جو عفیفہ، پاکدامن اور شرمیلی نیچی نگاہوں والی ہوں گی کہ اپنے خاوندوں کے سوا کسی پر نظریں نہ ڈالیں گی اور اس کے خاوند بھی ان پر سو جان سے مائل ہوں گے، یہ بھی جنت کی کسی چیز کو اپنے ان مومن خاوندوں سے بہتر نہ پائیں گی - یہ بھی وارد ہوا ہے کہ یہ حوریں اپنے خاوندوں سے کہیں گی خدا کی قسم ساری جنت میں میرے لئے تم سے بہتر کوئی چیز نہیں، خدا خوب جانتا ہے کہ میرے دل میں جنت کی کسی چیز کی خواہش و

محبت اتنی نہیں جتنی آپ کی ہے' اللہ کا شکر ہے کہ اس نے آپ کو میرے حصے میں کر دیا اور مجھے آپ کی خدمت کا شرف بخشا - یہ حوریں کنواری اچھوتی نوجوان ہوں گی' ان جنتیوں سے پہلے ان کے پاک پنڈے کو کسی انس و جن کا ہاتھ بھی نہیں لگا - یہ آیت بھی مومن جنوں کے جنت میں جانے کی دلیل ہے - حضرت ضمرہ بن حبیب سے سوال ہوتا ہے کہ کیا مومن جن بھی جنت میں جائیں گے؟ آپ نے فرمایا ہاں اور جنیہ عورتوں سے ان کے نکاح ہوں گے' جیسے انسانوں کے انسان عورتوں سے - پھر یہی آیتیں تلاوت کیں - پھر ان حوروں کی تعریف بیان ہو رہی ہے کہ وہ اپنی صفائی اور خوبی اور حسن میں ایسی ہیں جیسے یاقوت و مرجان یاقوت سے صفائی میں تشبیہ دی اور مرجان سے بیاض میں' پس مرجان سے مراد یہاں لؤلؤ ہے - نبی ﷺ فرماتے ہیں اہل جنت کی بیویوں میں سے ہر ایک ایسی ہے کہ ان کی پنڈلی کی سفیدی ستر ستر حلوں کے پہننے کے بعد بھی نظر آتی ہے یہاں تک کہ اندر کا گودا بھی' پھر آپ نے آیت کَاَنَّھُنَّ الْیَاقُوْتُ وَالْمَرْجَانُ پڑھی اور فرمایا دیکھو یاقوت ایک پتھر ہے لیکن قدرت نے اس کی صفائی اور جوت ایسی رکھی ہے کہ اس کے بیچ میں دھاگہ پرو دو تو باہر سے نظر آتا ہے (ابن ابی حاتم) یہ روایت ترمذی میں بھی موقوفاً حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے مروی ہے اور امام ترمذیؒ اسی کو زیادہ صحیح بتلاتے ہیں - مسند احمد میں ہے پیغمبر مدنی احمد مجتبیٰ حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ فرماتے ہیں کہ ہر اہل جنت کی دو بیویاں اس صفت کی ہوں گی کہ ستر ستر حلے پہن لینے کے بعد بھی ان کی پنڈلیوں کی جھلک نمودار رہے گی بلکہ اندر کا گودا بھی بوجہ صفائی کے دکھائی دے گا -

صحیح مسلم شریف میں ہے کہ یا تو فخر کے طور پر یا مذاکرہ کے طور پر یہ بحث چھڑ گئی کہ جنت میں عورتیں زیادہ ہوں گی یا مرد؟ تو حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کیا ابو القاسم ﷺ نے یہ نہیں فرمایا؟ کہ پہلی جماعت جو جنت میں جائے گی وہ چاند جیسی صورتوں والی ہوگی' ان کے پیچھے جو جماعت جائے گی وہ آسمان کے بہترین چمکیلے تاروں جیسے چہروں والی ہوگی - ان میں سے ہر شخص کی دو بیویاں ایسی ہوں گی جن کی پنڈلی کا گودا گوشت کے پیچھے سے نظر آئے گا اور جنت میں کوئی بے بیوی کا نہ ہوگا - اس حدیث کی اصل بخاری میں بھی ہے - مسند احمد میں ہے حضورؐ فرماتے ہیں خدا کی راہ کی صبح اور اس کی راہ کی شام ساری دنیا سے اور جو اس میں ہے سب سے بہتر ہے - جنت میں جو جگہ ملے گی اس میں سے ایک کمان یا ایک کوڑے کے برابر کی جگہ ساری دنیا اور اس کی ساری چیزوں سے افضل ہے - اگر جنت کی عورتوں میں سے ایک عورت دنیا میں جھانک لے تو زمین و آسمان کو جگمگا دے اور خوشبو سے تمام عالم مہک اٹھے - ان کا چھوٹا سا دوپٹا ہلکی سی چھوٹی دوپٹیا بھی دنیا اور دنیا کی ہر چیز سے گراں ہے' صحیح بخاری میں یہ حدیث بھی ہے - پھر ارشاد ہے کہ دنیا میں جس نے نیکی کی' اس کا بدلہ آخرت میں سلوک و احسان کے سوا اور کچھ نہیں' جیسے ارشاد ہے لِلَّذِیْنَ اَحْسَنُوا الْحُسْنٰی وَزِیَادَۃٌ نیکی کرنے والے کے لئے نیکی ہے اور زیادتی یعنی جنت اور دیدار باری - حضورؐ نے یہ آیت تلاوت کر کے اپنے اصحاب سے پوچھا جانتے ہو تمہارے رب نے کیا کہا؟ انہوں نے کہا اللہ اور اس کے رسول کو ہی علم ہے - آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ فرماتا ہے میں جس پر اپنی توحید کا انعام دنیا میں کروں اس کا بدلہ آخرت میں جنت ہے اور چونکہ یہ بھی ایک عظیم الشان نعمت ہے جو دراصل کسی عمل کے بدلے نہیں بلکہ صرف اس کا احسان اور فضل و کرم ہے اس لئے اس کے بعد ہی فرمایا اب تم میری کس کس نعمت سے لاپرواہی برتو گے؟ رب کے مقام سے ڈرنے والے کی بشارت کے متعلق ترمذی شریف کی یہ حدیث بھی خیال میں رہے کہ حضورؐ نے فرمایا جو ڈرے گا وہ رات کے وقت ہی کوچ کرے گا اور جو اندھیری رات میں چل پڑا وہ منزل مقصود تک پہنچ جائے گا' خبردار ہو جاؤ خدا کا سودا بہت گراں ہے' یاد رکھو وہ سودا جنت ہے - امام ترمذی اس حدیث کو غریب بتلاتے ہیں - حضرت ابو درداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ سے میں نے منبر پر وعظ بیان فرماتے ہوئے سنا کہ آپ نے آیت وَلِمَنْ خَافَ پڑھی تو میں نے کہا اگرچہ زنا کیا ہو اگرچہ چوری کی ہو؟ باقی حدیث اوپر گذر چکی -

وَمِنْ دُونِهِمَا جَنَّتٰنِ ﴿٦٢﴾ فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿٦٣﴾ مُدْهَآمَّتٰنِ ﴿٦٤﴾ فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿٦٥﴾ فِيْهِمَا عَيْنٰنِ نَضَّاخَتٰنِ ﴿٦٦﴾ فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿٦٧﴾ فِيْهِمَا فَاكِهَةٌ وَّنَخْلٌ وَّرُمَّانٌ ﴿٦٨﴾ فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿٦٩﴾

اور ان دو کے سوا دو جنتیں اور ہیں ○ پس تم اپنے پرورش کرنے والے کی کس نعمت کو جھٹلاؤ گے؟ ○ جو دونوں گہری سیاہی مائل ہیں ○ بتاؤ اب پروردگار کی کس نعمت کا انکار کرو گے؟ ○ ان میں دو بہ جوش ابلنے والے چشمے ہیں ○ پھر تم اپنے پالنہار کی کون سی نعمت کا جھوٹ ہونا کہہ رہے ہو؟ ○ ان دونوں میں میوے اور کھجور اور انار ہوں گے ○ کیا اب بھی رب کی کسی نعمت کی تکذیب تم کرو گے؟ ○

اصحاب یمین اور مقربین : ☆☆ (آیت: ۶۲-۶۷) یہ دونوں جنتیں جن کا ذکر ان آیتوں میں ہے ان جنتوں سے کم مرتبہ ہیں جن کا ذکر پہلے گذرا اور وہ حدیث بھی بیان ہو چکی جس میں ہے دو جنتیں سونے کی اور دو چاندی کی - پہلی دو تو مقربین خاص کی جگہ ہیں اور یہ دوسری دو اصحاب یمین کی - الغرض درجے اور فضیلت میں یہ دو ان دو سے کم ہیں جس کی دلیلیں بہت سی ہیں ایک یہ کہ ان کا ذکر اور صفت ان سے پہلے بیان ہوئی اور یہ تقدیم بیان بھی دلیل ہے ان کی فضیلت کی' پھر یہاں وَ مِنْ دُوْنِهِمَا فرمانا صاف ظاہر کرتا ہے کہ یہ ان سے کم مرتبہ ہیں - وہاں ان کی تعریف میں ذَوَاتَآ اَفْنَانٍ یعنی بکثرت مختلف مزے کے میووں والی شاخوں دار - یہاں فرمایا مُدْهَآمَّتٰنِ یعنی پانی کی پوری تری سے سیاہ -

جنت کے میوے : ☆☆ (آیت: ۶۸-۶۹) ابن عباسؓ فرماتے ہیں سبز - محمد بن کعبؒ فرماتے ہیں سبزی سے پر - قتادہؒ فرماتے ہیں اس قدر پھل پکے ہوئے تیار ہیں کہ وہ ساری جنت سرسبز معلوم ہو رہی ہے' الغرض وہاں شاخوں کی پھیلاوٹ بیان ہوئی یہاں درختوں کی کثرت بیان فرمائی گئی' تو ظاہر ہے کہ اس میں اور اس میں بھی بہت فرق ہے' ان کی نہروں کی بابت لفظ تَجْرِيٰنِ ہے اور یہاں لفظ نَضَّاخَتٰنِ ہے یعنی ابلنے والی اور یہ ظاہر ہے کہ نضخ سے جری یعنی ابلتے سے بہنا بہت برتری والا ہے - حضرت ضحاکؒ فرماتے ہیں یعنی پر ہیں پانی رکتا نہیں' اور لیجئے وہاں فرمایا تھا کہ ہر قسم کے میووں کے جوڑے ہیں اور یہاں فرمایا اس میں میوے اور کھجوریں اور انار ہیں تو ظاہر ہے کہ پہلے کے الفاظ عمومیت لئے ہوئے ہیں وہ قسم کے اعتبار سے اور کمیت کے اعتبار سے بھی اس سے افضلیت رکھتے ہیں کیونکہ یہاں لفظ فاکھہ گونکرہ ہے لیکن سیاق میں اثبات کے ہے' اس لئے عام نہ ہوگا اسی لئے بطور تفسیر کے بعد میں نخل و رمان کہہ دیا - جیسے عطف خاص عام پر ہوتا ہے - امام بخاریؒ وغیرہ کی تحقیق بھی یہی ہے - کھجور اور انار کو خاصتہً اس لئے ذکر کیا کہ اور میووں پر انہیں شرف ہے - مسند عبد بن حمید میں ہے یہودیوں نے آ کر رسول اللہ ﷺ سے دریافت کیا کہ کیا جنت میں میوے ہیں؟ آپ نے اس آیت کی تلاوت کی اور فرمایا ہاں ہیں' انہوں نے پوچھا کیا جنتی دنیا کی طرح وہاں بھی کھائیں گے' پئیں گے؟ آپ نے فرمایا ہاں بلکہ بہت کچھ زیادہ اور بہت کچھ زیادہ - انہوں نے کہا پھر وہاں فضلہ بھی نکلے گا؟ آپ نے فرمایا نہیں نہیں بلکہ پسینہ آ کر سب ہضم ہو جائے گا - ابن ابی حاتم کی ایک مرفوع حدیث میں ہے جنتی کھجور کے درختوں کے ریشے کا جنتیوں کا لباس بنائیں گے - یہ سرخ رنگ سونے کے ہوں گے' اس کے تنے سبز زمرد ین ہوں گے' اس کے پھل شہد سے زیادہ میٹھے اور مکھن سے زیادہ نرم ہوں گے' گٹھلی بالکل نہ ہوگی - ایک اور حدیث میں ہے کہ میں نے جنت کے انار دیکھے اتنے بڑے تھے جیسے اونٹ مع ہودج - خیرات کے معنی بہ کثرت اور بہت حسین' نہایت نیک خلق اور بہتر خلق - ایک مرفوع حدیث میں بھی یہ معنی مروی ہیں -

فِيهِنَّ خَيْرٰتٌ حِسَانٌ ﴿٧٠﴾ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿٧١﴾
حُوْرٌ مَّقْصُوْرٰتٌ فِي الْخِيَامِ ﴿٧٢﴾ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا
تُكَذِّبٰنِ ﴿٧٣﴾ لَمْ يَطْمِثْهُنَّ اِنْسٌ قَبْلَهُمْ وَلَا جَآنٌّ ﴿٧٤﴾
فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿٧٥﴾ مُتَّكِـِٕيْنَ عَلٰى رَفْرَفٍ خُضْرٍ
وَّعَبْقَرِيٍّ حِسَانٍ ﴿٧٦﴾ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿٧٧﴾ تَبٰرَكَ
اسْمُ رَبِّكَ ذِي الْجَلٰلِ وَالْاِكْرَامِ ﴿٧٨﴾

ان میں نیک سیرت، خوبصورت عورتیں ہیں ○ پس تمہارے جھٹلانے کا تعلق اللہ کی کس نعمت کے ساتھ ہے؟ ○ گوری رنگت کی حوریں جنتی خیموں میں محفوظ ہیں ○ پس اے انسانو اور جنو! اب تم اپنے رب کی کس نعمت کا انکار کرو گے؟ ○ ان حوروں سے کوئی انسان یا جن اس سے قبل نہیں ملا ○ پس اپنے پروردگار کی کون سی نعمت کے ساتھ تم کذب کرتے ہو؟ ○ سبز مسندوں اور عمدہ فرشوں پر تکیہ لگائے ہوئے ہوں گے ○ پس اے جنو اور انسانو! تو تم اپنے رب کی کس کس نعمت کو جھٹلاؤ گے؟ ○ تیرے پروردگار کا نام بابرکت ہے جو بزرگی اور انعام والا ہے ○

جنت کی نعمتیں: ☆☆ (آیت: ۷۰-۷۱) ایک اور حدیث میں ہے کہ حور عین جو گانا گائیں گی، ان میں یہ بھی ہوگا ''ہم خوش خلق خوبصورت ہیں جو بزرگ خاوندوں کے لئے پیدا کی گئی ہیں'' - یہ پوری حدیث سورۂ واقعہ کی تفسیر میں ابھی آئے گی، ان شاء اللہ تعالیٰ، یہ لفظ تشدید سے بھی پڑھا گیا ہے- پھر سوال ہوتا ہے کہ اب تم اپنے رب کی کس کس نعمت کی تکذیب کرتے ہو؟ حوریں ہیں جو خیموں میں رہتی سہتی ہیں، یہاں بھی وہی فرق ملاحظہ ہو کہ وہاں تو فرمایا تھا کہ خود وہ حوریں اپنی نگاہ نیچی رکھتی ہیں اور یہاں فرمایا ان کی نگاہیں نیچی کی گئی ہیں- پس اپنے آپ ایک کام کو کرنا اور دوسرے سے کرایا جانا ان دونوں میں کس قدر فرق ہے، گو پردہ دونوں صورتوں میں حاصل ہے-

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں ہر مسلمان کے لئے خیرہ یعنی نیک اور بہترین نورانی حور اور ہر خیرہ کے لئے خیمہ ہے اور ہر خیمہ کے چار دروازے ہیں، جن میں سے ہر روز تحفہ، کرامت، ہدیہ اور انعام آتا رہتا ہے- نہ وہاں کوئی فساد ہے نہ سختی ہے نہ گندگی ہے نہ بدبو ہے، حوروں کی صحبت ہے جو اچھوتے صاف سفید چمکیلے موتیوں جیسی ہیں- صحیح بخاری شریف میں ہے رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں جنت میں ایک خیمہ ہے درمجوف، جس کا عرض ساٹھ میل کا ہے، اس کے ہر ہر کونے میں جنتی کی بیویاں ہیں جو دوسرے کونے والیوں کو نظر نہیں آتیں، مومن ان سب کے پاس آتا جاتا رہے گا- دوسری روایت میں چوڑائی کا تیس میل ہونا مروی ہے- یہ حدیث صحیح مسلم شریف میں بھی ہے- حضرت ابودرداءؓ فرماتے ہیں خیمہ ایک ہی لؤلؤ کا ہے جس میں ستر دروازے موتی کے ہیں- ابن عباسؓ فرماتے ہیں جنت میں ایک خیمہ ہوگا جو ایک موتی کا بنا ہوا ہوگا چار فرسخ چوڑا، جس کے چار ہزار دروازے ہوں گے اور چوکھٹیں سب کی سونے کی ہوں گی-

ایک مرفوع حدیث میں ہے ادنیٰ درجے کے جنتی کے اسی ہزار خادم ہوں گے اور بہتر بیویاں ہوں گی اور لؤلؤ زبرجد کا محل ہوگا جو جابیہ سے صنعاء تک پہنچے- پھر فرماتا ہے ان بے مثل حسینوں کے پنڈے اچھوتے ہیں، کسی جن وانس کا گذران کے پاس نہیں ہوا- پہلے بھی اس قسم کی آیت مع تفسیر گذر چکی ہے ہاں پہلی جنتوں کی حوروں کے اوصاف میں اتنا جملہ وہاں تھا کہ وہ یاقوت و مرجان جیسی ہیں یہاں ان کے لئے یہ نہیں فرمایا گیا، پھر سوال ہوا کہ تمہیں رب کی کس کس نعمت کا انکار ہے؟ یعنی کسی نعمت کا انکار نہ کرنا چاہئے- یہ جنتی سبز رنگ اعلیٰ قیمتی فرشوں

غالیچوں اور تکیوں پر ٹیک لگائے بیٹھے ہوئے ہوں گے تخت ہوں گے اور تختوں پر پاکیزہ اعلیٰ فرش ہوں گے اور بہترین منقش تکیے لگے ہوئے ہوں گے یہ تخت اور یہ فرش اور یہ تکیے جنتی باغیچوں اور ان کی کیاریوں پر ہوں گے اور یہی ان کے فرش ہوں گے کوئی سرخ رنگ ہوگا' کوئی زرد رنگ اور کوئی سبز رنگ' جنتیوں کے کپڑے بھی ایسے ہی اعلیٰ اور بالا ہوں گے' دنیا میں کوئی ایسی چیز نہیں جس سے انہیں تشبیہ دی جاسکے' یہ بستر ے مخملی ہوں گے جو بہت نرم اور بالکل خالص ہوں گے - کئی کئی رنگ کے ملے جلے نقش اون میں بنے ہوئے ہوں گے - ابوعبیدہؒ فرماتے ہیں عبقر ایک جگہ کا نام ہے جہاں منقش بہترین کپڑے بنے جاتے تھے - خلیل بن احمدؒ فرماتے ہیں ہر نفیس اور اعلیٰ چیز کو عرب عبقری کہتے ہیں -

چنانچہ ایک حدیث میں ہے کہ آنحضرت ﷺ نے حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی نسبت فرمایا میں نے کسی عبقری کو نہیں دیکھا جو عمر کی طرح پانی کے بڑے بڑے ڈول کھینچتا ہو' یہاں بھی خیال فرمایئے کہ پہلی دو جنتوں کے فرش و فروش اور وہاں کے تکیوں کی جو صفت بیان کی گئی ہے وہ ان سے اعلیٰ ہے' وہاں بیان فرمایا گیا تھا کہ ان کے استر یعنی اندر کا کپڑا خالص دبیز عمدہ ریشم ہوگا' پھر اوپر کے کپڑے کا بیان نہیں ہوا تھا اس لئے کہ جس کا استر اتنا اعلیٰ ہے اس کے ابرے یعنی اوپر کے کپڑے کا تو کہنا ہی کیا ہے؟ پھر اگلی دو جنتوں کے اوصاف کے خاتمے پر فرمایا تھا کہ اطاعت کا صلہ سوا عنایت کے اور کیا ہوسکتا ہے؟ تو ان اہل جنت کے اوصاف میں احسان کو بیان فرمایا جو اعلیٰ مرتبہ اور غایت ہے' جیسے کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام والی حدیث میں ہے کہ انہوں نے اسلام کے بارے سوال کیا پھر ایمان کے بارے پھر احسان کے بارے' پھر یہ کئی کئی وجوہ ہیں جن سے صاف ثابت ہے کہ پہلے کی دو جنتوں کو ان دو جنتوں پر بہترین فضیلت حاصل ہے - اللہ تعالیٰ کریم و وہاب سے ہمارا سوال ہے کہ وہ ہمیں بھی ان جنتیوں میں سے کرے جو ان دو جنتوں میں ہوں گے جن کے اوصاف پہلے بیان ہوئے ہیں - آمین -

وہی مستحق احترام و اکرام ہے: ☆☆ پھر فرماتا ہے تیرے رب ذوالجلال والاکرام کا نام بابرکت ہے' وہ جلال والا ہے یعنی اس لائق ہے کہ اس کا جلال مانا جائے اور اس کی بزرگی کا پاس کر کے اس کی نافرمانی نہ کی جائے بلکہ کامل اطاعت گذاری کی جائے اور وہ اس قابل ہے کہ اس کا اکرام کیا جائے یعنی اس کی عبادت کی جائے' اس کے سوا دوسرے کی عبادت نہ کی جائے' اس کا شکر کیا جائے ناشکری نہ کی جائے اس کا ذکر کیا جائے اور اسے بھلایا نہ جائے - وہ غفلت اور کبریائی والا ہے - رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ کا اجلال کرو' اس کی عظمت مانو وہ تمہیں بخش دے گا (احمد) اور حدیث میں ہے اللہ تعالیٰ کی عظمت ماننے میں یہ بھی داخل ہے کہ بوڑھے مسلمان کی اور بادشاہ کی اور حامل قرآن کی' جو قرآن میں کمی زیادتی نہ کرتا ہو یعنی نہ اس میں غلو کرتا ہو نہ کمی کرتا ہو' عزت کی جائے -

ابویعلیٰ میں ہے یَا ذَا الْجَلَالِ وَالْاِکْرَامِ کے ساتھ چمٹ جاؤ - ترمذی میں بھی یہ حدیث ہے' امام ترمذیؒ اس کی سند کو غیر محفوظ اور غریب بتلاتے ہیں - مسند احمد میں دوسری سند کے ساتھ یہ حدیث مروی ہے' اس میں یا کا لفظ نہیں' جوہریؒ فرماتے ہیں کہ جب کوئی کسی کو چمٹ جائے اسے تھام لے تو عرب میں کہتے ہیں الظ یعنی لفظ اس حدیث میں آیا ہے' تو مطلب یہ ہے کہ الحاح و خلوص' عاجزی اور مسکینی کے ساتھ ہمیشگی اور لزوم سے دامن خدا میں لٹک جاؤ - صحیح مسلم اور سنن اربعہ میں حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نماز سے سلام پھیرنے کے بعد صرف اتنی ہی دیر بیٹھتے تھے کہ یہ کلمات کہہ لیں اَللّٰھُمَّ اَنْتَ السَّلَامُ وَمِنْكَ السَّلَامُ تَبَارَكْتَ یَا ذَا الْجَلَالِ وَالْاِکْرَامِ -

الحمد للہ اللہ کے فضل و کرم سے سورۂ الرحمٰن کی تفسیر ختم ہوئی - اللہ کا شکر ہے -

تفسیر سورة الواقعه

(تفسیر سورۂ واقعہ) ایک مرتبہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے رسول اللہ ﷺ سے کہا یا رسول اللہ! آپ بوڑھے ہو گئے' آپ نے فرمایا ہاں مجھے سورۂ ہود نے' سورۂ واقعہ نے' سورۂ والمرسلات نے' سورۂ یتساءلون اور سورۂ اذا الشمس کورت نے بوڑھا کر دیا۔ اس حدیث کو امام ترمذی لائے ہیں اور اسے حسن غریب کہتے ہیں حافظ ابن عساکر حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے واقعات میں ایک روایت لائے ہیں کہ جب حضرت عبداللہ بیمار ہوئے جس بیماری سے آپ جاں بر نہ ہوئے' اس بیماری میں حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان کی عیادت کے لئے تشریف لے گئے' پوچھا آپ کو کیا شکوہ ہے؟ فرمایا اپنے گناہوں کا' دریافت کیا خواہش کیا ہے؟ فرمایا اپنے رب کی رحمت کی' پوچھا کسی طبیب کو بھیج دوں؟ فرمایا طبیب نے ہی تو بیمار ڈالا ہے۔ پوچھا کچھ مال بھیج دوں؟ فرمایا مال کی کوئی حاجت نہیں' کہا آپ کے بعد آپ کے بچوں کو کام آئے گا' فرمایا کیا میری بچیوں کی نسبت آپ کو فقیری کا ڈر ہے؟ سنئے میں نے اپنی سب لڑکیوں کو کہہ دیا ہے کہ وہ ہر رات سورۂ واقعہ پڑھ لیا کریں' میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے کہ جو شخص سورۂ واقعہ کو ہر روز پڑھ لیا کرے اس کو ہرگز ہرگز فاقہ نہ پہنچے گا۔ اس واقعہ کے راوی حضرت ابوظبیہ بھی اس سورت کو بلا ناغہ پڑھا کرتے تھے۔ مسند احمد میں ہے حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نمازیں اسی طرح پڑھتے تھے جس طرح تم آج پڑھتے ہو لیکن آپ کی نماز تخفیف والی ہوتی تھی۔ فجر کی نماز میں آپ سورۂ واقعہ اور اسی جیسی سورتیں تلاوت فرمایا کرتے تھے۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

إِذَا وَقَعَتِ الْوَاقِعَةُ ۝١ لَيْسَ لِوَقْعَتِهَا كَاذِبَةٌ ۝٢ خَافِضَةٌ رَّافِعَةٌ ۝٣ إِذَا رُجَّتِ الْأَرْضُ رَجًّا ۝٤ وَبُسَّتِ الْجِبَالُ بَسًّا ۝٥ فَكَانَتْ هَبَاءً مُّنْبَثًّا ۝٦ وَكُنْتُمْ أَزْوَاجًا ثَلٰثَةً ۝٧ فَأَصْحٰبُ الْمَيْمَنَةِ مَا أَصْحٰبُ الْمَيْمَنَةِ ۝٨ وَأَصْحٰبُ الْمَشْئَمَةِ مَا أَصْحٰبُ الْمَشْئَمَةِ ۝٩ وَالسّٰبِقُوْنَ السّٰبِقُوْنَ ۝١٠ أُولٰئِكَ الْمُقَرَّبُوْنَ ۝١١ فِيْ جَنّٰتِ النَّعِيْمِ ۝١٢

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے ○

جب قیامت قائم ہو جائے گی ○ جس کے واقع ہونے میں کوئی جھوٹ نہیں ○ وہ پست کرنے والی اور بلند کرنے والی ہوگی ○ جب کہ زمین زلزلہ کے ساتھ ہلا دی جائے گی ○ اور پہاڑ بالکل ریزہ ریزہ کر دیئے جائیں گے ○ پھر وہ پراگندہ غبار کے ہو جائیں گے ○ اور تم تین جماعتوں میں ہو جاؤ گے ○ پس داہنے ہاتھ والے کیسے اچھے ہیں داہنے ہاتھ والے ○ اور بائیں ہاتھ والے کیا حال ہے بائیں ہاتھ والوں کا ○ اور جو اعلیٰ درجے کے ہیں وہ تو آگے والے ہی ہیں ○ وہ بالکل نزدیکی حاصل کئے ہوئے ہیں ○ آرام دہ جنتوں میں ہیں ○

یقینی امر: ☆☆ (آیت: ۱-۱۲) واقعہ قیامت کا نام ہے کیونکہ اس کا ہونا یقینی امر ہے۔ جیسے اور آیت میں ہے فیومئذ وقعت الواقعة

اس دن ہو پڑنے والی ہو پڑے گی' اس کا واقعہ ہونا حتمی امر ہے' نہ اسے کوئی ٹال سکے نہ ہٹا سکے' وہ اپنے مقررہ وقت پر آ کر ہی رہے گی - جیسے اور آیت میں ہے اِسْتَجِیْبُوْا لِرَبِّکُمْ الخ' اپنے پروردگار کی باتیں مان لو اس سے پہلے کہ وہ دن آئے جسے کوئی دفع کرنے والا نہیں - ایک اور جگہ فرمایا سَاَلَ سَآئِلٌ بِعَذَابٍ وَّاقِعٍ سائل کا سوال اس عذاب سے ہے جو یقیناً آنے والا ہے' جسے کوئی روک نہیں سکتا -

اور آیت میں ہے یَوْمَ یَقُوْلُ کُنْ فَیَکُوْنُ الخ' جس دن اللہ تعالیٰ فرمائے گا ہو جا تو ہو جائے گا' وہ عالم غیب و ظاہر ہے اور وہ حکیم و خبیر ہے' قیامت کاذبہ نہیں یعنی برحق ہے ضرور ہونے والی ہے' اس دن نہ تو دوبارہ آنا ہے نہ وہاں سے لوٹنا ہے نہ واپس آنا ہے' کاذبہ مصدر ہے جیسے عاقبہ اور عافیہ وہ دن پست کرنے والا اور ترقی دینے والا ہے' بہت لوگوں کو نیچوں کا نیچ کر کے جہنم میں پہنچا دے گا جو دنیا میں بڑے ذی عزت و وقعت تھے اور بہت سے لوگوں کو وہ اونچا کر دے گا' اعلیٰ علیین اور جنت نعیم تک پہنچا دے گا گو دنیا میں وہ پست اور بے قدر تھے' دشمنان خدا ذلیل ہو کر جہنمی بن جائیں گے اور اولیاء اللہ عزیز ہو کر جنتی ہو جائیں گے' متکبرین کو وہ ذلیل کر دے گی اور متواضعین کو وہ عزیز کر دے گی' وہ نزدیک و دور والوں کو سنا دے گی اور ہر اک کو چوکنا کر دے گی' وہ نیچا کرے گی اور قریب والوں کو سنائے گی' پھر اونچی ہو گی اور دور والوں کو سنائے گی' زمین ساری کی ساری لرزنے لگے گی' چپہ چپہ کپکپانے لگے گا' طول و عرض زمین میں زلزلہ پڑ جائے گا اور بے طرح ہلنے لگے گی' یہ حالت ہو جائے گی کہ گویا چھلنی میں کوئی چیز ہے جسے کوئی ہلا رہا ہے - اور آیت میں ہے اِذَا زُلْزِلَتِ الْاَرْضُ زِلْزَالَهَا اور جگہ ہے یٰاَیُّهَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّکُمْ اِنَّ زَلْزَلَةَ السَّاعَةِ شَیْئٌ عَظِیْمٌ لوگو! خدا سے ڈرو جو تمہارا رب ہے یقین مانو کہ قیامت کا زلزلہ بہت بڑی چیز ہے - پھر فرمایا کہ پہاڑ اس دن ریزہ ریزہ ہو جائیں گے - اور جگہ الفاظ کَثِیْبًا مَّهِیْلًا آئے ہیں پس وہ مثل غبار پریشان کے ہو جائیں گے جسے ہوا ادھر ادھر بکھیر دے اور کچھ نہ رہے - هَبَاء ان شراروں کو بھی کہتے ہیں جو آگ جلاتے وقت پتنگوں کی طرح اڑتے ہیں' نیچے گرنے پر وہ کچھ نہیں رہتے - مُنْبَث اس چیز کو کہتے ہیں جسے ہوا اوپر کر دے اور پھیلا کر نابود کر دے' جیسے خشک پتوں کے چورے کو ہوا ادھر سے ادھر کر دیتی ہے - اس قسم کی اور آیتیں بھی بہت سی ہیں جن سے ثابت ہے کہ پہاڑ اپنی جگہ سے ٹل جائیں گے' ٹکڑے ہو جائیں گے' پھر ریزہ ریزہ ہو کر بے نام و نشان ہو جائیں گے - لوگ اس دن تین قسموں میں منقسم ہو جائیں گے - ایک جماعت عرش کے دائیں ہو گی اور یہ لوگ وہ ہوں گے جو حضرت آدمؑ کی دائیں کروٹ سے نکلے تھے' نامہ اعمال داہنے ہاتھ دیئے جائیں گے اور دائیں جانب چلائے جائیں گے' یہ جنتیوں کا عام گروہ ہے -

دوسری جماعت عرش کے بائیں جانب ہو گی یہ وہ لوگ ہوں گے جو حضرت آدمؑ کی بائیں کروٹ سے نکالے گئے تھے' انہیں نامہ اعمال بائیں ہاتھ میں دیئے گئے تھے اور بائیں طرف کی راہ پر لگائے گئے تھے - یہ سب جہنمی ہیں' اللہ تعالیٰ ہم سب کو محفوظ رکھے - تیسری جماعت اللہ عزوجل کے سامنے ہو گی یہ خاص الخاص لوگ ہیں' یہ اصحاب یمین سے بھی زیادہ باوقعت اور خاص قرب کے مالک ہیں' یہ اہل جنت کے سردار ہیں' ان میں رسول ہیں' انبیاء ہیں' صدیق و شہداء ہیں - یہ تعداد میں بہ نسبت دائیں ہاتھ والوں کے کم ہیں - پس یہ تین قسم تمام اہل محشر کی ہو جائے گی جیسے کہ اس سورت کے آخر میں بھی اختصار کے ساتھ ان کی یہی تقسیم کی گئی ہے - اسی طرح سورۂ ملائکہ میں فرمایا ہے ثُمَّ اَوْرَثْنَا الْکِتٰبَ الَّذِیْنَ اصْطَفَیْنَا مِنْ عِبَادِنَا فَمِنْهُمْ ظَالِمٌ لِّنَفْسِهٖ وَمِنْهُمْ مُّقْتَصِدٌ وَمِنْهُمْ سَابِقٌۢ بِالْخَیْرٰتِ بِاِذْنِ اللّٰهِ یعنی پھر ہم نے اپنی کتاب کا وارث اپنے چیدہ بندوں کو بنایا' پس ان میں سے بعض تو اپنے اوپر ظلم کرنے والے ہیں اور بعض میانہ روش ہیں اور بعض اللہ کے حکم سے نیکیوں کی طرف آگے بڑھنے والے ہیں - پس یہاں بھی تین قسمیں ہیں - یہ اس وقت جبکہ ظَالِمٌ لِّنَفْسِهٖ کی وہ تفسیر لیں

جو اس کے مطابق ہے۔ ورنہ ایک دوسرا قول بھی ہے جو اس آیت کی تفسیر کے موقع پر گذر چکا۔ حضرت ابن عباسؓ وغیرہ بھی یہی فرماتے ہیں۔ دو گروہ تو جنتی اور ایک جہنمی۔ ابن ابی حاتم کی حدیث میں ہے رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں وَاِذَا النُّفُوْسُ زُوِّجَتْ جب لوگوں کے جوڑے ملائے جائیں' فرمایا قسم قسم کے یعنی ہر عمل کے عامل کی ایک جماعت' جیسے اللہ تعالیٰ نے فرمایا تم تین قسم پر ہو جاؤ گے یعنی اصحاب یمین' اصحاب شمال اور سابقین۔ مسند احمد میں ہے حضورؐ اس آیت کی تلاوت کی اور اپنے دونوں ہاتھوں کی مٹھیاں بند کر لیں اور فرمایا یہ جنتی ہیں مجھے کوئی پرواہ نہیں' یہ سب جہنمی ہیں اور مجھے کوئی پرواہ نہیں۔ مسند احمد میں ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جانتے ہو اللہ تعالیٰ کے سائے کی طرف قیامت کے دن سب سے پہلے کون لوگ جائیں گے؟ انہوں نے کہا کہ اللہ اور رسول خوب جانتے ہیں۔ آپ نے فرمایا وہ لوگ جو جب اپنا حق دیئے جائیں قبول کر لیں اور جو حق ان پر ہو جب مانگا جائے ادا کر دیں اور لوگوں کے لئے بھی وہی حکم کریں جو خود اپنے لئے کرتے ہیں۔ سابقون کون لوگ ہیں؟ اس کے بارے میں بہتیرے اقوال ہیں مثلاً انبیاء' اہل علیین' حضرت یوشع بن نونؑ جو حضرت موسیٰ پر سب سے پہلے ایمان لائے تھے' وہ مومن جن کا ذکر سورۂ یٰسین میں ہے جو حضرت عیسیٰؑ پر پہلے ایمان لائے تھے' حضرت علی بن ابی طالبؓ جو محمد رسول اللہ ﷺ کی طرف سبقت کر گئے تھے' وہ لوگ جنہوں نے دونوں قبلوں کی طرف نماز پڑھی تھی' ہر امت کے وہ لوگ جو اپنے اپنے نبیوں پر پہلے پہل ایمان لائے تھے' وہ لوگ جو مسجد میں سب سے پہلے جاتے ہیں' جو جہاد میں سب سے آگے نکلتے ہیں۔ یہ سب اقوال دراصل صحیح ہیں یعنی یہ سب لوگ سابقون ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے فرمان کو آگے بڑھ کر دوسروں پر سبقت کر کے قبول کرنے والے سب اس میں داخل ہیں' قرآن کریم میں اور جگہ ہے سَارِعُوْٓا اِلٰى مَغْفِرَةٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ الخ' اپنے رب کی بخشش اور اس جنت کی طرف جلدی کرو' جس کا عرض مثل آسمان و زمین کے ہے پس جس شخص نے اس دنیا میں نیکیوں کی طرف سبقت کی وہ آخرت میں خدا کی نعمتوں کی طرف بھی سابق ہی رہے گا' ہر عمل کی جزا اسی جنس سے ہوتی ہے' جیسا جو کرتا ہے ویسا ہی پاتا ہے' اسی لئے یہاں انکی نسبت فرمایا گیا یہ مقربین خدا ہیں' یہ نعمتوں والی جنت میں ہیں۔

ابن ابی حاتم میں حضرت عبداللہ بن عمروؓ سے مروی ہے کہ فرشتوں نے درگاہ خدا میں عرض کی کہ پروردگار تو نے ابن آدم کے لئے تو دنیا بنا دی ہے' وہ وہاں کھاتے پیتے ہیں اور بیوی بچوں سے لطف اٹھاتے ہیں پس ہمارے لئے آخرت کر دے' جواب ملا کہ میں ایسا نہیں کروں گا' انہوں نے تین مرتبہ یہی دعا کی پس خدا تعالیٰ نے فرمایا میں نے جسے اپنے ہاتھ سے پیدا کیا' اسے ان جیسا ہرگز نہ کروں گا جنہیں میں نے صرف لفظ کن سے پیدا کیا۔ حضرت امام دارمی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اس اثر کو اپنی کتاب الرد علی الجہمیہ میں وارد کیا ہے' اس کے الفاظ یہ ہیں کہ اللہ عزوجل نے فرمایا جسے میں نے اپنے ہاتھ سے پیدا کیا ہے اس کی نیک اولاد کو میں اس جیسا نہ کروں گا جسے میں نے کہا ہو جا تو وہ ہو گیا۔

بہت بڑا گروہ تو اگلے لوگوں میں سے ہوگا ○ اور تھوڑے سے پچھلے لوگوں میں سے ○ یہ لوگ سونے کی تاروں سے بنے ہوئے ○ تختوں پر ایک دوسرے کے سامنے تکیہ لگائے بیٹھے ہوں گے ○ ان کے پاس ایسے لڑکے جو ہمیشہ لڑکے ہی رہیں گے ○ آمد و رفت کریں گے' آبخورے اور آفتابے لے کر اور ایسا جام لے کر جو بہتی ہوئی شراب سے پر ہو ○

مقربین کون ہیں؟ اور اولین کون؟: ☆☆ (آیت: ۱۳-۱۸) ارشاد ہوتا ہے کہ مقربین خاص بہت سے پہلے کے ہیں اور کچھ پچھلوں

میں سے بھی ہیں- ان اولین و آخرین کی تفسیر میں کئی قول ہیں مثلاً اگلی امتوں میں سے اور اس امت میں سے امام ابن جریرؒ اسی قول کو پسند کرتے ہیں اور اس حدیث کو بھی اس قول کی پختگی میں پیش کرتے ہیں کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا ہم پچھلے ہیں اور قیامت کے دن پہلے ہیں اور اس قول کی تائید ابن ابی حاتم کی اس روایت سے بھی ہو سکتی ہے کہ جب یہ اتری' اصحاب رسول پر بھاری پڑا' پس یہ آیت اتری ثُلَّةٌ مِّنَ الْاَوَّلِيْنَ وَثُلَّةٌ مِّنَ الْاٰخِرِيْنَ تو آنحضرت ﷺ نے فرمایا مجھے امید ہے کہ کل اہل جنت کی چوتھائی تم ہو بلکہ تہائی تم ہو بلکہ آدھوں آدھ تم ہو' تم آدھی جنت کے مالک ہو گے اور باقی آدھی تمام امتوں میں تقسیم ہو گی جن میں تم بھی شریک ہو- یہ حدیث مسند احمد میں بھی ہے- ابن عساکر میں ہے حضرت عمرؓ نے اس آیت کو سن کر حضور کی خدمت میں عرض کیا کہ یا رسول اللہ! کیا اگلی امتوں میں سے بہت لوگ سابقین میں داخل ہوں گے اور ہم میں سے کم لوگ؟ اس کے ایک سال کے بعد یہ آیت نازل ہوئی کہ اگلوں میں سے بھی بہت اور پچھلوں میں سے بھی بہت- حضورؐ نے حضرت عمرؓ کو بلا کر کہا سنو حضرت آدمؑ سے لے کر مجھ تک ثلۃ ہے اور صرف میری امت ثلہ ہے- ہم اپنے ثلہ کو پورا کرنے کے لئے ان حبشیوں کو بھی لے لیں گے جو اونٹ کے چرواہے ہیں مگر اللہ تعالیٰ کے واحد اور لاشریک ہونے کی شہادت دیتے ہیں- لیکن اس روایت کی سند میں نظر ہے ہاں بہت سندوں کے ساتھ حضور کا یہ فرمان ثابت ہے کہ مجھے امید ہے کہ تم اہل جنت کی چوتھائی ہو آخر تک- پس الحمد للہ یہ ایک بہترین خوشخبری ہے- امام ابن جریرؒ نے جس قول کو پسند فرمایا ہے اس میں ذرا غور کرنے کی ضرورت ہے بلکہ دراصل یہ قول بہت کمزور ہے- کیونکہ الفاظ قرآن سے اس امت کا اور تمام امتوں سے افضل و اعلیٰ ہونا ثابت ہے پھر کیسے ہو سکتا ہے کہ مقربین بارگاہ صمدیت اور امتوں میں سے تو بہت سے ہوئے اور اس بہترین امت میں سے کم ہوں' ہاں یہ توجیہ ہو سکتی ہے کہ ان تمام امتوں کے مقرب مل کر صرف اس ایک امت کے مقربین کی تعداد سے بڑھ جائیں- لیکن بہ ظاہر تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ کل امتوں کے مقربین سے صرف اس امت کے مقربین کی تعداد زیادہ ہو گی- آگے اللہ کو علم ہے- دوسرا قول اس جملہ کی تفسیر میں یہ ہے کہ اس امت کے شروع زمانے کے لوگوں میں سے مقربین کی تعداد بہت زیادہ ہے اور بعد کے لوگوں میں کم- یہی قول راجح ہے-

چنانچہ حضرت حسنؒ سے مروی ہے کہ آپ نے اس آیت کی تلاوت کی اور فرمایا سابقین تو گذر چکے' اے اللہ! تو ہمیں اصحاب یمین میں کر دے- ایک اور روایت میں ہے کہ آپ نے فرمایا اس امت میں سے جو گذر چکے ان میں مقربین بہت تھے- امام ابن سیرینؒ بھی یہی فرماتے ہیں کوئی شک نہیں کہ ہر امت میں یہی ہوتا چلا آیا ہے کہ شروع میں بہت سے مقربین ہوتے ہیں اور بعد والوں میں یہ تعداد کم ہو جاتی ہے' تو یہ بھی ممکن ہے کہ مراد یونہی ہو یعنی ہر امت کے اگلے لوگ سبقت کرنے والے زیادہ ہوتے ہیں بہ نسبت ہر امت کے پچھلے لوگوں کے' چنانچہ صحاح وغیرہ کی حدیثوں سے ثابت ہے کہ حضورؐ نے فرمایا سب زمانوں میں بہتر زمانہ میرا زمانہ ہے پھر اس کے بعد والا پھر اس کی متصل- ہاں ایک حدیث میں یہ بھی آیا ہے کہ میری امت کی مثال بارش جیسی ہے' نہ معلوم کہ شروع زمانے کی بارش بہتر ہو یا آخر زمانے کی' تو یہ حدیث جب کہ اس کی اسناد کو صحت کا حکم دے دیا جائے محمول ہے اس امر پر کہ جس طرح دین کو شروع کے لوگوں کی ضرورت تھی جو اس کی تبلیغ اپنے بعد والوں کو کریں اسی طرح آخر میں بھی اسے قائم رکھنے والوں کی ضرورت ہے جو لوگوں کو سنت رسول پر جمائیں' اس کی روایتیں کریں' اسے لوگوں پر ظاہر کریں لیکن فضیلت اول والوں کی ہی رہے گی- ٹھیک اسی طرح جس طرح کھیت کو شروع بارش کی اور آخری بارش کی ضرورت ہوتی ہے لیکن بڑا فائدہ ابتدائی بارش سے ہی ہوتا ہے اس لئے کہ اگر شروع شروع بارش نہ ہو تو دانے اگیں ہی نہیں' نہ ان کی جڑیں جمیں- اسی لئے حضورؐ فرماتے ہیں ایک جماعت میری امت میں سے ہمیشہ حق پر رہ کر غالب رہے گی' ان کے دشمن انہیں ضرر نہ پہنچا سکیں گے' ان کے مخالف انہیں رسوا اور پست نہ کر سکیں گے یہاں تک کہ قیامت قائم ہو جائے گی اور وہ اس طرح ہوں-

الغرض یہ امت باقی تمام امتوں سے افضل واشرف ہے اور اس میں مقربین خدا بہ نسبت اور امتوں کے بہت ہیں اور بہت بڑے مرتبے والے کیونکہ دین کے کامل ہونے اور نبی کے عالی مرتبہ ہونے کے لحاظ سے یہ سب بہتر ہیں ۔ تواتر کے ساتھ یہ حدیث ثبوت کو پہنچ چکی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اس امت میں سے ستر ہزار لوگ بغیر حساب کے جنت میں جائیں گے اور ہر ہزار کے ساتھ ستر ہزار اور ہوں گے ۔ طبرانی میں ہے اس کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے تم میں سے ایک بہت بڑی جماعت قیامت کے روز کھڑی کی جائے گی جو اس قدر بڑی اور گنتی میں زائد ہوگی کہ گویا رات آ گئی ' زمین کے تمام کناروں کو گھیر لے گی ' فرشتے کہنے لگیں گے سب نبیوں کے ساتھ جتنے لوگ آئے ہیں ان سے بہت ہی زیادہ محمد ﷺ کے ساتھ ہیں ۔

مناسب مقام یہ ہے کہ بہت بڑی جماعت اگلوں میں سے اور بہت ہی بڑی پچھلوں میں سے' والی آیت کی تفسیر کے موقع پر یہ حدیث ذکر کر دی جائے جو حافظ ابوبکر بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے دلائل النبوۃ میں وارد کی ہے کہ رسول ﷺ جب صبح کی نماز پڑھتے پاؤں موڑے ہوئے ہی ستر مرتبہ یہ پڑھتے سُبْحَانَ اللّٰهِ وَ بِحَمْدِهٖ اَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ تَوَّابًا پھر فرماتے ستر کے بدلے سات سو ہیں' جس کے ایک دن کے گناہ سات سو سے بھی بڑھ جائیں وہ بے خبر ہے ' پھر دو مرتبہ اسی کو فرماتے ' پھر لوگوں کی طرف منہ کر کے بیٹھتے اور چونکہ حضور کو خواب اچھا معلوم ہوتا تھا اس لئے پوچھتے کہ کیا تم میں سے کسی نے کوئی خواب دیکھا ہے؟ ابوزمل کہتے ہیں ایک دن اسی طرح حسب عادت آپ نے دریافت فرمایا تو میں نے کہا ہاں یارسول اللہ میں نے ایک خواب دیکھا ہے ' فرمایا خدا خیر سے ملائے شر سے بچائے ' ہمارے لئے بہتر بنائے اور ہمارے دشمنوں کے لئے بدتر بنائے ' ہر قسم کی تعریفوں کا مستحق وہ اللہ ہے جو تمام جہانوں کا پالنے والا ہے ' اپنا خواب بیان کرو ۔ میں نے کہا یارسول اللہ ﷺ میں نے دیکھا کہ ایک راستہ ہے کشادہ آسان نرم اور صاف اور بیشمار لوگ اس راستے میں چلے جا رہے ہیں ' یہ راستہ جاتے جاتے ایک سرسبز باغ کو نکلتا ہے کہ میری آنکھوں نے ایسا لہلہاتا ہوا ہرا بھرا باغ کبھی نہیں دیکھا ' پانی ہر سو رواں ہے ' سبزے سے پٹا پڑا ہے ' انواع واقسام کے درخت خوشنما پھلے پھولے کھڑے ہیں ' اب میں نے دیکھا کہ پہلی جماعت جو آئی اور اس باغ کے پاس پہنچی تو انہوں نے اپنی سواریاں تیز کر لیں ' دائیں بائیں نہیں گئے اور تیز رفتاری کے ساتھ یہاں سے گذر گئے ۔

پھر دوسری جماعت آئی جو تعداد میں بہت زیادہ تھی جب یہاں پہنچے تو بعض لوگوں نے اپنے جانوروں کو چرانا چگانا شروع کیا اور بعضوں نے کچھ لے لیا اور چل دیئے ' پھر تو بہت سارے لوگ آئے جب ان کا گذر ان گل وگلزار پر ہوا تو یہ تو پھول گئے اور کہنے لگے یہ سب سے اچھی جگہ ہے ' گویا میں انہیں دیکھ رہا ہوں کہ وہ دائیں بائیں جھک پڑے ' میں نے یہ دیکھا لیکن میں آپ تو چلتا ہی رہا جب دور نکل گیا تو میں نے دیکھا کہ ایک منبر سات سیڑھیوں کا بچھا ہوا ہے اور آپ اس کے اعلیٰ درجہ پر تشریف فرما ہیں اور آپ کی دائیں جانب ایک صاحب ہیں گندم گوں رنگ بھری انگلیوں والے ' دراز قد ' جب کلام کرتے ہیں تو سب خاموشی سے سنتے ہیں اور لوگ اونچے ہو ہو کر توجہ سے ان کی باتیں سنتے ہیں اور آپ کی بائیں طرف ایک شخص ہیں بھرے جسم کے درمیانہ قد کے ' جن کے چہرہ پر بکثرت تل ہیں ' ان کے بال گویا پانی سے تر ہیں ' جب وہ بات کرتے ہیں تو ان کے اکرام کی وجہ سے سب لوگ جھک جاتے ہیں پھر اس سے آگے ایک شخص ہیں جو اخلاق وعادات میں اور چہرے نقشے میں بالکل آپ سے مشابہت رکھتے ہیں ' آپ لوگ سب ان کی طرف پوری توجہ کرتے ہیں اور ان کا ارادہ رکھتے ہیں ۔ ان سے آگے ایک دبلی پتلی بڑھیا اونٹنی ہے ۔ میں نے دیکھا کہ گویا آپ اسے اٹھا رہے ہیں ' یہ سن کر حضور کا رنگ متغیر ہو گیا تھوڑی دیر میں آپ کی یہ حالت بدل گئی اور آپ نے فرمایا سیدھے سچے اور صحیح راستے سے مراد تو وہ دین ہے جسے میں لے کر خدا کی طرف آیا ہوں اور جس ہدایت پر تم ہو ' ہرا بھرا سبز باغ جو تم نے دیکھا ہے وہ دنیا ہے اور اس کی عیش وعشرت کا دل لبھانے والا سامان ' میں اور میرے اصحاب تو اس سے گذر جائیں

گے، نہ ہم اس میں مشغول ہوں گے نہ وہ ہمیں چمٹے گی، نہ ہمارا تعلق اس سے ہوگا نہ اس کا تعلق ہم سے نہ ہم اس کی چاہت کریں گے نہ وہ ہمیں لپٹے گی، پھر ہمارے بعد دوسری جماعت آئے گی جو ہم سے تعداد میں بہت زیادہ ہوگی ان میں سے بعض تو اس دنیا میں پھنس جائیں گے اور بعض بقدر حاجت لے لیں گے اور چل دیں گے اور نجات پالیں گے، پھر ان کے بعد زبردست جماعت آئے گی جو اس دنیا میں بالکل متغرق ہو جائے گی اور دائیں بائیں بہک جائے گی، فانا للہ وانا الیہ راجعون - اب رہے تم سو تم اپنی سیدھی راہ چلتے رہو گے یہاں تک کہ مجھ سے تمہاری ملاقات ہو جائے گی، جس منبر کے آخری ساتویں درجہ پر تم نے مجھے دیکھا اس کی تعبیر یہ ہے کہ دنیا کی عمر سات ہزار سال کی ہے، میں آخری ہزارویں سال میں ہوں، میرے دائیں جس گندمی رنگ موٹی ہتھیلی والے انسان کو تم نے دیکھا وہ حضرت موسیٰ علیہ السلام ہیں، جب وہ کلام کرتے ہیں تو لوگ اونچے ہو جاتے ہیں اس لئے کہ انہیں اللہ تعالیٰ سے شرف ہمکلامی ہو چکا ہے اور جنہیں تم نے میرے بائیں دیکھا جو درمیانہ قد کے بھرے جسم کے بہت سے تلوں والے تھے جن کے بال پانی سے تر نظر آتے تھے وہ حضرت عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام ہیں، چونکہ ان کا اکرام اللہ تعالیٰ نے کیا ہے ہم سب بھی ان کی بزرگی کرتے ہیں اور جن شیخ کو تم نے بالکل مجھ سا دیکھا وہ ہمارے باپ حضرت ابراہیم علیہ السلام ہیں، ہم سب ان کا قصد کرتے ہیں اور ان کی اقتدا اور تابعداری کرتے ہیں اور جس اونٹنی کو تم نے دیکھا کہ میں اسے کھڑی کر رہا ہوں اس سے مراد قیامت ہے جو میری امت پر قائم ہوگی نہ میرے بعد کوئی نبی ہے نہ میری امت کے بعد کوئی امت ہے - فرماتے ہیں اس کے بعد رسول اللہ ﷺ نے یہ پوچھنا چھوڑ دیا کہ کسی نے خواب دیکھا ہے؟ ہاں اگر کوئی شخص اپنے آپ اپنا خواب بیان کر دے تو حضور تعبیر دے دیا کرتے تھے - ان کے بیٹھنے کے تخت اور آرام کرنے کے پلنگ سونے کے تاروں سے بنے ہوئے ہوں گے جن میں جگہ بہ جگہ موتی ٹکے ہوئے ہوں گے، درو یاقوت جڑے ہوئے ہوں گے - یہ فعیل معنیٰ میں مفعول کے ہے اسی لئے اونٹنی کے پیٹ کے نیچے والے کو وضین کہتے ہیں - سب کے منہ آپس میں ایک دوسرے کے سامنے ہوں گے کوئی کسی کی طرف پیٹھ دیئے ہوئے نہ ہوگا، وہ علماء ان کی خدمت گذاری میں مشغول ہوں گے جو عمر میں ویسے ہی چھوٹے رہیں گے نہ بڑے ہوں نہ بوڑھے ہوں نہ ان میں تغیر و تبدل آئے - اکواب کہتے ہیں ان کوزوں کو جن کی ٹونٹی اور پکڑنے کی چیز نہ ہو اور اباریق وہ آفتابے جو ٹونٹی دار اور پکڑے جانے کے قابل ہوں - یہ سب شراب کی جاری نہر سے چھلکتے ہوئے ہوں گے، جو شراب نہ ختم ہو نہ کم ہو کیونکہ اس کے چشمے بہ رہے ہیں، جام چھلکتے ہوئے ہر وقت اپنے نازک ہاتھوں میں لئے ہوئے یہ گل اندام ساقی ادھر ادھر گشت کر رہے ہوں گے -

لَّا يُصَدَّعُونَ عَنْهَا وَلَا يُنزِفُونَ ﴿١٩﴾ وَفَاكِهَةٍ مِّمَّا يَتَخَيَّرُونَ ﴿٢٠﴾ وَلَحْمِ طَيْرٍ مِّمَّا يَشْتَهُونَ ﴿٢١﴾

جس سے نہ سر میں درد ہو نہ عقل میں فتور آئے ○ اور ایسے میوے لئے ہوئے جو ان کی پسند کے ہوں ○ اور پرندوں کے گوشت جو انہیں مرغوب ہوں ○

جنت کی نعمتیں: ☆☆ (آیت: ۱۹-۲۱) اس شراب سے نہ انہیں دردسر ہو نہ ان کی عقل زائل ہو بلکہ باوجود پورے سرور اور کیف کے عقل و حواس اپنی جگہ قائم رہیں گے اور کامل لذت حاصل ہوگی - شراب میں چار صفتیں ہیں نشہ، سردرد، قے اور پیشاب - پس پروردگار عالم نے جنت کی شراب کا ذکر کر کے ان چاروں نقصانوں کی نفی کر دی کہ وہ شراب ان نقصانات سے پاک ہے - پھر قسم قسم کے میوے اور طرح طرح کے پرندوں کے گوشت انہیں ملیں گے، جس میوے کو جی چاہے اور جس طرف کے گوشت کی طرف دل کی رغبت ہو موجود ہو جائے گا، یہ تمام چیزیں لئے ہوئے ان کے سلیقہ شعار خدام ہر وقت ان کے اردگرد گھومتے رہیں گے تا کہ جس چیز کی جب کبھی خواہش ہو لے لیں - اس آیت میں

دلیل ہے کہ آدمی میوے چن چن کر اپنی خواہش کے مطابق کھا سکتا ہے-

مسند ابو یعلیٰ موصلی میں ہے حضرت عکراش بن ذویب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں اپنی قوم کے صدقہ کے مال لے کر رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا- آپ مہاجرین اور انصار میں تشریف فرما تھے' میرے ساتھ زکوٰۃ کے بہت سے اونٹ تھے گویا کہ وہ ریت کے درختوں کے چرائے ہوئے نوجوان اونٹ ہیں' آپ نے فرمایا تم کون ہو؟ میں نے کہا عکراش بن ذویب' فرمایا اپنا نسب نامہ دور تک بیان کر دو' میں نے مرہ بن دبیک تک کہہ سنایا اور ساتھ ہی کہا کہ زکوٰۃ مرہ بن عبید کی ہے- پس حضور مسکرائے اور فرمانے لگے یہ میری قوم کے اونٹ ہیں' یہ میری قوم کے صدقہ کا مال ہے' پھر حکم دیا کہ صدقے کے اونٹوں کے نشان ان پر کر دو اور ان کے ساتھ انہیں بھی ملا دو' پھر میرا ہاتھ پکڑ کر ام المؤمنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے گھر تشریف لائے اور فرمایا کچھ کھانے کو ہے؟ جواب ملا کہ ہاں چنانچہ ایک بڑے لگن میں چوری ہوئی روٹی آئی آپ نے اور میں نے کھانا شروع کیا- میں ادھر ادھر سے نوالے لینے لگا- آپ نے اپنے ہاتھ سے میرا داہنا ہاتھ تھام لیا اور فرمایا اے عکراش! یہ تو ایک قسم کا کھانا ہے ایک جگہ سے کھاؤ- پھر ایک سینی تر کھجوروں کی یا خشک کھجوروں کی آئی' میں نے صرف میرے سامنے جو تھیں انہیں کھانا شروع کیا ہاں رسول اللہ ﷺ سینی کے ادھر ادھر سے جہاں سے جو پسند آتی تھی لے لیتے تھے اور مجھ سے بھی فرمایا اے عکراش! اس میں ہر طرح کی کھجوریں ہیں' جہاں سے چاہو کھاؤ' جس قسم کی کھجور چاہو لے لو' پھر پانی آیا پس حضورؐ نے اپنے ہاتھ دھوئے اور وہی تر ہاتھ اپنے چہرے پر اور دونوں بازوؤں پر اور سر پر تین دفعہ پھیر لئے اور فرمایا اے عکراش! یہ وضو ہے اس چیز سے جسے آگ نے متغیر کیا ہو- (ترمذی اور ابن ماجہ) امام ترمذیؒ اسے غریب بتلاتے ہیں- مسند احمد میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ کو خواب پسند تھا' بسا اوقات آپ پوچھ لیا کرتے تھے کہ کسی نے خواب دیکھا ہے؟ اگر کوئی ذکر کرتا اور پھر حضورؐ اس خواب سے خوش ہوتے تو اسے بہت اچھا لگتا- ایک مرتبہ ایک عورت آپ کے پاس آئیں اور کہا یا رسول اللہ! میں نے آج رات ایک خواب دیکھا ہے کہ گویا میرے پاس کوئی آیا اور مجھے مدینہ سے لے چلا اور جنت میں پہنچا دیا' پھر میں نے ایک دھماکا سنا جس سے جنت میں ہل چل مچ گئی' میں نے جو نظر اٹھا کر دیکھا تو فلاں بن فلاں اور فلاں بن فلاں کو دیکھا' بارہ شخصوں کے نام لئے انہی بارہ شخصوں کا ایک لشکر بنا کر آنحضرت ﷺ نے کئی دن ہوئے ایک مہم پر روانہ کیا ہوا تھا- فرماتی ہیں' انہیں لایا گیا یہ اطلس کے کپڑے پہنے ہوئے تھے' ان کی رگیں جوش مار رہی تھیں' حکم ہوا کہ انہیں نہر بیدج میں لے جاؤ یا بیذخ کہا' جب ان لوگوں نے اس نہر میں غوطہ لگایا تو ان کے چہرے چودھویں رات کے چاند کی طرح چمکنے لگ گئے پھر ایک سونے کی سینی میں گدری کھجوریں آئیں جو انہوں نے اپنی حسب منشا کھائیں اور ساتھ ہی ہر طرح کے میوے جو چوطرف چنے ہوئے تھے' جس میوے کو ان کا جی چاہتا تھا لیتے تھے اور کھاتے تھے میں نے بھی ان کے ساتھ شرکت کی اور وہ میوے کھائے' مدت کے بعد ایک قاصد آیا اور کہا فلاں فلاں اشخاص جنہیں آپ نے لشکر میں بھیجا تھا شہید ہو گئے' ٹھیک بارہ شخصوں کے نام لئے اور یہ وہی نام تھے جنہیں اس بیوی صاحبہ نے اپنے خواب میں دیکھا تھا- حضورؐ نے ان نیک بخت صحابیہؓ کو پھر بلوایا اور فرمایا اپنا خواب دوبارہ بیان کرو' اس نے پھر بیان کیا اور انہی لوگوں کے نام لئے جن کے نام قاصد نے لئے تھے- طبرانی میں ہے کہ جنتی جس میوے کو درخت سے توڑے گا' وہیں اس جیسا اور پھل لگ جائے گا-

مسند احمد میں ہے کہ جنتی پرند بختی اونٹ کے برابر ہیں جو جنت میں چرتے چگتے رہتے ہیں- حضرت صدیقؓ نے کہا یا رسول اللہ! یہ پرند تو نہایت ہی مزے کے ہوں گے' آپ نے فرمایا ان کے کھانے والے ان سے بھی زیادہ ناز و نعمت والے ہوں گے- تین مرتبہ یہی جملہ ارشاد فرما کر پھر فرمایا مجھے خدا سے امید ہے کہ اے ابوبکرؓ! تم ان میں سے ہو جو ان پرندوں کا گوشت کھائیں گے- حافظ ابو عبداللہ مصریؒ کی کتاب صفۃ

الجنۃ میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے سامنے طوبیٰ کا ذکر ہوا پس حضورؐ نے حضرت صدیق اکبرؓ سے دریافت فرمایا کہ جانتے ہو طوبیٰ کیا ہے؟ آپ نے جواب دیا اللہ اور اس کے رسول کو پورا علم ہے۔ آپ نے فرمایا جنت کا ایک درخت ہے جس کی طولانی کا علم بجز خدا کے اور کسی کو نہیں' اس کی ایک ایک شاخ تلے تیز سوار ستر ستر سال تک چلا جائے پھر بھی اس کا سایہ ختم نہ ہو' اس کے پتے بڑے چوڑے ہیں' ان پر بختی اونٹ کے برابر پرند آ کر بیٹھتے ہیں۔ ابوبکر نے فرمایا پھر تو یہ پرند بڑی ہی نعمتوں والے ہوں گے' آپ نے فرمایا ان سے زیادہ نعمتوں والے ان کے کھانے والے ہوں گے اور ان شاء اللہ تم بھی انہی میں سے ہو۔ حضرت قتادہؒ سے بھی یہ پچھلا حصہ مروی ہے۔ ابن ابی الدنیا میں حدیث ہے کہ حضورؐ سے کوثر کی بابت سوال ہوا تو آپ نے فرمایا وہ جنتی نہر ہے جو مجھے اللہ عزوجل نے عطا فرمائی ہے' دودھ سے زیادہ سفید اور شہد سے زیادہ میٹھا اس کا پانی ہے' اس کے کنارے بختی اونٹوں کی گردنوں جیسے پرند ہیں۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا وہ پرند تو بڑے مزے میں ہیں۔ آپ نے فرمایا ان کا کھانے والا ان سے زیادہ مزے میں ہے۔ (ترمذی)

امام ترمذیؒ اسے حسن کہتے ہیں۔ ابن ابی حاتم میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں جنت میں ایک پرند ہے جس کے ستر ہزار پر ہیں' جنتی کے دسترخوان پر وہ آئے گا' ہر پر سے اس کے ایک قسم نکلے گی جو دودھ سے زیادہ سفید اور مکھن سے زیادہ نرم اور شہد سے زیادہ میٹھی' پھر دوسرے پر سے دوسری قسم نکلے گی اسی طرح ہر پر سے ایک دوسرے سے جداگانہ' پھر وہ پرند اڑ جائے گا۔ یہ حدیث بہت ہی غریب ہے اور اس کے راوی رصافی اور ان کے استاد دونوں ضعیف ہیں۔ ابن ابی حاتم میں حضرت کعبؓ سے مروی ہے کہ جنتی پرند مثل بختی اونٹوں کے ہیں جو جنت کے پھل کھاتے ہیں اور جنت کی نہروں کا پانی پیتے ہیں' جنتیوں کا دل جس پرند کے کھانے کو چاہے گا وہ اس کے سامنے آ جائے گا' وہ جتنا چاہے گا جس پہلو کا گوشت پسند کرے گا کھائے گا' پھر وہ پرند اڑ جائے گا اور جیسا تھا ویسا ہی ہو گا۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں جنت کے جس پرند کو تو چاہے گا وہ بھنا بھنایا تیرے سامنے آ جائے گا۔

وَحُورٌ عِينٌ ﴿٢٢﴾ كَأَمْثَالِ اللُّؤْلُؤِ الْمَكْنُونِ ﴿٢٣﴾ جَزَاءً بِمَا كَانُوا يَعْمَلُونَ ﴿٢٤﴾ لَا يَسْمَعُونَ فِيهَا لَغْوًا وَلَا تَأْثِيمًا ﴿٢٥﴾ إِلَّا قِيلًا سَلَامًا سَلَامًا ﴿٢٦﴾

اور گوری گوری بڑی بڑی آنکھوں والی حوریں ○ جو اچھوتے موتیوں کی طرح ہیں ○ یہ صلہ ہے ان کے اعمال کا ○ نہ وہ وہاں بکواس سنیں گے اور نہ گناہ کی بات ○ صرف سلام ہی سلام کی آواز ہو گی ○

(آیت: ۲۲-۲۶) حور کی دوسری قرات رے کے زیر سے بھی ہے۔ پیش سے تو یہ مطلب ہے کہ جنتیوں کے لئے حوریں ہوں گی اور زیر سے یہ مطلب ہے کہ گویا اگلے اعراب کی ماتحتی میں یہ اعراب بھی ہے' جیسے وَامْسَحُوا بِرُءُوسِكُمْ وَأَرْجُلِكُمْ میں زبر کی قرائت ہے اور جیسے کہ عٰلِيَهُمْ ثِيَابُ سُنْدُسٍ خُضْرٌ وَّاِسْتَبْرَقٌ میں اور یہ معنی بھی ہو سکتے ہیں کہ غلمان اپنے ساتھ حوریں بھی لئے ہوئے ہوں گے' لیکن یہ ان کے محلات میں اور خیموں میں نہ کہ عام طور پر' واللہ اعلم۔ یہ حوریں ایسی ہوں گی جیسے تر و تازہ سفید صاف موتی ہوں' جیسے سورۂ صافات میں ہے كَأَنَّهُنَّ بَيْضٌ مَّكْنُونٌ۔ سورۂ الرحمٰن میں بھی یہ وصف مع تفسیر گذر چکا ہے۔ یہ ان کے نیک اعمال کا صلہ اور بدلہ ہے یعنی یہ تحفے ان کی حسن کارگذاری کا انعام ہے۔ یہ جنت میں لغو' بیہودہ' بے معنی' خلاف طبع کوئی کلمہ بھی نہ سنیں گے' حقارت اور برائی کا ایک لفظ بھی کان میں نہ پڑے گا۔ جیسے اور آیت میں ہے لَا تَسْمَعُ فِيهَا لَاغِيَةً فضول کلامی سے ان کے کان محفوظ رہیں گے۔ کوئی قبیح کلام کان میں

نہ پڑے گا - ہاں صرف سلامتی بھرے سلام کے کلمات ایک دوسروں کو کہیں گے - جیسے اور جگہ ارشاد فرمایا تَحِیَّتُھُمْ فِیْھَا سَلَامٌ ان کا تحفہ آپس میں ایک دوسرے کو سلام کرنا ہوگا - ان کی بات چیت لغویت اور گناہ سے پاک ہوگی -

اور داہنے ہاتھ والے کیا ہی اچھے ہیں داہنے ہاتھ والے؟ ○ وہ کانٹوں بغیر کی ○ بیریوں اور تہ بہ تہ کیلوں ○ اور لمبے لمبے سایوں ○ اور بہتے ہوئے پانیوں ○ اور بکثرت پھلوں ○ جو نہ ختم ہوں اور نہ روک لئے جائیں ○ اور اونچے اونچے فرشوں میں ہوں گے ○

اصحاب یمین اور ان پر انعامات الٰہی : ☆☆ (آیت: ۲۷-۳۴) سابقین کا حال بیان کر کے اللہ تعالیٰ اب ابرار کا حال بیان فرماتا ہے جو سابقین سے کم مرتبہ ہیں - ان کا کیا حال ہے اور کیا نتیجہ ہے؟ اسے سنو! یہ ان جنتوں میں ہیں جہاں بیری کے درخت ہیں لیکن کانٹوں دار نہیں اور پھل بہ کثرت اور بہترین ہیں' دنیا میں بیری کے درخت زیادہ کانٹوں والے اور کم پھلوں والے ہوتے ہیں - جنت کے یہ درخت زیادہ پھلوں والے اور بالکل بے خار ہوں گے' پھلوں کے بوجھ سے درخت کے تنے جھکے جاتے ہوں گے - حضرت ابوبکر احمد بن نجار رحمۃ اللہ علیہ نے ایک روایت وارد کی ہے کہ صحابہؓ کہتے ہیں کہ اعرابیوں کا حضورؐ کے سامنے آنا اور آپ سے مسائل پوچھنا ہمیں بہت نفع دیتا تھا - ایک مرتبہ ایک اعرابی نے آ کر کہا یا رسول اللہ! قرآن میں ایک ایسے درخت کا بھی ذکر ہے جو ایذا دیتا ہے' آپ نے پوچھا وہ کون سا؟ اس نے کہا بیری کا درخت - آپ نے فرمایا پھر تو نے اس کے ساتھ ہی لفظ مَخْضُوْدٍ نہیں پڑھا؟ اس کے کانٹے اللہ تعالیٰ نے دور کر دیئے ہیں اور ان کے بدلے پھل پیدا کر دیئے ہیں' ہر ہر بیری میں بہتر قسم کے ذائقے ہوں گے جن کا رنگ و مزہ مختلف ہوگا - یہ روایت دوسری کتابوں میں بھی مروی ہے - اس میں لفظ طَلْحٍ ہے اور ستر ذائقوں کا بیان ہے - طلح ایک بڑا درخت ہے جو حجاز کی سرزمین میں ہوتا ہے' یہ کانٹوں دار درخت ہے' اس میں کانٹے بہت زیادہ ہوتے ہیں - چنانچہ ابن جریرؒ نے اس کی شہادت عربی کے ایک شعر سے بھی دی ہے - مَنْضُوْدٍ کے معنی تہ بہ تہ پھل والا' پھل سے لدا ہوا - ان دونوں کا ذکر اس لئے ہوا کہ عرب ان درختوں کی گہری اور میٹھی چھاؤں کو پسند کرتے تھے - یہ درخت بظاہر دنیوی درخت جیسا ہوگا لیکن بجائے کانٹوں کے اس میں شیریں پھل ہوں گے - جوہریؒ فرماتے ہیں طلح بھی کہتے ہیں اور طلع بھی' حضرت علی رضی اللہ عنہ سے بھی یہ مروی ہے تو ممکن ہے کہ یہ بھی بیری کی ہی صفت ہو یعنی وہ بیریاں بے خار اور بکثرت پھلدار ہیں' واللہ اعلم - اور حضرات نے طلح سے مراد کیلے کا درخت کہا ہے' اہل یمن کیلے کو طلح کہتے ہیں اور اہل حجاز موز کہتے ہیں - لمبے لمبے سایوں میں یہ ہوں گے - صحیح بخاری میں رسول مقبول ﷺ فرماتے ہیں کہ جنت کے درخت کے سائے تلے تیز سوار سو سال تک چلتا رہے گا لیکن سایہ ختم نہ ہوگا - اگر تم چاہو اس آیت کو پڑھو - مسلم میں بھی یہ روایت موجود ہے اور مسند احمد میں بھی اور مسند ابویعلیٰ میں بھی مسند کی اور حدیث میں شک کے ساتھ ہے یعنی ستر یا سو اور یہ بھی ہے کہ یہ شجر الخلد ہے -

ابن جریر اور ترمذی میں بھی یہ حدیث ہے پس یہ حدیث متواتر اور قطعاً صحیح ہے' اس کی اسناد بہت ہیں اور اس کے راوی ثقہ ہیں' ابن ابی حاتم وغیرہ میں بھی یہ حدیث ہے - حضرت ابوہریرہؓ نے جب یہ روایت بیان کی اور حضرت کعب کے کانوں تک پہنچی تو آپ نے فرمایا اس

اللہ کی قسم جس نے تورات حضرت موسیٰؑ پر اور قرآن حضرت محمد ﷺ پر اتارا کہ اگر کوئی شخص نو جوان اونٹنی پر سوار ہو کر اس وقت تک چلتا رہے جب تک وہ بڑھیا ہو کر گر جائے تو بھی اس کی انتہا کو نہیں پہنچ سکتا' اللہ تعالیٰ نے اسے اپنے ہاتھ سے بویا ہے اور خود آپ اس میں اپنے پاس کی روح پھونکی ہے' اس کی شاخیں جنت کی دیواروں سے باہر نکلی ہوئی ہیں' جنت کی تمام نہریں اسی درخت کی جڑ سے نکلتی ہیں۔ ابو حصین کہتے ہیں کہ ایک موضع میں ایک دروازے پر ہم تھے' ہمارے ساتھ ابو صالحؒ اور شقیق جہنی بھی تھے اور ابو صالحؒ نے حضرت ابو ہریرہؓ والی اوپر کی حدیث بیان کی اور کہا کیا تو ابو ہریرہؓ کو جھٹلاتا ہے؟ اس نے کہا نہیں' انہیں تو نہیں تجھے جھٹلاتا ہوں۔ پس یہ قاریوں پر بہت گراں گذرا۔ میں کہتا ہوں اس ثابت صحیح حدیث کو جو جھٹلائے وہ غلطی پر ہے۔ ترمذی میں ہے جنت کے ہر درخت کا تنا سونے کا ہے۔ ابن عباسؓ فرماتے ہیں جنت میں ایک درخت ہے جس کے ہر طرف سو سو سال کے راستے تک سایہ پھیلا ہوا ہے۔ جنتی لوگ اس کے نیچے آ کر بیٹھتے ہیں اور آپس میں باتیں کرتے ہیں' کسی کو دنیوی کھیل تماشے اور دل بہلاوے یاد آتے ہیں تو اسی وقت ایک جنتی ہوا چلتی ہے اور اس درخت میں سے تمام راگ راگنیاں باجے گاجے اور کھیل تماشوں کی آوازیں آنے لگتی ہیں' یہ اثر غریب ہے اور اس کی سند قوی ہے۔ حضرت عمرو بن میمونؒ فرماتے ہیں یہ سایہ ستر ہزار سال کی طولانی میں ہوگا۔ آپ سے مرفوع حدیث میں ایک سو سال مروی ہے' یہ سایہ گھٹتا ہی نہیں' نہ سورج آئے نہ گرمی ستائے' فجر کے طلوع ہونے سے پیشتر کا سماں ہر وقت اس کے نیچے رہتا ہے۔ ابن مسعودؓ فرماتے ہیں جنت میں ہمیشہ وہ وقت رہے گا جو صبح صادق کے بعد سے لے کر آفتاب کے طلوع ہونے کے درمیان درمیان رہتا ہے۔ سایہ کے مضمون کی روایتیں بھی اس سے پہلے گذر چکی ہیں جیسے نُدْخِلُهُمْ ظِلًّا ظَلِيْلًا اور اُكُلُهَا دَآئِمٌ وَّظِلُّهَا اور فِيْ ظِلٰلٍ وَّعُيُوْنٍ وغیرہ۔ پانی ہوگا بہتا ہوا مگر نہروں کے گڑھے اور کھدی ہوئی زمین نہ ہو گی' اس کی پوری تفسیر فِيْهَآ اَنْهٰرٌ مِّنْ مَّآءٍ غَيْرِ اٰسِنٍ میں گذر چکی ہے۔ ان کے پاس بکثرت طرح طرح کے لذیذ میوے ہیں جو نہ کسی آنکھ نے دیکھے نہ کسی کان نے سنے نہ کسی انسانی دل پر ان کا وہم و خیال گذرا۔ جیسے اور آیت میں ہے جب وہاں پھلوں سے روزی دیئے جائیں گے تو کہیں گے کہ یہ تو ہم پہلے بھی دئیے گئے تھے کیونکہ بالکل ہم شکل ہوں گے لیکن جب کھائیں گے تو ذائقہ اور ہی پائیں گے۔ صحیحین میں سدرۃ المنتہیٰ کے ذکر میں ہے کہ اس کے پتے مثل ہاتھی کے کانوں کے ہوں گے اور پھل مثل ہجر کے بڑے بڑے مٹکوں کے ہوں گے۔ حضرت ابن عباسؓ کی اس حدیث میں جس میں آپ نے سورج کے گہن ہونے کا اور حضورؐ کا سورج گہن کی نماز ادا کرنے کا واقعہ تفصیل سے بیان کیا ہے یہ بھی ہے کہ بعد فراغت آپ کے ساتھ نمازیوں نے آپ سے پوچھا حضورؐ ہم نے آپ کو اس جگہ آگے بڑھتے اور پیچھے ہٹتے دیکھا' کیا بات تھی؟ آپ نے فرمایا میں نے جنت دیکھی' جنت کے میوے کا خوشہ لینا چاہا' اگر میں لے لیتا تو رہتی دنیا تک وہ رہتا اور تم کھاتے رہتے۔ ابو یعلیٰ میں ہے کہ ظہر کی فرض نماز پڑھاتے ہوئے حضورؐ آگے بڑھ گئے اور ہم بھی' پھر آپ نے گویا کوئی چیز لینی چاہی پھر پیچھے ہٹ آئے۔ نماز سے فارغ ہو کر حضرت ابی بن کعب نے پوچھا کہ حضورؐ آج تو آپ نے ایسی بات کی جو اس سے پہلے کبھی نہیں کی تھی۔ آپ نے فرمایا میرے سامنے جنت لائی گئی اور جو اس میں تروتازگی اور سبزی ہے' میں نے اس میں سے ایک انگور کا خوشہ توڑنا چاہا تاکہ لا کر تمہیں دوں' پس میرے اور اس کے درمیان پردہ حائل کر دیا گیا اور اگر اس میں اسے تمہارے پاس لے آتا تو زمین و آسمان کے درمیان کی مخلوق اسے کھاتی رہتی تاہم اس میں ذرا سی بھی کمی نہ آتی۔ اسی کے مثل حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے صحیح مسلم شریف میں بھی مروی ہے۔

مسند امام احمد میں ہے کہ ایک اعرابی نے آن کر آنحضرت ﷺ سے حوض کوثر کی بابت سوال کیا اور جنت کا بھی ذکر کیا' پوچھا کہ کیا اس میں میوے بھی ہیں؟ آپ نے فرمایا ہاں۔ وہاں طوبیٰ نامی درخت بھی ہے؟ پھر کچھ کہا جو مجھے یاد نہیں' پھر پوچھا وہ درخت ہماری زمین کے کس درخت سے مشابہت رکھتا ہے؟ آپ نے فرمایا تیرے ملک کی زمین میں کوئی درخت اس کا ہم شکل نہیں۔ کیا تو شام میں گیا ہے؟ اس

نے کہا نہیں' فرمایا شام میں ایک درخت ہوتا ہے جسے جوزہ کہتے ہیں' ایک ہی تنا ہوتا ہے اور اوپر کا حصہ پھیلا ہوا ہوتا ہے وہ البتہ اس کے مشابہ ہے۔ اس نے پوچھا جنتی خوشے کتنے بڑے ہوتے ہیں؟ فرمایا کالا کوا مہینہ بھر تک اڑتا رہے اتنے بڑے۔ وہ کہنے لگا اس درخت کا تنا کس قدر موٹا ہے؟ آپ نے فرمایا اگر تو اپنی اونٹنی کے بچے کو چھوڑ دے اور وہ چلتا رہے یہاں تک کہ بوڑھا ہو کر گر پڑے' تب بھی اس کے تنے کا چکر پورا نہیں کر سکتا۔ اس نے کہا اس میں انگور بھی لگتے ہیں؟ آپ نے فرمایا ہاں' پوچھا کتنے بڑے؟ آپ نے جواب دیا کہ کیا کبھی تیرے باپ نے اپنے ریوڑ میں سے کوئی موٹا تازہ بکرا ذبح کر کے اس کی کھال کھینچ کر تیری ماں کو دے کر کہا ہے کہ اس کا ڈول بنا لو؟ اس نے کہا ہاں' فرمایا بس اتنے ہی بڑے بڑے انگور کے دانے ہوتے ہیں اس نے کہا پھر تو ایک ہی دانہ مجھ کو اور میرے گھر والوں کو کافی ہے۔ آپ نے فرمایا بلکہ ساری برادری کو۔ پھر یہ میوے بھی ہیشگی والے ہیں' نہ کبھی ختم ہوں نہ کبھی ان سے روکا جائے۔ یہ نہیں کہ جاڑے میں ہیں اور گرمیوں میں نہیں یا گرمیوں میں ہیں اور جاڑوں میں ندارد بلکہ یہ میوے دوام والے اور ہمیشہ ہمیشہ رہنے والے ہیں' جب طلب کریں پالیں' اللہ کی قدرت ہر وقت وہ موجود رہیں گے بلکہ کسی کانٹے اور کسی شاخ کو بھی آڑ نہ ہو گی نہ دوری ہو گی' نہ حاصل کرنے میں تکلف اور تکلیف ہو گی۔ بلکہ ادھر پھل توڑا ادھر اس کے قائم مقام دوسرا پھل لگ گیا جیسے کہ اس سے پہلے حدیث میں گذر چکا۔ ان کے فرش بلند و بالا نرم اور گدگدے راحت و آرام دینے والے ہوں گے۔

حضورؐ فرماتے ہیں ان کی اونچائی اتنی ہو گی جتنی زمین و آسمان کی یعنی پانچ سو سال کی (ترمذی) یہ حدیث غریب ہے۔ بعض اہل معانی نے کہا ہے کہ مطلب اس حدیث شریف کا یہ ہے کہ فرش کی بلندی درجے کی آسمان و زمین کے برابر ہے یعنی ایک درجہ دوسرے درجے سے اس قدر بلند ہے۔ ہر دو درجوں میں پانچ سو سال کی راہ کا فاصلہ ہے' پھر یہ بھی خیال رہے کہ یہ روایت صرف رشد بن سعد سے مروی ہے اور وہ ضعیف ہیں۔ یہ روایت ابن جریرؒ' ابن ابی حاتم وغیرہ میں بھی ہے۔ حضرت حسنؓ سے مروی ہے کہ ان کی اونچائی اسی سال کی ہے۔ اس کے بعد ضمیر لائے جس کا مرجع پہلے مذکور نہیں اس لئے کہ قرینہ موجود ہے۔ بستر کا ذکر آیا جس پر جنتیوں کی بیویاں ہوں گی' پس ان کی طرف ضمیر پھیر دی۔ جیسے حضرت سلیمان علیہ السلام کے ذکر میں توارت کا لفظ آیا ہے اور شمس کا لفظ اس سے پہلے نہیں' پس قرینہ کافی ہے۔ لیکن ابو عبیدہؒ کہتے ہیں پہلے مذکور ہو چکا وَ حُوْرٌ عِيْنٌ۔

إِنَّآ أَنشَأْنَٰهُنَّ إِنشَآءً ﴿٣٥﴾ فَجَعَلْنَٰهُنَّ أَبْكَارًا ﴿٣٦﴾ عُرُبًا أَتْرَابًا ﴿٣٧﴾ لِّأَصْحَٰبِ ٱلْيَمِينِ ﴿٣٨﴾ ثُلَّةٌ مِّنَ ٱلْأَوَّلِينَ ﴿٣٩﴾ وَثُلَّةٌ مِّنَ ٱلْءَاخِرِينَ ﴿٤٠﴾

ہم نے ان کی بیویوں کو خاص طور پر بنایا ہے ○ اور ہم نے انہیں کنواریاں کر دی ہیں ○ وہ محبوبہ اور ہم عمر ہیں ○ دائیں ہاتھ والوں کے لئے ہیں ○ جم غفیر ہے اگلوں میں سے ○ اور بہت بڑی جماعت ہے پچھلوں میں سے ○

اہل جنت کی بیویوں کا حسن و جمال: ☆☆ (آیت: ۳۵-۴۰) پس فرماتا ہے کہ ہم نے ان بیویوں کو نئی پیدائش میں پیدا کیا ہے' اس کے بعد کہ وہ بالکل پھوس بڑھیا تھیں' ہم نے انہیں نوعمر کنواریاں کر کے ایک خاص پیدائش میں پیدا کیا۔ وہ بوجہ اپنی ظرافت و ملاحت' حسن صورت اور جسامت' خوش خلقی اور حلاوت کے اپنے خاوندوں کی بڑی پیاریاں ہیں۔ بعض کہتے ہیں عرباء کہتے ہیں ناز و کرشمہ والیوں کو۔ حدیث میں ہے کہ یہ وہ عورتیں ہیں جو دنیا میں بڑھیا تھیں اور اب جنت میں گئی ہیں تو انہیں نوعمر وغیرہ کر دیا ہے ایک اور روایت میں ہے کہ خواہ یہ عورتیں کنواری تھیں یا ثیبہ تھیں اللہ ان سب کو ایسی کر دے گا۔ ایک بڑھیا عورت رسول مقبول ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر کہتی ہے کہ

یارسول اللہ! میرے لئے دعا کیجئے کہ اللہ تعالیٰ مجھے جنت میں داخل کر دے۔ آپ نے فرمایا ام فلاں جنت میں کوئی بڑھیا نہیں جائے گی۔ وہ روتی ہوئی واپس لوٹیں تو آپ نے فرمایا جاؤ انہیں سمجھا دو؟ مطلب یہ ہے کہ جب وہ جنت میں جائیں گی بڑھیا نہ ہوں گی۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ہم انہیں نئی پیدائش میں پیدا کریں گے پھر باکرہ کر دیں گے شمائل ترمذی وغیرہ۔ طبرانی میں ہے حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں میں نے کہا یارسول اللہ! حورعین کی خبر مجھے دیجئے' آپ نے فرمایا وہ گورے رنگ کی ہیں' بڑی بڑی آنکھوں والی ہیں' سخت سیاہ اور بڑے بڑے بالوں والی ہیں جیسے کہ گدھ کا پر۔ میں نے کہا لُؤْلُؤِ الْمَكْنُوْن کی بابت خبر دیجئے۔ آپ نے ارشاد فرمایا ان کی صفائی اور جوت مثل اس موتی کے ہے جو سیپ سے ابھی ابھی نکلا ہو' جسے کسی کا ہاتھ بھی نہ لگا ہو۔ میں نے کہا خَيْرَاتٌ حِسَانٌ کی کیا تفسیر ہے؟ فرمایا خوش خلق خوبصورت۔ میں نے کہا بَيْضٌ مَّكْنُوْن سے کیا مراد ہے؟ فرمایا ان کی نزاکت اور نرمی انڈے کی اس جھلی کے مانند ہو گی جو اندر ہوتی ہے' میں نے عُرُبًا اَتْرَابًا کے معنی دریافت کئے' فرمایا اس سے مراد دنیا کی مسلمان جنتی عورتیں ہیں جو بالکل بڑھیا پھوس تھیں' اللہ تعالیٰ نے انہیں نئے سرے سے پیدا کیا اور کنواریاں اور خاوندوں کی چہیتیاں اور خاوندوں سے عشق رکھنے والیاں اور ہم عمر بنا دیں۔ میں نے پوچھا یارسول اللہ! دنیا کی عورتیں افضل ہیں یا حورعین؟ فرمایا دنیا کی عورتیں حورعین سے بہت افضل ہیں جیسے استر سے ابرا بہتر ہوتا ہے میں نے کہا اس فضیلت کی کیا وجہ ہے؟ فرمایا نمازیں روزے اور اللہ تعالیٰ کی عباداتیں' اللہ نے ان کے چہرے نور سے' ان کے جسم ریشم سے سنوار دیئے ہیں سفید ریشم' سبز ریشم اور زرد سنہرے ریشم اور زرد سنہرے زیور' بخوردان موتی کے' کنگھیاں سونے کی' یہ کہتی رہیں گی۔

نَحْنُ الْخَالِدَاتُ فَلَا نَمُوْتُ اَبَدًا
وَنَحْنُ النَّاعِمَاتُ فَلَا نَبَاسُ اَبَدًا
وَنَحْنُ الْمُقِيْمَاتُ فَلَا نَظْعَنُ اَبَدًا
وَنَحْنُ الرَّاضِيَاتُ فَلَا نَسْخَطُ اَبَدًا
طُوْبٰى لِمَنْ كُنَّا لَهٗ وَكَانَ لَنَا

''یعنی ہم ہمیشہ رہنے والی ہیں' کبھی مریں گی نہیں' ہم ناز اور نعمت والیاں ہیں کہ کبھی سفر میں نہیں جائیں گی' ہم اپنے خاوندوں سے خوش رہنے والیاں ہیں کہ کبھی روٹھیں گی نہیں۔ خوش نصیب ہیں وہ لوگ جن کے لئے ہم ہیں اور خوش نصیب ہیں ہم کہ ان کے لئے ہیں۔ میں نے پوچھا یارسول اللہ! بعض عورتوں کے دو دو' تین تین' چار چار خاوند ہو جاتے ہیں اس کے بعد اسے موت آتی ہے' مرنے کے بعد اگر یہ جنت میں گئی اور اس کے سب خاوند بھی گئے تو یہ کسے ملے گی؟ آپ نے فرمایا اسے اختیار دیا جائے گا کہ جس کے ساتھ چاہے رہے' چنانچہ یہ ان میں سے اسے پسند کرے گی جو اس کے ساتھ بہترین برتاؤ کرتا رہا ہو' اللہ تعالیٰ سے کہے گی پروردگار یہ مجھ سے بہت اچھی بود و باش رکھتا تھا' اسی کے نکاح میں مجھے دے۔ اے ام سلمہؓ حسن خلق دنیا اور آخرت کی بھلائیوں کو لئے ہوئے ہے۔ صور کی مشہور مطول حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ تمام مسلمانوں کو جنت میں لے جانے کی سفارش کریں گے جس پر اللہ تعالیٰ فرمائے گا میں نے آپ کی شفاعت قبول کی اور آپ کو انہیں جنت میں پہنچانے کی اجازت دی۔ آپ فرماتے ہیں پھر میں انہیں جنت میں لے جاؤں گا' خدا کی قسم تم جس قدر اپنے گھر بار اور اپنی بیویوں سے واقف ہو اس سے بہت زیادہ اہل جنت اپنے گھروں اور بیویوں سے واقف ہوں گے' پس ایک ایک جنتی کی بہتر بہتر بیویاں ہوں گی جو خدا کی بنائی ہوئی ہیں اور دو دو بیویاں عورتوں میں سے ہوں گی کہ انہیں بوجہ اپنی عبادت کے ان سب عورتوں پر فضیلت حاصل ہو گی' جنتی ان میں سے ایک کے پاس جائے گا' یہ اس بالاخانے میں ہو گی جو یاقوت کا بنا ہوا ہو گا' اس پلنگ پر ہو گی جو سونے کی تاروں سے بنا ہوا ہو گا اور جڑاؤ جڑا ہوا

ہوگا' ستر جوڑے پہنے ہوئے ہوں گی جو سب باریک اور سبز چمکیلے خالص ریشم کے ہوں گے' یہ بیوی اس قدر نازک نورانی ہوگی کہ اس کی کمر پر ہاتھ رکھ کر سینے کی طرف سے دیکھے گا تو صاف نظر آ جائے گا' کپڑے گوشت ہڈی کوئی چیز روک نہ ہوگی' اس قدر اس کا پنڈا صاف اور آئینہ نما ہوگا جس طرح مروارید میں سوراخ کر کے ڈورا ڈال دیں تو وہ ڈورا باہر سے نظر آتا ہے اسی طرح اس کی پنڈلی کا گودا نظر آئے گا۔ ایسا ہی نورانی بدن اس جنتی کا بھی ہوگا' الغرض یہ اس کا آئینہ ہوگی اور وہ اس کا۔ یہ اس کے ساتھ عیش وعشرت میں مشغول ہوگا' نہ یہ تھکے نہ وہ' اس کا دل بھرے نہ اس کا۔ جب کبھی نزدیکی کرے گا تو کنواری پائے گا' نہ اس کا عضو سست ہو نہ اسے گراں گذرے' مگر خاص پانی وہاں نہ ہوگا جس سے گھن آئے' یہ یونہی مشغول ہوگا جو کان میں ندا آئے گی کہ یہ تو ہمیں خوب معلوم ہے کہ نہ آپ کا دل ان سے بھرے گا نہ ان کا آپ سے' مگر آپ کی دوسری بیویاں بھی ہیں اب یہ یہاں سے باہر آئے گا اور ایک ایک کے پاس جائے گا جس کے پاس جائے گا اسے دیکھ کر بے ساختہ اس کے منہ سے نکل جائے گا کہ رب کی قسم! تجھ سے بہتر جنت میں کوئی چیز نہیں' نہ میری محبت کسی سے تجھ سے زیادہ ہے۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ رسول اللہ ﷺ سے پوچھتے ہیں کہ یارسول اللہ! کیا جنت میں جنتی لوگ جماع بھی کریں گے؟ آپ نے فرمایا ہاں قسم اس خدا کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے خوب اچھی طرح بہترین طریق پر جب الگ ہوگا' وہ اسی وقت پھر پاک صاف اچھوتی باکرہ بن جائے گی۔ حضورؐ فرماتے ہیں مومن کو جنت میں اتنی اتنی عورتوں کے پاس جانے کی قوت عطا کی جائے گی۔ حضرت انس نے پوچھا حضورؐ کیا اتنی طاقت رکھے گا؟ آپ نے فرمایا ایک سو آدمیوں کے برابر اسے قوت ملے گی۔

طبرانی کی حدیث میں ہے ایک ایک سو کنواریوں کے پاس ایک ایک دن میں ہو آئے گا۔ حافظ عبداللہ مقدسی فرماتے ہیں میرے نزدیک یہ حدیث شرط صحیح پر ہے واللہ اعلم۔ ابن عباس عربا کی تفسیر میں فرماتے ہیں یہ اپنے خاوندوں کی محبوبہ ہوں گی' یہ اپنے خاوندوں کی عاشق اور خاوند ان کے عاشق۔ عکرمہؒ سے مروی ہے کہ اس کا معنی ناز و کرشمہ والی ہے۔ اور سند سے مروی ہے کہ معنی نزاکت والی ہے۔ تمیم بن حدلم کہتے ہیں عربا اس عورت کو کہتے ہیں جو اپنے خاوند کا دل مٹھی میں رکھے۔ زید بن اسلمؒ وغیرہ سے مروی ہے کہ مراد خوش کلام ہے' اپنی باتوں سے اپنے خاوندوں کا دل موہ لیتی ہیں' جب کچھ بولیں یہ معلوم ہوتا ہے کہ پھول جھڑتے ہیں اور نور برستا ہے۔ ابن ابی حاتم میں ہے کہ انہیں عربا اس لئے کہا گیا ہے کہ ان کی بول چال عربی زبان میں ہوگی۔ اتراب کے معنی ہیں ہم عمر یعنی تینتیس برس کی اور معنی ہیں کہ خاوند کی اور ان کی طبیعت خلق بالکل یکساں ہے' جس سے وہ خوش یہ خوش' جو اسے ناپسند اسے بھی ناپسند۔ یہ معنی بھی بیان کئے گئے ہیں کہ آپس میں ان میں بیر' بغض' سوتیاڈاہ' حسد اور رشک نہ ہوگا۔ یہ سب آپس میں بھی ہم عمر ہوں گی تاکہ تکلف سے ایک دوسری سے ملیں جلیں کھیلیں کودیں۔ ترمذی کی حدیث میں ہے کہ یہ جنتی حوریں ایک روح افزا باغ میں جمع ہو کر نہایت پیارے گلے سے گانا گائیں گی کہ ایسی سریلی اور رسیلی آواز مخلوق نے کبھی نہ سنی ہوگی' ان کا گانا وہی ہوگا جو اوپر بیان ہوا۔ ابو یعلیٰ میں ہے ان کے گانے میں یہ بھی ہوگا نَحْنُ خَيْرَاتٌ حِسَانٌ۔ خُبِئْنَا لِاَزْوَاجٍ كِرَامٍ ہم پاک صاف خوش وضع خوبصورت عورتیں ہیں جو بزرگ اور ذی عزت شوہروں کے لئے چھپا کر رکھی گئی تھیں۔

ایک اور روایت میں خیرات کے بدلے جوار کا لفظ آیا ہے۔ پھر فرمایا یہ اصحاب یمین کے لئے پیدا کی گئی ہیں اور انہی کے لئے محفوظ و مصئون رکھی گئی تھیں۔ لیکن زیادہ ظاہر یہ ہے کہ یہ متعلق ہے اِنَّآ اَنْشَاْنٰهُنَّ الخ' کے یعنی ہم نے انہیں ان کے لئے بنایا ہے۔ حضرت ابوسلیمان دارانی رحمۃ اللہ علیہ سے منقول ہے کہ میں نے ایک رات تہجد کی نماز کے بعد دعا مانگنی شروع کی چونکہ سخت سردی تھی بڑے زور کا پالا پڑ رہا تھا' ہاتھ اٹھائے نہیں جاتے تھے' اس لئے میں نے ایک ہی ہاتھ سے دعا مانگی اور اسی حالت میں دعا مانگتے مانگتے مجھے نیند آ گئی' خواب میں میں نے ایک حور کو دیکھا کہ اس جیسی خوبصورت نورانی شکل کبھی میری نگاہ سے نہیں گذری' اس نے مجھ سے کہا اے ابوسلیمان! ایک ہی ہاتھ

سے دعا مانگنے لگے اور یہ خیال نہیں کہ پانچ سو سال سے اللہ تعالیٰ مجھے تمہارے لئے اپنی خاص نعمتوں میں پرورش کر رہا ہے- یہ بھی ہو سکتا ہے کہ یہ لام متعلق اَتْرَابًا کے ہو یعنی ان کی ہم عمر ہوں گی- جیسے کہ بخاری مسلم وغیرہ کی حدیث میں ہے رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں پہلی جماعت جو جنت میں جائے گی ان کے چہرے چودھویں رات جیسے روشن ہوں گے' ان کے بعد والی جماعت کے بہت چمکدار ستارے جیسے روشن چہرے ہوں گے' یہ پاخانے پیشاب تھوک رینٹ سے پاک ہوں گے' ان کی کنگھیاں سونے کی ہوں گی ان کے پسینے مشک کی خوشبو والے ہوں گے' ان کی انگیٹھیاں لؤلؤ کی ہوں گی' ان کی بیویاں حورعین ہوں گی' ان سب کے اخلاق مثل ایک ہی شخص کے ہوں گے' یہ سب اپنے باپ حضرت آدم علیہ السلام کی شکل پر ساٹھ ہاتھ کے لانبے قد کے ہوں گے-

طبرانی میں ہے کہ اہل جنت بے بال اور بے ریش' گورے رنگ والے' خوش خلق اور خوبصورت سرگیں آنکھوں والے تینتیس برس کی عمر کے ساٹھ ہاتھ لانبے اور سات ہاتھ چوڑے چکلے مضبوط بدن والے ہوں گے- اس کا کچھ ترمذی میں بھی مروی ہے- اور حدیث میں ہے کہ گو کسی عمر میں انتقال ہوا' ہو دخول جنت کے وقت تینتیس سالہ عمر کے ہوں گے اور اسی عمر میں ہمیشہ رہیں گے' اسی طرح جہنمی بھی (ترمذی) اور روایت میں ہے کہ ان کے قد ساٹھ ہاتھ فرشتے کے ہاتھ کے اعتبار سے ہوں گے' قد آدم' حسن یوسف' عمر عیسیٰ یعنی تینتیس سال اور زبان محمد یعنی عربی والے ہوں گے' بے بال کے اور سرگیں آنکھوں والے (ابن ابی الدنیا) اور روایت میں ہے کہ دخول جنت کے ساتھ ہی انہیں ایک جنتی درخت کے پاس لایا جائے گا اور وہاں انہیں کپڑے پہنائے جائیں گے' ان کے کپڑے نہ گلیں نہ سڑیں' نہ پرانے ہوں نہ میلے ہوں' ان کی جوانی نہ ڈھلے نہ جائے نہ فنا ہو- اصحاب یمین اگلوں میں سے بھی بہت ہیں اور پچھلوں میں سے بھی بہت ہیں- ابن ابی حاتم میں ہے حضورؐ نے اپنے صحابہؓ سے بیان فرمایا میرے سامنے انبیاء مع اپنے تابعدار امتیوں کے پیش ہوئے' بعض نبی گذرتے تھے اور بعض نبی کے ساتھ ایک جماعت ہوتی تھی اور بعض نبی کے ساتھ صرف تین آدمی ہوتے تھے اور بعض کے ساتھ ایک بھی نہ تھا- راوی حدیث حضرت قتادہؓ نے اتنا بیان فرمایا کہ یہ آیت پڑھی اَلَيْسَ مِنْكُمْ رَجُلٌ رَّشِيْدٌ کیا تم میں سے ایک بھی رشد و سمجھ والا نہیں؟ یہاں تک کہ حضرت موسیٰ بن عمران علیہ السلام گذرے جو بنی اسرائیل کی ایک بڑی جماعت ساتھ لئے ہوئے تھے میں نے پوچھا پروردگار یہ کون ہیں؟ جواب ملا یہ تمہارے بھائی موسیٰ بن عمران ہیں اور ان کے ساتھ ان کی تابعداری کرنے والی امت ہے' میں نے پوچھا خدایا پھر میری امت کہاں ہے؟ فرمایا اپنی داہنی جانب نیچے کی طرف دیکھو' میں نے دیکھا تو بہت بڑی جماعت نظر آئی لوگوں کے بکثرت چہرے دمک رہے تھے' پھر مجھ سے پوچھا کہو اب تو خوش ہو' میں نے کہا ہاں خدایا میں خوش ہوں' مجھ سے فرمایا اب اپنی بائیں جانب کناروں کی طرف دیکھو' میں نے دیکھا تو وہاں بھی بے شمار لوگ تھے پھر مجھ سے پوچھا اب تو راضی ہو گئے؟ میں نے کہا ہاں میرے رب میں راضی ہوں' اللہ تعالیٰ نے فرمایا اور سنو ان کے ساتھ ستر ہزار اور لوگ ہیں جو بغیر حساب کے جنت میں داخل ہوں گے یہ سن کر حضرت عکاشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کھڑے ہو گئے' یہ قبیلہ بنو اسد سے محصن کے لڑکے تھے' بدر کی لڑائی میں موجود تھے' عرض کی کہ یا رسول اللہؐ اللہ تعالیٰ سے دعا کیجئے کہ مجھے بھی انہی میں سے کرے' آپ نے دعا کی پھر ایک اور شخص کھڑے ہوئے اور کہا نبی اللہ میرے لئے بھی دعا کیجئے' آپ نے فرمایا عکاشہ تجھ پر سبقت کر گئے- پھر آپ نے فرمایا لوگو تم پر میرے ماں باپ فدا ہوں اگر تم سے ہو سکے تو ان ستر ہزار میں سے بنو جو بے حساب جنت میں جائیں گے' ورنہ کم سے کم دائیں جانب والوں میں سے ہو جاؤ گے' یہ بھی نہ ہو سکے تو کنارے والوں میں سے بن جاؤ- میں نے اکثر لوگوں کو دیکھا ہے کہ اپنے حال میں ہی لٹک جاتے ہیں-

پھر فرمایا مجھے امید ہے کہ تمام اہل جنت کی چوتھائی تعداد صرف تمہاری ہی ہو گی- پس ہم نے تکبیر کہی' پھر فرمایا بلکہ مجھے امید ہے

کہ تم تمام جنت کی تہائی والے ہو گے ہم نے پھر تکبیر کہی - فرمایا اور سنو تم آدھوں آدھ اہل جنت کے ہو گے ہم نے پھر تکبیر کہی - اس کے بعد حضورؐ نے اسی آیت ثُلَّةٌ مِّنَ الْاَوَّلِيْنَ وَثُلَّةٌ مِّنَ الْاٰخِرِيْنَ کی تلاوت کی - اب ہم میں آپس میں مذاکرہ شروع ہو گیا کہ یہ ستر ہزار کون لوگ ہوں گے پھر ہم نے کہا وہ لوگ جو اسلام میں ہی پیدا ہوئے اور شرک کیا ہی نہیں کہا پس حضورؐ نے فرمایا بلکہ یہ وہ لوگ ہیں جو داغ نہیں لگواتے اور جھاڑ پھونک نہیں کرواتے اور فال نہیں لیتے اور اپنے رب پر بھروسہ رکھتے ہیں - یہ حدیث بہت سی سندوں سے صحابہؓ کی روایت سے بہت سی کتابوں میں صحت کے ساتھ مروی ہے - ابن جریرؒ میں ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اس آیت میں پہلوں پچھلوں سے مراد میری امت کے اگلے پچھلے ہی ہیں -

وَاَصْحٰبُ الشِّمَالِ ۙ مَآ اَصْحٰبُ الشِّمَالِ ﴿٤١﴾ فِيْ سَمُوْمٍ وَّحَمِيْمٍ ﴿٤٢﴾ وَّظِلٍّ مِّنْ يَّحْمُوْمٍ ﴿٤٣﴾ لَّا بَارِدٍ وَّلَا كَرِيْمٍ ﴿٤٤﴾ اِنَّهُمْ كَانُوْا قَبْلَ ذٰلِكَ مُتْرَفِيْنَ ﴿٤٥﴾ وَكَانُوْا يُصِرُّوْنَ عَلَى الْحِنْثِ الْعَظِيْمِ ﴿٤٦﴾ وَكَانُوْا يَقُوْلُوْنَ ۙ اَئِذَا مِتْنَا وَكُنَّا تُرَابًا وَّعِظَامًا ءَاِنَّا لَمَبْعُوْثُوْنَ ﴿٤٧﴾ اَوَ اٰبَآؤُنَا الْاَوَّلُوْنَ ﴿٤٨﴾ قُلْ اِنَّ الْاَوَّلِيْنَ وَالْاٰخِرِيْنَ ﴿٤٩﴾ لَمَجْمُوْعُوْنَ ۙ اِلٰى مِيْقَاتِ يَوْمٍ مَّعْلُوْمٍ ﴿٥٠﴾ ثُمَّ اِنَّكُمْ اَيُّهَا الضَّآلُّوْنَ الْمُكَذِّبُوْنَ ﴿٥١﴾ لَاٰكِلُوْنَ مِنْ شَجَرٍ مِّنْ زَقُّوْمٍ ﴿٥٢﴾

اور بائیں ہاتھ والے کیا ہیں بائیں ہاتھ والے؟ ○ گرم ہوا اور گرم پانی میں ○ اور سیاہ دھوئیں کے سائے میں ○ جو نہ ٹھنڈا ہے نہ عزت والا ○ بے شک یہ لوگ اس سے پہلے بہت نازوں میں پلے ہوئے تھے ○ اور بڑے بڑے گناہوں پر مداومت کرتے تھے ○ اور کہتے تھے کہ کیا جب ہم مر جائیں گے اور مٹی اور ہڈی ہو جائیں گے تو کیا ہم پھر دوبارہ کھڑے کئے جائیں گے ○ اور کیا ہمارے اگلے باپ دادا بھی؟ ○ تو کہہ دے کہ یقیناً سب اگلے اور پچھلے؟ ○ البتہ جمع کئے جائیں گے ایک مقرر دن کے وقت پھر تم اے گمراہو ○ جھٹلانے والو ○ البتہ کھانے والے ہو درخت تھور کا ○

اصحاب شمال اور عذاب الٰہی: ☆☆ (آیت: ۴۱-۵۲) اصحاب یمین کا ذکر کرنے کے بعد اصحاب شمال کا ذکر ہو رہا ہے فرماتا ہے ان کا کیا حال ہے؟ یہ کس عذاب میں ہیں؟ پھر ان عذابوں کا بیان فرماتا ہے کہ یہ گرم ہوا کے تھپیڑوں اور کھولتے ہوئے گرم پانی میں ہیں اور دھوئیں کے سخت سیاہ سائے میں - جیسے اور جگہ اِنْطَلِقُوْٓا اِلٰى مَا كُنْتُمْ بِهٖ سے لِّلْمُكَذِّبِيْنَ تک فرمایا ہے یعنی اس دوزخ کی طرف چلو جسے تم جھٹلاتے تھے - چلو تین شاخوں والے سایہ کی طرف جو نہ گھنا ہے نہ آگ کے شعلے سے بچا سکتا ہے وہ دوزخ محل کی اونچائی کے برابر چنگاریاں پھینکتی ہے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ گویا وہ زرد اونٹنیاں ہیں - آج تکذیب کرنے والوں کی خرابی ہے - اسی طرح یہاں بھی فرمان ہے کہ یہ لوگ جن کے بائیں ہاتھ میں عمل نامہ دیا گیا ہے یہ سخت سیاہ دھوئیں میں ہوں گے جو نہ جسم کو اچھا لگے نہ آنکھوں کو بھلا معلوم ہو - یہ عرب کا محاورہ ہے کہ جس چیز کی زیادہ برائی بیان کرنی ہو وہاں اس کا ہر ایک برا وصف بیان کر کے اس کے بعد وَلَا كَرِيْمٍ کہہ دیتے ہیں -

پھر اللہ تعالیٰ بیان فرماتا ہے کہ یہ لوگ ان سزاؤں کے مستحق اس لئے ہوئے کہ دنیا میں جو خدائی نعمتیں انہیں ملی تھیں ان میں یہ ست ہو گئے رسولوں کی باتوں کی طرف نظر بھی نہ اٹھائی - بدکاریوں میں پڑ گئے اور پھر توبہ کی طرف دلی توجہ بھی نہ رہی - حِنْثِ عظیم سے مراد بقول

حضرت ابن عباسؓ کفر و شرک ہے، بعض کہتے ہیں جھوٹی قسم ہے پھر ان کا ایک اور عیب بیان ہو رہا ہے کہ یہ قیامت کا ہونا بھی محال جانتے تھے اس کی تکذیب کرتے تھے اور عقلی استدلال پیش کرتے تھے کہ مر کر مٹی میں مل کر پھر بھی کہیں کوئی جی سکتا ہے؟ انہیں جواب مل رہا ہے کہ کل اولاد آدم قیامت کے دن نئی زندگی میں پیدا ہو کر ایک میدان میں جمع ہوگی ایک وجود ایسا نہ ہوگا جو دنیا میں آیا ہو اور یہاں نہ ہو۔ جیسے اور جگہ ہے اس دن سب جمع کر دیئے جائیں گے یہ حاضر باشی کا دن ہے تمہیں دنیا میں چند روز مہلت ہے، قیامت کے دن کون ہے جو بلا اجازت خدا لب بھی ہو سکے۔ انسان دو قسم پر تقسیم کر دیئے جائیں گے نیک الگ اور بد علیحدہ۔ وقت قیامت محدود اور مقرر ہے، کمی زیادتی، تقدیم تاخیر اس میں بالکل نہ ہوگی۔ پھر تم اے گمراہو اور جھٹلانے والو! زقوم کے درخت کھلوائے جاؤ گے انہی سے پیٹ بوجھل کرو گے کیونکہ جبراً وہ تمہارے حلق میں ٹھونسا جائے گا پھر اس پر کھولتا ہوا گرم پانی تمہیں پینا پڑے گا اور وہ بھی اس طرح جیسے پیاسا اونٹ پی رہا ہو، ھیم جمع ہے اس کا واحد اھیم ہے اور مونث ھیماء ہے، ھائم اور ھائمہ بھی کہا جاتا ہے۔ سخت پیاس والے اونٹ کو کہتے ہیں جسے پیاس کی بیماری ہوتی ہے پانی چوستا رہتا ہے لیکن سیرابی نہیں ہوتی اور نہ اس بیماری سے اونٹ جانبر ہوتا ہے اسی طرح یہ جہنمی جبراً سخت گرم پانی پلائے جائیں گے جو خود ایک بدترین عذاب ہوگا بھلا اس سے پیاس کیا رکتی ہے؟ حضرت خالد بن معدانؒ فرماتے ہیں کہ ایک ہی سانس میں پانی پینا یہ بھی پیاس والے اونٹ کا سا پینا ہے اس لئے مکروہ ہے۔ پھر فرمایا ان مجرموں کی ضیافت آج جزا کے دن یہی ہے، جیسے متقین کے بارے میں اور جگہ ہے کہ ان کی مہمانداری جنت الفردوس ہے۔

فَمَالِـُٔونَ مِنْهَا الْبُطُونَ ﴿٥٣﴾ فَشٰرِبُونَ عَلَيْهِ مِنَ الْحَمِيمِ ﴿٥٤﴾ فَشٰرِبُونَ شُرْبَ الْهِيمِ ﴿٥٥﴾ هٰذَا نُزُلُهُمْ يَوْمَ الدِّينِ ﴿٥٦﴾ نَحْنُ خَلَقْنٰكُمْ فَلَوْلَا تُصَدِّقُونَ ﴿٥٧﴾ أَفَرَءَيْتُم مَّا تُمْنُونَ ﴿٥٨﴾ ءَأَنتُمْ تَخْلُقُونَهُۥٓ أَمْ نَحْنُ الْخٰلِقُونَ ﴿٥٩﴾ نَحْنُ قَدَّرْنَا بَيْنَكُمُ الْمَوْتَ وَمَا نَحْنُ بِمَسْبُوقِينَ ﴿٦٠﴾ عَلٰىٓ أَن نُّبَدِّلَ أَمْثٰلَكُمْ وَنُنشِئَكُمْ فِى مَا لَا تَعْلَمُونَ ﴿٦١﴾ وَلَقَدْ عَلِمْتُمُ النَّشْأَةَ الْأُولٰى فَلَوْلَا تَذَكَّرُونَ ﴿٦٢﴾

اور اسی سے پیٹ بھرنے والے ہو ○ پھر اس پر گرم کھولتا پانی پینے والے ہو ○ پھر پینے والے بھی پیاسے اونٹوں کی طرح ○ قیامت کے دن ان کی مہمانی یہ ہے ○ ہم ہی نے تم سب کو پیدا کیا ہے پھر تم کیوں باور نہیں کرتے؟ ○ اچھا پھر یہ تو بتلاؤ کہ جو پانی تم ٹپکاتے ہو ○ کیا اس کا انسان تم بناتے ہو یا پیدا کرنے والے ہم ہیں؟ ○ ہم ہی نے تم میں موت کو متعین کر دیا ہے اور ہم اس سے ہارے ہوئے نہیں ہیں ○ کہ تمہاری جگہ تو تم جیسے اور پیدا کر دیں اور تمہیں نئے سرے سے اس عالم میں پیدا کریں جس سے تم بالکل بے خبر ہو ○ تمہیں یقینی طور پر پہلی دفعہ کی پیدائش تو معلوم ہی ہے پھر کیوں عبرت حاصل نہیں کرتے؟ ○

منکرین قیامت کو جواب: ☆☆ (آیت: ۵۳-۶۲) اللہ تعالیٰ قیامت کے منکرین کو لاجواب کرنے کے لئے قیامت کے قائم ہونے کی اور لوگوں کے دوبارہ جی اٹھنے کی دلیل دے رہا ہے فرماتا ہے کہ جب ہم نے پہلی مرتبہ جبکہ تم کچھ نہ تھے، تمہیں پیدا کر دیا تو اب فنا ہونے کے بعد جبکہ کچھ نہ کچھ تو تم رہو گے ہی، تمہیں دوبارہ پیدا کرنا ہم پر کیا گراں ہوگا؟ جب ابتدائی اور پہلی پیدائش کو مانتے ہو تو پھر دوسری مرتبہ کے پیدا

ہونے سے کیوں انکار کرتے ہو؟ دیکھو انسان کے خاص پانی کے قطرے تو عورت کے بچہ دان میں پہنچ جاتے ہیں' اتنا کام تو تمہارا تھا لیکن اب ان قطروں کو بصورت انسان پیدا کرنا یہ کس کا کام ہے؟ ظاہر ہے کہ تمہارا اس میں کوئی دخل نہیں' کوئی ہاتھ نہیں کوئی قدرت نہیں' کوئی تدبیر نہیں' پیدا کرنا یہ صفت صرف خالق کل اللہ رب العزت کی ہی ہے' ٹھیک اسی طرح مار ڈالنے پر بھی وہی قادر ہے۔ کل آسمان وزمین والوں کی موت کا متصرف بھی اللہ ہی ہے۔ پھر بھلا اتنی بڑی قدرتوں کا مالک کیا یہ نہیں کرسکتا کہ قیامت کے دن تمہاری پیدائش میں تبدیل کر کے جس صفت اور جس حال میں چاہے تمہیں از سرنو پیدا کر دے۔ پس جبکہ جانتے ہو' مانتے ہو کہ ابتدائے آفرینش اسی نے کی ہے اور عقل باور کرتی ہے کہ پہلی پیدائش دوسری پیدائش سے مشکل ہے پھر دوسری پیدائش کا انکار کیوں کرتے ہو؟ یہی اور جگہ ہے وَهُوَ الَّذِي يَبْدَأُ الْخَلْقَ ثُمَّ يُعِيدُهُ وَهُوَ أَهْوَنُ عَلَيْهِ خدا ہی نے پہلی پہلی مرتبہ پیدا کیا ہے اور وہی دوبارہ دوہرائے گا اور یہ اس پر بہت ہی آسان ہے سورۂ یاسین میں أَوَلَمْ يَرَ الْإِنْسَانُ سے عَلِيمٌ تک ارشاد فرمایا یعنی ہم انسان کو نطفے سے پیدا کرتے ہیں پھر وہ حجت بازیاں کرنے لگتا ہے اور ہمارے سامنے مثالیں بیان کرنے لگتا ہے اور کہتا پھرتا ہے ان بوسیدہ گلی سڑی ہڈیوں کو کون زندہ کرے گا' تم اے نبی ہماری طرف سے جواب دو کہ انہیں وہ زندہ کرے گا جس نے انہیں پہلے پہل پیدا کیا ہے وہ ہر پیدائش کا علم رکھنے والا ہے۔ سورۂ قیامہ میں فرمایا أَيَحْسَبُ الْإِنْسَانُ سے آخر سورہ تک' یعنی کیا انسان یہ سمجھ بیٹھا ہے کہ اسے یونہی آوارہ چھوڑ دیا جائے گا؟ کیا یہ ایک غلیظ پانی کے نطفے کی شکل میں نہ تھا' پھر خون کے لوتھڑے کی صورت میں نمایاں ہوا تھا؟ پھر اللہ نے اسے پیدا کیا' درست کیا' مرد عورت بنایا ایسا خدا مردوں کے جلانے پر قادر نہیں؟

أَفَرَأَيْتُمْ مَا تَحْرُثُونَ ﴿٦٣﴾ أَأَنْتُمْ تَزْرَعُونَهُ أَمْ نَحْنُ الزَّارِعُونَ ﴿٦٤﴾ لَوْ نَشَاءُ لَجَعَلْنَاهُ حُطَامًا فَظَلْتُمْ تَفَكَّهُونَ ﴿٦٥﴾ إِنَّا لَمُغْرَمُونَ ﴿٦٦﴾ بَلْ نَحْنُ مَحْرُومُونَ ﴿٦٧﴾ أَفَرَأَيْتُمُ الْمَاءَ الَّذِي تَشْرَبُونَ ﴿٦٨﴾ أَأَنْتُمْ أَنْزَلْتُمُوهُ مِنَ الْمُزْنِ أَمْ نَحْنُ الْمُنْزِلُونَ ﴿٦٩﴾ لَوْ نَشَاءُ جَعَلْنَاهُ أُجَاجًا فَلَوْلَا تَشْكُرُونَ ﴿٧٠﴾ أَفَرَأَيْتُمُ النَّارَ الَّتِي تُورُونَ ﴿٧١﴾ أَأَنْتُمْ أَنْشَأْتُمْ شَجَرَتَهَا أَمْ نَحْنُ الْمُنْشِئُونَ ﴿٧٢﴾ نَحْنُ جَعَلْنَاهَا تَذْكِرَةً وَمَتَاعًا لِلْمُقْوِينَ ﴿٧٣﴾ فَسَبِّحْ بِاسْمِ رَبِّكَ الْعَظِيمِ ﴿٧٤﴾

ع ۲ / ۱۶ / ۱۵

اچھا پھر یہ بھی بتلاؤ کہ تم جو کچھ بوتے ہو ○ اسے تم ہی اگاتے ہو۔ یا ہم اگانے والے ہیں؟ ○ اگر ہم چاہیں تو اسے ریزہ ریزہ کر ڈالیں اور تم حیرت کے ساتھ باتیں بناتے ہی رہ جاؤ ○ کہ ہم پر تو تاوان ہی پڑ گیا ○ بلکہ ہم بالکل بدنصیب ہی رہ گئے ○ اچھا یہ بتاؤ کہ جس پانی کو تم پیتے ہو ○ اسے بادلوں سے بھی تم ہی اتارتے ہو یا ہم برساتے ہیں؟ ○ اگر ہماری منشا ہو تو ہم اسے کڑوا زہر کر دیں پھر تم ہماری شکر گذاری کیوں نہیں کرتے؟ ○ اچھا ذرا یہ بھی بتاؤ کہ جو آگ تم سلگاتے ہو ○ اس کے درخت کو تم نے پیدا کیا ہے۔ یا ہم اس کے پیدا کرنے والے ہیں؟ ○ ہم نے اسے سبب نصیحت اور مسافروں کے فائدے کی چیز بنایا ہے ○ پس اپنے بڑے اللہ کے نام کی تسبیح کیا کرو ○

آگ اور پانی کا خالق کون؟: ☆☆ (آیت: ۶۳-۷۴) ارشاد باری ہے کہ تم جو کھیتیاں بوتے ہو' زمین کھود کر بیج ڈالتے ہو' پھر ان بیجوں کو اگانا بھی کیا تمہارے بس میں ہے؟ نہیں نہیں' بلکہ انہیں اگانا' انہیں پھل پھول دینا ہمارا کام ہے۔ ابن جریرؒ میں ہے حضورؐ نے فرمایا

زَرَعْتُ نہ کہا کرو بلکہ حَرَثْتُ کہا کرو یعنی یوں کہو میں نے بویا' یوں نہ کہو کہ میں نے اگایا- حضرت ابو ہریرہؓ نے یہ حدیث سنا کر پھر اسی آیت کی تلاوت کی- امام حجر مدریؒ ان آیتوں کے ایسے سوال کے موقعوں کو جب پڑھتے تو کہتے بَلْ اَنْتَ یَا رَبِّیْ ہم نے نہیں بلکہ اے ہمارے پروردگار تو نے ہی- پھر فرماتا ہے کہ پیدا کرنے کے بعد بھی ہماری مہربانی ہے کہ ہم اسے بڑھائیں اور پکائیں ورنہ ہمیں قدرت ہے کہ سکھا دیں اور مضبوط نہ ہونے دیں' برباد کر دیں اور بے نشان دنیا بنا دیں- اور تم ہاتھ ملتے اور باتیں بناتے ہی رہ جاؤ- کہ ہائے ہم پر آفت آ گئی' ہائے ہماری تو اصل بھی ماری گئی' بڑا نقصان ہو گیا' نفع ایک طرف پونجی بھی غارت ہو گئی' غم ورنج سے نہ جانے کیا کیا بھانت بھانت کی بولیاں بولنے لگ جاؤ' کبھی کہو کاش کہ اب کی مرتبہ بوتے ہی نہیں' کاش کہ یوں کرتے دوں کرتے- یہ بھی ہو سکتا ہے کہ یہ مطلب ہو کہ اس وقت تم اپنے گناہوں پر نادم ہو جاؤ- تفکہ کا لفظ اپنے میں دونوں معنی رکھتا ہے نفع کے اور غم کے- مزن بادل کو کہتے ہیں- پھر اپنی پانی جیسی اعلیٰ نعمت کا ذکر کرتا ہے کہ دیکھو اس کا برسانا بھی میرے قبضہ میں ہے' کوئی ہے جو اسے بادل سے اتار لائے؟ اور جب اتر آیا پھر بھی اس میں مٹھاس' کڑواہٹ' پیدا کرنے پر مجھے قدرت ہے- یہ میٹھا پانی بیٹھے بٹھائے میں تمہیں دوں جس سے تم نہاؤ' دھوؤ کپڑے صاف کرو کھیتیوں اور باغوں کو سیراب کرو' جانوروں کو پلاؤ' پھر کیا تمہیں یہی چاہئے کہ میرا شکر بھی ادا نہ کرو' جناب رسول اللہ ﷺ پانی پی کر فرمایا کرتے اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ سَقَانَاہُ عَذْبًا فُرَاتًا بِرَحْمَتِہٖ وَلَمْ یَجْعَلْہُ مِلْحًا اُجَاجًا بِذُنُوْبِنَا- یعنی اللہ کا شکر ہے کہ اس نے ہمیں میٹھا اور عمدہ پانی اپنی رحمت سے پلایا اور ہمارے گناہوں کے باعث اسے کھاری اور کڑوا نہ بنا دیا- عرب میں دو درخت ہوتے ہیں مرخ اور عفار- ان کی سبز شاخیں جب ایک دوسری سے رگڑی جائیں تو آگ نکلتی ہے' اس نعمت کو یاد دلا کر فرماتا ہے کہ یہ آگ جس سے تم پکاتے رہتے ہو اور سینکڑوں فائدے حاصل کر رہے ہو' بتلاؤ کہ اصل یعنی درخت اس کے پیدا کرنے والے تم ہو یا میں؟ اس آگ کو ہم نے تذکرہ بنایا ہے یعنی اسے دیکھ کر جہنم کی آگ کو یاد کرو اور اس سے بچنے کی راہ لو- حضرت قتادہؒ کی ایک مرسل حدیث میں ہے حضورؐ نے فرمایا تمہاری یہ دنیا کی آگ دوزخ کی آگ کا سترواں حصہ ہے' لوگوں نے کہا حضورؐ یہی بہت کچھ ہے- آپ نے فرمایا ہاں پھر یہ سترواں حصہ بھی دو مرتبہ پانی سے بجھایا گیا ہے' اب یہ اس قابل ہوا ہے کہ تم اس سے نفع اٹھا سکو اور اس کے قریب جا سکو- یہ مرسل حدیث مسند میں مروی ہے اور بالکل صحیح ہے- مُقْوِیْنَ سے مراد مسافر ہیں' بعض نے کہا ہے جنگل میں رہنے سہنے والے لوگ مراد ہیں- بعض نے کہا ہے ہر بھوکا مراد ہے- غرض دراصل ہر وہ شخص مراد ہے جسے آگ کی ضرورت ہو اور وہ اس سے فائدہ حاصل کرنے کا محتاج ہو' ہر امیر' فقیر' شہری' دیہاتی' مسافر' مقیم کو اس کی حاجت ہوتی ہے' پکانے کے لئے' تاپنے کے لئے' روشنی کے لئے وغیرہ- پھر خدا کی اس کریمی کو دیکھئے کہ درختوں میں' لوہے میں اس نے اسے رکھ دیا تاکہ مسافر اپنے ساتھ لے جا سکے اور ضرورت کے وقت اپنا کام نکال سکے- ابو داؤد وغیرہ میں حدیث ہے کہ حضورؐ نے فرمایا تین چیزوں میں تمام مسلمانوں کا برابر کا حصہ ہے' آگ گھاس اور پانی- ابن ماجہ میں ہے یہ تینوں چیزیں روکنے کا کسی کو حق نہیں- ایک روایت میں ان کی قیمت کا ذکر بھی ہے- لیکن اس کی سند ضعیف ہے' واللہ اعلم-

پھر فرماتا ہے تم سب کو چاہئے کہ اس بہت بڑی قدرتوں کے مالک اللہ کی ہر وقت پاکیزگی بیان کرتے رہو' جس نے آگ جیسی جلا دینے والی چیز کو تمہارے لئے نفع دینے والی بنا دیا- جس نے پانی کو کھاری اور کڑوا نہ کر دیا کہ تم پیاس کے مارے تکلیف اٹھاؤ بلکہ اسے میٹھا صاف شفاف اور مزیدار بنایا- دنیا میں رب کی ان نعمتوں سے فائدے اٹھاؤ اور اس کا شکر بجا لاؤ تو پھر آخرت میں بھی فائدے ہی فائدے ہیں- دنیا میں یہ آگ اس نے تمہارے فائدہ کے لئے بنائی ہے اور ساتھ ہی اس لئے کہ آخرت کی آگ کا بھی اندازہ تم کر سکو اور اس سے بچنے کے لئے خدا کے فرمانبردار بن جاؤ-

فَلَآ اُقۡسِمُ بِمَوٰقِعِ النُّجُوۡمِ ﴿۷۵﴾ وَاِنَّهٗ لَقَسَمٌ لَّوۡ تَعۡلَمُوۡنَ عَظِيۡمٌ ﴿۷۶﴾ اِنَّهٗ لَقُرۡاٰنٌ كَرِيۡمٌ ﴿۷۷﴾ فِىۡ كِتٰبٍ مَّكۡنُوۡنٍ ﴿۷۸﴾ لَّا يَمَسُّهٗۤ اِلَّا الۡمُطَهَّرُوۡنَ ﴿۷۹﴾ تَنۡزِيۡلٌ مِّنۡ رَّبِّ الۡعٰلَمِيۡنَ ﴿۸۰﴾ اَفَبِهٰذَا الۡحَدِيۡثِ اَنۡتُمۡ مُّدۡهِنُوۡنَ ﴿۸۱﴾ وَتَجۡعَلُوۡنَ رِزۡقَكُمۡ اَنَّكُمۡ تُكَذِّبُوۡنَ ﴿۸۲﴾

پس میں قسم کھاتا ہوں ستاروں کے گرنے کی ○ اور اگر تمہیں علم ہو تو یہ بہت بڑی قسم ہے ○ کہ بیشک یہ قرآن بہت بڑی عزت والا ہے ○ جو کہ ایک محفوظ کتاب میں درج ہے ○ جسے صرف پاک لوگ ہی چھو سکتے ہیں ○ یہ رب العالمین کی طرف سے اترا ہوا ہے ○ پس کیا تم ایسی بات کو سرسری اور معمولی سمجھ رہے ہو؟ ○ اور اپنے حصے میں یہی لیتے ہو کہ جھٹلاتے پھرو؟ ○

قرآن کا مقام: ☆☆ (آیت: ۷۵-۸۲) حضرت ضحاکؒ فرماتے ہیں خدا کی یہ قسمیں کلام کو شروع کرنے کے لئے ہوا کرتی ہیں لیکن یہ قول ضعیف ہے۔ جمہور فرماتے ہیں یہ قسمیں ہیں اور ان میں ان چیزوں کی عظمت کا اظہار بھی ہے۔ بعض مفسرین کا قول ہے کہ یہاں پر لا زائد ہے اور اِنَّهٗ لَقُرْاٰنٌ الخ' جواب قسم ہے اور لوگ کہتے ہیں لا کو زائد بتلانے کی کوئی وجہ نہیں' کلام عرب کے دستور کے مطابق وہ قسم کے شروع میں آتا ہے جبکہ جس چیز پر قسم کھائی جائے وہ منفی ہو۔ جیسے حضرت عائشہؓ کے اس قول میں کہ وَاللّٰهِ مَامَسَّتْ يَدُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَدَامْرَأَةٍ قَطُّ یعنی خدا کی قسم حضورؐ نے اپنا ہاتھ کسی عورت کے ہاتھ سے لگایا نہیں یعنی بیعت میں عورتوں سے مصافحہ نہیں کیا۔ اسی طرح یہاں بھی لا قسم کے شروع میں مطابق قاعدہ ہے نہ کہ زائد۔ تو کلام کا مقصود یہ ہے کہ تمہارے جو خیالات قرآن کریم کی نسبت ہیں یہ جادو ہے یا کہانت ہے غلط ہیں۔ بلکہ یہ پاک کتاب کلام اللہ ہے۔ بعض عرب کہتے ہیں کہ لا سے ان کے کلام کا انکار ہے' پھر اصل امر کا اثبات الفاظ میں ہے۔ مواقع نجوم سے مراد قرآن کا بتدریج اترنا ہے۔ لوح محفوظ سے تو لیلۃ القدر میں ایک ساتھ آسمان اول پر اتر آیا' پھر حسب ضرورت تھوڑا تھوڑا وقت بروقت اترتا رہا یہاں تک کہ کئی برسوں میں پورا اتر آیا۔ مجاہدؒ فرماتے ہیں اس سے مراد ستاروں کے طلوع اور ظاہر ہونے کی آسمان کی جگہیں ہیں۔ مواقع سے مراد منازل ہیں۔

حسنؒ فرماتے ہیں قیامت کے دن ان کا منتشر ہو جانا ہے۔ ضحاکؒ فرماتے ہیں اس سے مراد وہ ستارے ہیں جن کی نسبت مشرکین عقیدہ رکھتے تھے کہ فلاں فلاں تارے کی وجہ سے ہم پر بارش برسی۔ پھر بیان ہوتا ہے کہ یہ بہت بڑی قسم ہے اس لئے کہ جس امر پر یہ قسم کھائی جا رہی ہے وہ بہت بڑا امر ہے یعنی یہ قرآن بڑی عظمت والی کتاب ہے' معظم و محفوظ اور مضبوط کتاب میں ہے۔ جسے صرف پاک ہاتھ ہی لگتے ہیں یعنی فرشتوں کے ہاں یہ اور بات ہے کہ دنیا میں اسے سب کے ہاتھ لگتے ہیں۔ ابن مسعودؓ کی قرأت میں مَايَمَسُّهٗ ہے' ابوالعالیہؒ کہتے ہیں یہاں پاک سے مراد انسان نہیں' انسان تو گنہگار ہے۔ یہ کفار کا جواب ہے وہ کہتے تھے کہ اس قرآن کو لے کر شیطان اترتے ہیں۔ جیسے اور جگہ صاف فرمایا وَمَا تَنَزَّلَتْ بِهِ الشَّيٰطِيْنُ یعنی اسے نہ تو شیطان لے کر اترے ہیں نہ ان کے یہ لائق نہ ان کی یہ مجال' بلکہ وہ تو اس کے سننے سے بھی الگ ہیں۔ یہی قول اس آیت کی تفسیر میں دل کو زیادہ لگتا ہے۔ اور اقوال بھی اس کے مطابق ہو سکتے ہیں۔ فراءؒ نے کہا ہے اس کا ذائقہ اور اس کا لطف صرف باایمان لوگوں کو ہی میسر آتا ہے۔ بعض کہتے ہیں مراد جنابت اور حدث سے پاک ہونا ہے' گو یہ خبر ہے لیکن مراد اس سے انشاء ہے اور قرآن سے مراد یہاں پر مصحف ہے۔ مطلب یہ ہے کہ مسلمان ناپاکی کی حالت میں قرآن کو ہاتھ نہ لگائے۔ ایک حدیث میں ہے حضورؐ نے قرآن ساتھ لے کر حربی کافروں کے ملک میں جانے سے منع فرمایا ہے کہ ایسا نہ ہو کہ اسے دشمن کچھ نقصان پہنچائے (مسلم)

نبی ﷺ نے جو فرمان حضرت عمرو بن حزمؓ کو لکھ کر دیا تھا اس میں یہ بھی تھا کہ قرآن کو نہ چھوئے مگر پاک۔ (مؤطا مالک) مراسیل ابوداؤد میں ہے زہریؒ فرماتے ہیں میں نے خود اس کتاب کو دیکھا ہے اور اس میں یہ جملہ پڑھا ہے۔ گو اس روایت کی بہت سی سندیں ہیں لیکن ہر ایک قابل غور ہے واللہ اعلم۔ پھر ارشاد ہے کہ یہ قرآن شعر و سخن' جادو اور فن نہیں بلکہ خدائی کلام ہے اور اسی کی جانب سے اترا ہے' یہ سراسر حق ہے بلکہ صرف یہی حق ہے اس کے سوا اس کے خلاف جو ہے باطل اور یکسر مردود ہے۔ پھر تم ایسی پاک بات کا کیوں انکار کرتے ہو؟ کیوں اس سے ہٹنا اور یکسو ہو جانا چاہتے ہو؟ کیا اس کا شکر یہی ہے کہ تم اسے جھٹلاؤ؟ قبیلہ ازد کے کلام میں رزق بمعنی شکر آتا ہے۔ مسند کی ایک حدیث میں بھی رزق کا معنی شکر کیا ہے' یعنی تم کہتے ہو کہ فلاں ستارے کی وجہ سے' ہمیں پانی ملا اور فلاں ستارے سے فلاں چیز۔

ابن عباسؓ فرماتے ہیں ہر بارش کے موقع پر بعض لوگ کفریہ کلمات بک دیتے ہیں کہ بارش کا باعث فلاں ستارہ ہے۔ مؤطا میں ہے ہم حدیبیہ کے میدان میں تھے' رات کو بارش ہوئی تھی' صبح کی نماز کے بعد حضورؐ نے لوگوں کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا جانتے بھی ہو آج شب تمہارے رب نے کیا فرمایا؟ لوگوں نے کہا خدا کو معلوم اور اس کے رسولؐ کو' آپ نے فرمایا سنو یہ فرمایا کہ آج میرے بندوں میں سے بہت سے میرے ساتھ کافر ہو گئے اور بہت سے ایماندار بن گئے۔ جس نے کہا کہ ہم پر اللہ کے فضل و کرم سے پانی برسا وہ تو میری ذات پر ایمان رکھنے والا اور ستاروں سے کفر کرنے والا ہوا اور جس نے کہا کہ فلاں فلاں ستارے سے بارش برسی' اس نے میرے ساتھ کفر کیا اور اس ستارے پر ایمان لایا۔ مسلم کی حدیث میں عموم ہے کہ آسمان سے جو برکت نازل ہوتی ہے وہ بعض کے ایمان کا اور بعض کے کفر کا باعث بن جاتی ہے۔ ہاں یہ خیال رہے کہ ایک مرتبہ حضرت عمرؓ نے حضرت عباسؓ سے پوچھا تھا کہ ثریا ستارہ کتنا باقی ہے؟ پھر کہا تھا کہ اس علم والوں کا خیال ہے کہ یہ اپنے ساقط ہو جانے کے ہفتہ بھر بعد افق پر نمودار ہوتا ہے' چنانچہ یہی ہوا بھی کہ اس سوال جواب اور استسقا کو سات روز گذرے تھے جو پانی برسا۔ یہ واقعہ محمول ہے عادت اور تجربہ پر' نہ یہ کہ اس ستارے میں ہے اور اس ستارے کو ہی اثر کا موجد جانتے ہوں۔ اس قسم کا عقیدہ تو کفر ہے ہاں تجربہ سے کوئی چیز معلوم کر لینا یا کوئی بات کہہ دینا دوسری چیز ہے۔ اس بارے کی بہت سی حدیثیں آیت مَا يَفْتَحِ اللّٰهُ لِلنَّاسِ مِنْ رَّحْمَةٍ کی تفسیر میں گذر چکی ہیں۔ ایک شخص کو حضورؐ نے یہ کہتے ہوئے سن لیا کہ فلاں ستارے کے اثر سے بارش ہوئی تو آپ نے فرمایا تو جھوٹا ہے' یہ تو اللہ کی برسائی ہوئی ہے' یہ تو رزق الٰہی ہے۔ ایک مرفوع حدیث میں ہے لوگوں کو نہ جانے کیا ہو گیا ہے اگر سات سال قحط سالی رہے اور پھر اللہ اپنے فضل و کرم سے بارش برسائے تو بھی یہ جھٹ سے زبان سے نکالنے لگیں گے کہ فلاں تارے نے برسایا۔ مجاہدؒ فرماتے ہیں اپنی روزی تکذیب کو ہی نہ بنا لو یعنی یوں نہ کہو کہ فلاں فراخی کا سبب فلاں چیز ہے بلکہ یوں کہو کہ سب کچھ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے۔ پس یہ بھی مطلب ہے اور یہ بھی کہ قرآن میں ان کا حصہ کچھ نہیں بلکہ ان کا حصہ یہی ہے کہ یہ اسے جھوٹا کہتے رہیں اور اسی مطلب کی تائید اس سے پہلے کی آیت سے بھی ہوتی ہے۔

فَلَوْلَآ اِذَا بَلَغَتِ الْحُلْقُوْمَ ﴿۸۳﴾ وَاَنْتُمْ حِيْنَئِذٍ تَنْظُرُوْنَ ﴿۸۴﴾ وَنَحْنُ اَقْرَبُ اِلَيْهِ مِنْكُمْ وَلٰكِنْ لَّا تُبْصِرُوْنَ ﴿۸۵﴾ فَلَوْلَآ اِنْ كُنْتُمْ غَيْرَ مَدِيْنِيْنَ ﴿۸۶﴾ تَرْجِعُوْنَهَآ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴿۸۷﴾

پس جبکہ روح نرخرے تک پہنچ جائے ○ اور تم اس وقت تک رہے ہو ○ ہم اس شخص سے بہ نسبت تمہارے بہت زیادہ قریب ہوتے ہیں لیکن تم نہیں دیکھ سکتے ○ پس اگر تم کسی کے زیر فرمان نہیں ○ اور اس قول میں سچے ہو تو ذرا اس روح کو تو لوٹا لو ○

عالم نزع کی بے بسی: ☆☆ (آیت:۸۳-۸۷) اسی مضمون کی آیتیں سورۂ قیامہ میں بھی ہیں۔ فرماتا ہے کہ ایک شخص اپنے آخری وقت میں ہے نزع کا عالم ہے روح پرواز کر رہی ہے تم سب پاس بیٹھے دیکھ رہے ہو کوئی کچھ نہیں کر سکتا ہمارے فرشتے جنہیں تم دیکھ نہیں سکتے تم سے بھی زیادہ قریب اس مرنے والے سے ہیں۔ جیسے اور جگہ ہے وَهُوَ الْقَاهِرُ فَوْقَ عِبَادِهِ وَيُرْسِلُ عَلَيْكُمْ حَفَظَةً خدا اپنے بندوں پر غالب ہے وہ تم پر اپنے پاس سے محافظ بھیجتا ہے جب تم میں سے کسی کی موت کا وقت آ جاتا ہے تو ہمارے بھیجے ہوئے اسے ٹھیک طور پر فوت کر لیتے ہیں پھر وہ سب کے سب اللہ تعالیٰ مولائے حق کی طرف بازگشت کرائے جائیں گے جو حاکم ہے اور جلد حساب لے لینے والا ہے۔ یہاں فرماتا ہے اگر سچ مچ تم لوگ کسی کے زیر فرمان نہیں ہو اگر یہ حق ہے کہ تم دوبارہ جینے اور میدان قیامت میں حاضر ہونے کے قائل نہیں ہو اور اس میں تم حق پر ہو اگر تمہیں حشر ونشر کا یقین نہیں اگر تم عذاب نہیں کیے جاؤ گے وغیرہ تو ہم کہتے ہیں اس روح کو جانے ہی کیوں دیتے ہو؟ اگر تمہارے بس میں ہے تو حلق تک پہنچی ہوئی روح کو واپس اس کی اصلی جگہ پہنچا دو۔ پس یاد رکھو جیسے اس روح کو اس جسم میں ڈالنے پر ہم قادر تھے اور اسے بھی تم نے بہ چشم خود دیکھ لیا یقین مانو اسی طرح ہم دوبارہ اسی روح کو اس جسم میں ڈال کر نئی زندگی دینے پر بھی قادر ہیں۔ تمہارا نہ اپنی پیدائش میں دخل نہ مرنے میں پھر دوبارہ جی اٹھنے میں تمہارا دخل کہاں سے ہو گیا؟ جو تم کہتے پھرتے ہو کہ ہم مر کر نہیں جئیں گے۔

فَأَمَّا إِنْ كَانَ مِنَ الْمُقَرَّبِينَ ﴿۸۸﴾ فَرَوْحٌ وَرَيْحَانٌ ۙ وَجَنَّتُ نَعِيمٍ ﴿۸۹﴾ وَأَمَّا إِنْ كَانَ مِنْ أَصْحَابِ الْيَمِينِ ﴿۹۰﴾ فَسَلَامٌ لَكَ مِنْ أَصْحَابِ الْيَمِينِ ﴿۹۱﴾ وَأَمَّا إِنْ كَانَ مِنَ الْمُكَذِّبِينَ الضَّالِّينَ ﴿۹۲﴾ فَنُزُلٌ مِنْ حَمِيمٍ ﴿۹۳﴾ وَتَصْلِيَةُ جَحِيمٍ ﴿۹۴﴾ إِنَّ هَٰذَا لَهُوَ حَقُّ الْيَقِينِ ﴿۹۵﴾ فَسَبِّحْ بِاسْمِ رَبِّكَ الْعَظِيمِ ﴿۹۶﴾

پس جو کوئی بارگاہ الٰہی سے قریب کیا ہوا ہوگا ○ اسے تو راحت ہے اور غذائیں ہیں اور آرام والی جنت ہے ○ اور جو شخص داہنے ہاتھ والوں میں سے ہے ○ تو بھی سلامتی ہے تیرے لئے کہ تو داہنے ہاتھ والوں میں سے ہے ○ لیکن اگر کوئی جھٹلانے والوں گمراہوں میں سے ہے ○ تو کھولتے گرم پانی کی مہمانی ہے ○ اور دوزخ میں جانا ○ یہ خبر سراسر حق اور قطعاً یقینی ہے ○ پس تو اپنے عظیم الشان پروردگار کی تسبیح کر ○

احوال موت: ☆☆ (آیت:۸۸-۹۶) یہاں وہ احوال بیان ہو رہے ہیں جو موت کے وقت سکرات کے وقت دنیا کی آخری ساعت میں انسانوں کے ہوتے ہیں کہ یا تو وہ اعلیٰ درجہ کا خدا کا مقرب ہے یا اس سے کم درجے کا ہے جن کے داہنے ہاتھ میں نامہ اعمال دیا جائے گا یا بالکل بدنصیب ہے جو اللہ سے جاہل رہا اور راہ حق سے غافل رہا تو فرماتا ہے کہ جو مقربین بارگاہ خدا ہیں جو احکام کے عامل تھے نافرمانیوں کے تارک تھے انہیں تو فرشتے طرح طرح کی خوشخبریاں سناتے ہیں۔ جیسے کہ پہلے براء کی حدیث گذری کہ رحمت کے فرشتے اس سے کہتے ہیں اے پاک روح! پاک جسم والی روح! چل راحت و آرام کی طرف چل کبھی نہ ناراض ہونے والے رحمان کی طرف۔ روح سے مراد راحت ہے اور ریحان سے مراد آرام ہے۔ غرض دنیا کے مصائب سے راحت مل جاتی ہے ابدی سرور اور سچی خوشی خدا کے غلام کو اسی وقت حاصل ہوتی ہے وہ ایک فراخی اور وسعت دیکھتا ہے اس کے سامنے رزق اور رحمت ہوتی ہے وہ جنت عدن کی طرف لپکتا ہے۔ حضرت ابوالعالیہؒ

فرماتے ہیں جنت کی ایک ہری بھری شاخ آتی ہے اور اس وقت مقرب خدا کی روح قبض کی جاتی ہے۔ محمد بن کعبؒ فرماتے ہیں مرنے سے پہلے ہی ہر مرنے والے کو معلوم ہو جاتا ہے کہ وہ جنتی ہے یا جہنمی ہے (یا اللہ! ہمارے اس وقت میں تو ہماری مدد کر' ہمیں ایمان سے اٹھا اور اپنی رضامندی کی خوشخبری سنا کر سکون و راحت کے ساتھ یہاں سے لے جا' آمین) گو سکرات کے وقت کی احادیث ہم سورۂ ابراہیم کی آیت یُثَبِّتُ اللّٰهُ الخ' کی تفسیر میں وارد کر چکے ہیں لیکن چونکہ یہ ان کا بہترین موقع ہے اس لئے یہاں ایک ٹکڑا بیان کرتے ہیں۔

حضورؐ فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ حضرت ملک الموت علیہ السلام سے فرماتا ہے میرے فلاں بندے کے پاس جا اور اسے میرے دربار میں لے آ' میں نے اسے رنج' راحت' آرام' تکلیف' خوشی ناخوشی غرض ہر آزمائش میں آزما لیا اور اپنی مرضی کے مطابق پایا' بس اب میں اسے ابدی راحت دینا چاہتا ہوں' جا اسے میرے خاص دربار میں پیش کر۔ ملک الموت پانچ سو رحمت کے فرشتے اور جنت کے کفن اور جنتی خوشبوئیں ساتھ لے کر اس کے پاس آتے ہیں' گو ریحان ایک ہی ہوتا ہے لیکن سرے پر بیس قسمیں ہوتی ہیں' ہر ایک کی جداگانہ مہک ہوتی ہے' سفید ریشم ساتھ ہوتا ہے جس میں مشک کی لپٹیں آتی ہیں۔ مسند احمد میں ہے حضورؐ کی قرأت فَرُوْحٌ راء کے پیش سے تھی۔ لیکن تمام قاریوں کی قرأت اء کے زبر سے ہے یعنی فَرَوْحٌ۔ مسند میں ہے حضرت ام ہانیؓ نے رسول مقبول علیہ السلام سے پوچھا کیا مرنے کے بعد ہم آپس میں ایک دوسرے سے ملیں گے اور ایک دوسرے کو دیکھیں گے؟ آپ نے فرمایا روح ایک پرند ہو جائے گی' جو درختوں کے میوے چگے گی یہاں تک کہ قیامت قائم ہو' اس وقت اپنے اپنے جسم میں چلی جائے گی۔ اس حدیث میں ہر مومن کے لئے بہت بڑی بشارت ہے۔ مسند احمد میں بھی اس کی شاہد ایک حدیث ہے' جس کی اسناد بہت بہتر ہیں اور متن بھی بہت قوی ہے اور صحیح روایت میں ہے شہیدوں کی روحیں سبز رنگ پرندوں کے قالب میں ہیں' ساری جنت میں جہاں چاہیں کھاتی پیتی رہتی ہیں اور عرش تلے لٹکی ہوئی قندیلوں میں آ بیٹھتی ہیں۔

مسند احمد میں ہے کہ عبدالرحمٰن بن ابو یعلیٰؒ ایک جنازے میں گدھے پر سوار جا رہے تھے' آپ کی عمر اس وقت بڑھاپے کی تھی' سر اور داڑھی کے بال سفید تھے' اسی اثناء میں آپ نے یہ حدیث بیان فرمائی کہ حضورؐ نے فرمایا جو اللہ کی ملاقات کو پسند کرتا ہے اللہ بھی اس سے ملنا چاہتا ہے اور جو خدا سے ملنے کو برا جانتا ہے اللہ بھی اس کی ملاقات سے کراہت کرتا ہے' صحابہ یہ سن کر سر جھکائے رونے لگے' آپ نے فرمایا کیوں روتے' کیوں ہو؟ صحابہؓ نے کہا حضور بھلا موت کون چاہتا ہے؟ فرمایا سنو مطلب سکرات کے وقت سے ہے' اس وقت نیک مقرب بندے کو تو راحت و انعام اور آرام دہ جنت کی خوشخبری سنائی جاتی ہے جس پر وہ تڑپ اٹھتا ہے اور چاہتا ہے کہ جہاں تک ممکن ہو جلد اللہ سے ملے تاکہ ان نعمتوں سے مالا مال ہو جائے پس اللہ بھی اس کی ملاقات کی تمنا کرتا ہے اور اگر بد بندہ ہے تو اسے موت کے وقت گرم پانی اور جہنم کی مہمانی کی خبر دی جاتی ہے' جس سے یہ بیزار ہو جاتا ہے اور اس کی روح رونگٹے رونگٹے میں چھپنے اور اٹکنے لگتی ہے اور یہ دل میں چاہتا ہے کہ کسی طرح خدا کے حضور میں حاضر نہ ہوؤں پس اللہ بھی اس کی ملاقات کو ناپسند کرتا ہے۔ پھر فرماتا ہے اگر وہ سعادت مندوں سے ہے تو موت کے فرشتے اسے سلام کہتے ہیں تجھ پر سلامتی ہو تو اصحاب یمین میں سے ہے' اللہ کے عذابوں سے تو سلامتی پائے گا اور خود فرشتے بھی اسے سلام کرتے ہیں۔ جیسے اور آیت میں ہے اِنَّ الَّذِیْنَ قَالُوْا رَبُّنَا اللّٰهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوْا یعنی سچے پکے توحید والوں کے پاس ان کے انتقال کے وقت رحمت کے فرشتے آتے ہیں اور انہیں بشارت دیتے ہیں کہ کچھ ڈر خوف نہیں' کچھ رنج غم نہ کر' جنت تیرے لئے حسب وعدہ تیار ہے' دنیا اور آخرت میں ہم تیری حمایت کے لئے موجود ہیں' جو تمہارا جی چاہے تمہارے لئے موجود ہے' جو تمنا تم کرو گے پوری ہو کر رہے گی' غفور و رحیم خدا کے تم ذی عزت مہمان ہو۔ بخاری میں ہے یعنی تیرے لئے مسلم ہے کہ تو اصحاب یمین میں سے ہے۔ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ سلام یہاں دعا

کے معنی میں ہو واللہ اعلم۔ اگر مرنے والا حق کی تکذیب کرنے والا اور ہدایت سے کھویا ہوا ہے تو اس کی ضیافت اس گرم حمیم سے ہوگی جو آنتیں اور کھال تک جھلسا دے پھر چوطرف سے جہنم کی آگ گھیر لے گی جس میں جلتا بھنتا رہے گا۔ پھر فرمایا یہ یقینی باتیں ہیں جن کے حق ہونے میں کوئی شبہ نہیں۔ پس اپنے بڑے رب کے نام کی تسبیح جپتا رہ۔ مسند میں ہے اس آیت کے اترنے پر آپ نے فرمایا اسے رکوع میں رکھو اور سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْاَعْلٰى اترنے پر فرمایا اسے سجدے میں رکھو۔ آپؐ فرماتے ہیں جس نے سُبْحَانَ اللّٰهِ الْعَظِيْمِ وَبِحَمْدِهٖ کہا اس کے لئے جنت میں ایک درخت لگایا جاتا ہے (ترمذی) صحیح بخاری شریف کے ختم پر یہ حدیث ہے کہ حضورؐ نے فرمایا دو کلمے ہیں جو زبان پر ہلکے ہیں' میزان میں بوجھل ہیں' خدا کو بہت پیارے ہیں۔ سُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهٖ سُبْحَانَ اللّٰهِ الْعَظِيْمِ۔

الحمدللہ سورۂ واقعہ کی تفسیر ختم ہوئی' اللہ قبول فرمائے (اور ہمارے کل واقعات کا انجام بھلا کرے)۔

تفسیر سورۃ حدید

(تفسیر سورۂ حدید) ابو داؤد وغیرہ میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ سونے سے پہلے ان سورتوں کو پڑھتے تھے جن کا شروع سَبَّحَ یا يُسَبِّحُ ہے اور فرماتے تھے کہ ان میں ایک آیت ہے جو ایک ہزار آیتوں سے افضل ہے۔ جس آیت کی فضیلت اس حدیث میں بیان ہوئی ہے غالباً وہ آیت هُوَ الْاَوَّلُ وَالْاٰخِرُ ہے واللہ اعلم۔ اس کا تفصیلی بیان عنقریب آ رہا ہے۔ ان شاء اللہ تعالیٰ۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

سَبَّحَ لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ﴿١﴾ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ يُحْيٖ وَيُمِيْتُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ﴿٢﴾ هُوَ الْاَوَّلُ وَالْاٰخِرُ وَالظَّاهِرُ وَالْبَاطِنُ وَهُوَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ﴿٣﴾

مہربان اور مشفق اللہ کے نام سے شروع ○

آسمانوں اور زمینوں میں جو ہے سب اللہ کی تسبیح کر رہا ہے' وہ زبردست باحکمت ہے ○ آسمانوں اور زمین کی بادشاہت اسی کی ہے' وہی زندگی دیتا ہے اور موت بھی اور وہ ہر چیز پر قادر ہے ○ وہی پہلے ہے اور وہی پیچھے' وہی ظاہر ہے اور وہی مخفی اور وہ ہر چیز کو بخوبی جاننے والا ہے ○

کل کائنات ثناخواں ہے: ☆☆ (آیت: ۱-۳) تمام حیوانات سب نباتات اس کی پاکی بیان کرتے ہیں' ساتوں آسمان اور زمینیں اور ان کی مخلوق اور ہر ہر چیز اس کی ستائش کرنے میں مشغول ہے' گو تم ان کی تسبیح نہ سمجھ سکو' خدا حلیم وغفور ہے۔ اس کے سامنے ہر کوئی پست وعاجز ولاچار ہے' اس کی مقرر کردہ شریعت اور اس کے احکام حکمت سے پر ہیں۔ حقیقی بادشاہ جس کی ملکیت میں آسمان وزمین ہیں وہی ہے' خلق میں متصرف وہی ہے' زندگی موت اسی کے قبضے میں ہے' وہی فنا کرتا ہے' وہی پیدا کرتا ہے' جسے جو چاہے عنایت فرماتا ہے' ہر چیز پر قدرت رکھتا ہے' جو چاہتا ہے ہو جاتا ہے' جو نہ چاہے نہیں ہو سکتا۔ اس کے بعد کی آیت هُوَ الْاَوَّلُ وہ آیت ہے جس کی بابت اوپر کی حدیث میں گذرا کہ ایک ہزار آیتوں سے افضل ہے۔ حضرت ابوزمیلؒ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے کہتے ہیں کہ میرے دل میں ایک کھٹکا ہے لیکن

زبان پر لانے کو جی نہیں چاہتا- اس پر حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے مسکرا کر فرمایا شاید کچھ شک ہوگا جس سے کوئی نہیں بچا یہاں تک کہ قرآن میں ہے فَاِنۡ کُنۡتَ فِیۡ شَکٍّ مِّمَّاۤ اَنۡزَلۡنَاۤ اِلَیۡکَ الخ' یعنی اگر تو جو کچھ تیری طرف نازل کیا گیا ہے اس میں شک میں ہو تو تجھ سے پہلے جو کتاب پڑھتے ہیں ان سے پوچھ لے- پھر فرمایا جب تیرے دل میں کوئی شک ہو تو اس آیت کو پڑھ لیا کر ھُوَ الۡاَوَّلُ اس آیت کی تفسیر میں دس سے اوپر اوپر اقوال ہیں-

بخاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں یحییٰ کا قول ہے کہ ظاہر و باطن سے مراد از روئے علم ہر چیز پر ظاہر اور پوشیدہ ہونا ہے- یہ یحییٰ زیاد فراء کے لڑکے ہیں' ان کی ایک تصنیف ہے جس کا نام معانی القرآن ہے- مسند احمد میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سونے کے وقت یہ دعا پڑھا کرتے- اَللّٰھُمَّ رَبَّ السَّمٰوٰتِ السَّبۡعِ وَرَبَّ الۡعَرۡشِ الۡعَظِیۡمِ رَبَّنَا وَرَبَّ کُلِّ شَیۡءٍ مُنۡزِلَ التَّوۡرٰاۃِ وَالۡاِنۡجِیۡلِ فَالِقَ الۡحَبِّ وَالنَّوٰی لَآ اِلٰہَ اِلَّا اَنۡتَ اَعُوۡذُبِکَ مِنۡ شَرِّ کُلِّ شَیۡءٍ اَنۡتَ اٰخِذٌم بِنَاصِیَتِہٖ اَنۡتَ الۡاَوَّلُ فَلَیۡسَ قَبۡلَکَ شَیۡءٌ وَّاَنۡتَ الۡاٰخِرُ فَلَیۡسَ بَعۡدَکَ شَیۡءٌ وَّاَنۡتَ الظَّاھِرُ فَلَیۡسَ فَوۡقَکَ شَیۡءٌ وَّاَنۡتَ الۡبَاطِنُ فَلَیۡسَ دُوۡنَکَ شَیۡءٌ اِقۡضِ عَنَّا الدَّیۡنَ وَاَغۡنِنَا مِنَ الۡفَقۡرِ- ''اے اللہ! اے ساتوں آسمانوں کے اور عرش عظیم کے رب! اے ہمارے اور ہر چیز کے رب! اے تورات وانجیل کے اتارنے والے! اے دانوں اور گٹھلیوں کو اگانے والے! تیرے سوا کوئی لائق عبادت نہیں' میں تیری پناہ میں آتا ہوں ہر اس چیز کی برائی سے کہ اس کی چوٹی تیرے ہاتھ میں ہے' تو اول ہے کہ تجھ سے پہلے کچھ نہ تھا' تو ہی آخر ہے کہ تیرے بعد کچھ نہیں' تو ظاہر ہے کہ تجھ سے اونچی کوئی چیز نہیں' تو باطن ہے کہ تجھ سے چھپی کوئی چیز نہیں' ہمارے قرض ادا کرا دے اور ہمیں فقیری سے غنا دے''-

حضرت ابو صالحؒ اپنے متعلقین کو یہ دعا سکھاتے اور فرماتے سوتے وقت داہنی کروٹ پر لیٹ کر یہ دعا پڑھ لیا کرو الفاظ میں کچھ ہیر پھیر ہے- ملاحظہ ہو مسلم- ابو یعلیٰ میں ہے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے آپ کا بستر قبلہ رخ بچھایا جاتا' آپ آ کر اپنے داہنے ہاتھ پر تکیہ لگا کر آرام فرماتے' پھر آہستہ آہستہ کچھ پڑھتے رہتے لیکن آخر رات میں باآواز بلند یہ دعا پڑھتے (جو اوپر بیان ہوئی) الفاظ میں کچھ ہیر پھیر ہے- اس آیت کی تفسیر میں جامع ترمذی میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنے صحابہ سمیت تشریف فرما تھے' جو ایک بادل سر پر آ گیا آپ نے فرمایا جانتے ہو یہ کیا ہے؟ صحابہ نے باادب جواب دیا اللہ اور اس کے رسول زیادہ جاننے والے ہیں- فرمایا اسے عنان کہتے ہیں یہ زمین کو سیراب کرنے والے ہیں' ان لوگوں پر بھی یہ برسائے جاتے ہیں جو نہ خدا کے شکر گذار ہیں نہ خدا کے پکارنے والے- پھر پوچھا معلوم ہے تمہارے اوپر کیا ہے؟ انہوں نے کہا اللہ اور اس کا رسول زیادہ باخبر ہے' فرمایا بلند محفوظ چھت اور لپٹی ہوئی موج' جانتے ہو تم میں اس میں کس قدر فاصلہ ہے' وہی جواب ملا فرمایا پانچ سو سال کا راستہ- پھر پوچھا جانتے ہو اس کے اوپر کیا ہے؟ صحابہ نے پھر اپنی لاعلمی ان ہی الفاظ میں ظاہر کی تو آپ نے فرمایا اس کے اوپر پھر دوسرا آسمان ہے اور ان دونوں آسمانوں میں بھی پانچ سو سال کا فاصلہ ہے' اسی طرح آپ نے سات آسمان گنوائے اور ہر دو میں اتنی ہی دوری بیان فرمائی-

پھر سوال کر کے جواب سن کر فرمایا اس ساتویں کے اوپر اتنے ہی فاصلہ سے عرش ہے' پھر پوچھا جانتے ہو تمہارے نیچے کیا ہے؟ اور جواب وہی سن کر فرمایا دوسری زمین ہے پھر سوال جواب کے بعد فرمایا اس کے نیچے دوسری زمین ہے اور دونوں زمینوں کے درمیان پانچ سو سال کا فاصلہ ہے' اسی طرح سات زمینیں اسی فاصلہ کے ساتھ ایک دوسری کے نیچے بتلائیں پھر فرمایا اس کی قسم جس کے ہاتھ میں محمدؐ کی جان ہے اگر تم کوئی رسی سب سے نیچے کی زمین کی طرف لٹکاؤ تو وہ بھی اللہ کے پاس پہنچے گی پھر آپ نے اسی آیت کی تلاوت کی لیکن یہ حدیث

غریب ہے۔اس کے راوی حسنؒ کا ایوب یونس اور علی بن زید محدثین کا قول ہے۔بعض اہل علم نے اس حدیث کی شرح میں کہا ہے کہ اس سے مراد رسی کا اللہ تعالیٰ کے علم قدرت اور غلبے تک پہنچنا ہے(نہ کہ ذات باری تعالیٰ)خدائے تعالیٰ کا علم اس کی قدرت اور اس کا غلبہ اور سلطنت بیشک ہر جگہ ہے لیکن وہ اپنی ذات سے عرش پر ہے جیسے کہ اس نے اپنا یہ وصف اپنی کتاب میں خود بیان فرمایا ہے۔

مسند احمد میں بھی یہ حدیث ہے اور اس میں دو دو زمینوں کے درمیان کا فاصلہ سات سو سال کا بیان ہوا۔ابن ابی حاتم اور بزار میں بھی یہ حدیث ہے لیکن ابن ابی حاتم میں رسی لٹکانے کا جملہ نہیں اور ہر دو زمین کی درمیان کی دوری اس میں بھی پانچ سو سال کی بیان ہوئی ہے۔ امام بزارؒ نے یہ بھی فرمایا ہے کہ اس روایت کا راوی آنحضرتؐ سے بغیر حضرت ابو ہریرہؓ کے اور کوئی نہیں۔ابن جریرؒ میں یہ حدیث مرسلاً مروی ہے یعنی قتادہ فرماتے ہیں ہم سے یوں ذکر کیا گیا ہے پھر حدیث بیان کرتے ہیں صحابی کا نام نہیں لیتے۔ممکن ہے یہی ٹھیک ہو واللہ اعلم۔حضرت ابوذر غفاری سے مسند بزار اور کتاب الاسماء والصفات بیہقی میں یہ حدیث مروی ہے لیکن اس کی اسناد میں نظر ہے اور متن میں غرابت و نکارت ہے واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم۔امام ابن جریرؒ آیت وَمِنَ الْاَرْضِ مِثْلَهُنَّ کی تفسیر میں حضرت قتادہؒ کا قول لائے ہیں کہ آسمان و زمین کے درمیان چار فرشتوں کی ملاقات ہوئی۔آپس میں پوچھا کہ تم کہاں سے آ رہے ہو؟ تو ایک نے کہا ساتویں آسمان سے مجھے خدائے عزوجل نے بھیجا ہے اور میں نے خدا کو وہیں چھوڑا ہے۔دوسرے نے کہا ساتویں زمین سے مجھے خدا نے بھیجا تھا اور خدا وہیں تھا تیسرے نے کہا میرے رب نے مجھے مشرق سے بھیجا ہے جہاں وہ تھا چوتھے نے کہا مجھے مغرب سے اللہ تعالیٰ نے بھیجا ہے اور میں اسے وہیں چھوڑ کر آ رہا ہوں۔لیکن یہ روایت بھی غریب ہے بلکہ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ حضرت قتادہؒ والی اوپر کی روایت جو مرسلاً بیان ہوئی ہے ممکن ہے وہ بھی حضرت قتادہؒ کا اپنا قول ہو جیسے یہ قول خود قتادہ کا اپنا ہے واللہ اعلم۔

هُوَ الَّذِىْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ فِىْ سِتَّةِ اَيَّامٍ ثُمَّ اسْتَوٰى عَلَى الْعَرْشِ يَعْلَمُ مَا يَلِجُ فِى الْاَرْضِ وَمَا يَخْرُجُ مِنْهَا وَمَا يَنْزِلُ مِنَ السَّمَآءِ وَمَا يَعْرُجُ فِيْهَا ۗ وَهُوَ مَعَكُمْ اَيْنَ مَا كُنْتُمْ ۗ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ ۝ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۗ وَاِلَى اللّٰهِ تُرْجَعُ الْاُمُوْرُ ۝ يُوْلِجُ الَّيْلَ فِى النَّهَارِ وَيُوْلِجُ النَّهَارَ فِى الَّيْلِ ۗ وَهُوَ عَلِيْمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ ۝

وہی ہے جس نے آسمانوں اور زمین کو چھ دن میں پیدا کیا پھر عرش پر بیٹھا' وہ خوب جانتا ہے اس چیز کو جو زمین میں جائے اور جو اس سے نکلے اور جو آسمان سے نیچے آئے اور جو کچھ چڑھ کر اس میں جائے جہاں کہیں تم ہو وہ تمہارے ساتھ ہے اور جو کچھ تم کر رہے ہو اللہ دیکھ رہا ہے ○ آسمانوں کی اور زمین کی بادشاہی اسی کی ہے اور تمام کام اسی کی طرف پہنچائے جاتے ہیں ○ وہی رات کو دن میں لے جاتا ہے اور وہی دن کو رات میں داخل کر دیتا ہے۔سینے کے اندر کی پوشیدگیوں کا وہ پورا عالم ہے ○

ہر چیز کا خالق و مالک اللہ ہے: ☆☆(آیت:۴-۶)اللہ تعالیٰ کا زمین و آسمان کو چھ دن میں پیدا کرنا اور عرش پر قرار پکڑنا سورۂ اعراف

کی تفسیر میں پوری طرح بیان ہو چکا ہے اس لئے یہاں دوبارہ بیان کرنے کی ضرورت نہیں۔ اسے بخوبی علم ہے کہ کس قدر بوندیں بارش کی زمین میں گئیں، کتنے دانے زمین میں پڑے اور کیا چارے پیدا ہوئے، کس قدر کھیتیاں ہوئیں اور کتنے پھل کھلے جیسے اور آیت میں ہے عِنْدَهٗ مَفَاتِحُ الْغَیْبِ الخ، غیب کی کنجیاں اسی کے پاس ہیں جنہیں بجز اس کے اور کوئی جانتا ہی نہیں وہ خشکی اور تری کی تمام چیزوں کا عالم ہے کسی پتے کا گرنا بھی اس کے علم سے باہر نہیں، زمین کی اندھیریوں میں پوشیدہ دانہ اور کوئی تر و خشک چیز ایسی نہیں جو کھلی کتاب میں موجود نہ ہو، اسی طرح آسمان سے نازل ہونے والی بارش، اولے اور برف اور تقدیریں اور احکام جو بذریعہ برتر فرشتوں کے نازل ہوتے ہیں سب اس کے علم میں ہیں۔ سورۂ بقرہ کی تفسیر میں یہ گذر چکا ہے کہ خدا کے مقرر کردہ فرشتے بارش کے ایک ایک قطرے کو خدا کی بتلائی ہوئی جگہ میں پہنچا دیتے ہیں، آسمان سے اترنے والے فرشتے اور اعمال بھی اس کے وسیع علم میں ہیں۔

جیسے صحیح حدیث میں ہے رات کے اعمال دن سے پہلے اور دن کے عمل رات سے پہلے اس کی جناب میں پیش کر دیئے جاتے ہیں وہ تمہارے ساتھ ہے یعنی تمہارا نگہبان ہے۔ تمہارے اعمال و افعال کو دیکھ رہا ہے، جیسے بھی ہوں جو بھی ہوں اور تم بھی خواہ خشکی میں ہو خواہ تری میں ہو، راتیں ہوں یا دن ہوں، تم گھر میں ہو یا جنگل میں ہو، ہر حالت میں اس کے علم کے لئے یکساں، ہر وقت اس کی نگاہیں اور اس کا سننا تمہارے ساتھ ہے۔ تمہارے تمام کلمات وہ سنتا رہتا ہے، تمہارا حال وہ دیکھتا رہتا ہے، تمہارے چھپے کھلے کا اسے علم ہے۔ جیسے فرمایا ہے کہ اس سے جو چھپنا چاہے اس کا وہ فعل فضول ہے بھلا ظاہر باطن بلکہ دلوں کے ارادے تک سے واقفیت رکھنے والے سے کوئی کیسے چھپ سکتا ہے؟ دوسری آیت میں ہے پوشیدہ باتیں، ظاہر باتیں، راتوں کو، دن کو، جو بھی ہوں سب اس پر روشن ہیں۔ یہ سچ ہے کہ وہی رب ہے، وہی معبود برحق ہے۔ صحیح حدیث میں ہے کہ جبرئیلؑ کے سوال پر آنحضرت ﷺ نے فرمایا احسان یہ ہے کہ تو اللہ کی عبادت اس طرح کر کہ گویا تو خدا کو دیکھ رہا ہے، پس اگر تو اسے نہیں دیکھ رہا تو وہ تو تجھے دیکھ رہا ہے۔ ایک شخص آ کر رسول اللہ ﷺ سے عرض کرتا ہے کہ یا رسول اللہ! مجھے کوئی ایسا حکمت کا توشہ دیجئے کہ میری زندگی سنور جائے۔ آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ کا لحاظ کر اور اس سے اس طرح شرما جیسے کہ تو اپنے کسی نزدیکی نیم قرابتدار سے شرماتا ہو جو تجھ سے کبھی جدا نہ ہوتا ہو۔ یہ حدیث ابوبکر اسماعیلی نے روایت کی ہے، سند غریب ہے۔ حضورؐ کا ارشاد ہے، جس نے تین کام کر لئے اس نے ایمان کا مزہ اٹھا لیا۔ اللہ ایک کی عبادت کی اور اپنے مال کی زکوٰۃ ہنسی خوشی راضی رضامندی سے ادا کی۔ جانور اگر زکوٰۃ میں دیئے ہیں تو بوڑھے بیکار، دبلے پتلے اور بیمار نہ دیئے بلکہ درمیانہ راہ خدا میں دیا اور اپنے نفس کو پاک کیا۔ اس پر ایک شخص نے سوال کیا کہ حضور نفس کو پاک کرنے کا کیا مطلب ہے؟ آپ نے فرمایا اس بات کو دل میں محسوس کرے اور یقین و عقیدہ رکھے کہ ہر جگہ خدا تعالیٰ اس کے ساتھ ہے۔ (ابونعیم) ایک اور حدیث میں ہے کہ افضل ایمان یہ ہے کہ تو جان رکھے کہ تو جہاں کہیں ہے اللہ تیرے ساتھ ہے (نعیم بن حماد) حضرت امام احمد رحمۃ اللہ علیہ اکثر ان دو شعروں کو پڑھتے رہتے تھے۔

اِذَا مَا خَلَوْتَ الدَّهْرَ یَوْمًا فَلَا تَقُلْ ۔۔۔ خَلَوْتُ وَلٰکِنْ قُلْ عَلَیَّ رَقِیْبٌ

وَلَا تَحْسَبَنَّ اللّٰهَ یَغْفِلُ سَاعَةً ۔۔۔ وَلَا اَنَّ مَا یَخْفٰی عَلَیْهِ یَغِیْبُ

''جب تو بالکل تنہائی اور خلوت میں ہو اس وقت بھی یہ نہ کہہ کہ میں اکیلا ہی ہوں بلکہ کہتا رہ کہ مجھ پر ایک نگہبان ہے یعنی اللہ تعالیٰ۔ کسی ساعت اللہ تعالیٰ کو بے خبر نہ سمجھ اور مخفی سے مخفی کام کو اس پر مخفی نہ مان''۔ پھر فرماتا ہے کہ دنیا اور آخرت کا مالک وہی ہے۔ جیسے اور آیت میں ہے وَاِنَّ لَنَا لَلْاٰخِرَةَ وَالْاُوْلٰی ''دنیا آخرت کی ملکیت ہماری ہی ہے''۔ اس کی تعریف اس بادشاہت پر بھی کرنی ہمارا فرض ہے فرماتا ہے وَهُوَ

اللّٰہُ لَآ اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ لَہُ الْحَمْدُ فِی الْاُوْلٰی وَالْاٰخِرَۃِ ''وہی معبود برحق ہے اور وہی سزاوار حمد وثنا ہے دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی''۔ اور آیت ہے اللہ کے لئے تمام تعریفیں ہیں جس کی ملکیت میں آسمان وزمین کی تمام چیزیں ہیں اور اسی کی حمد ہے آخرت میں اور وہ دانا وخبردار ہے۔ پس ہر وہ چیز جو آسمان وزمین میں ہے اس کی بادشاہت میں ہے۔ ساری آسمان وزمین کی مخلوق اس کی غلام اور اس کی خدمت گذار اور اس کے سامنے پست ہے۔ جیسے فرمایا اِنْ کُلُّ مَنْ فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ اِلَّآ اٰتِی الرَّحْمٰنِ عَبْدًا الخ' آسمان وزمین کی کل مخلوق رحمان کے سامنے غلامی کی حیثیت میں پیش ہونے والی ہے' ان سب کو اس نے گھیر رکھا ہے اور سب کو ایک ایک کر کے گن رکھا ہے' اسی کی طرف تمام امور لوٹائے جاتے ہیں' اپنی مخلوق میں جو چاہے حکم دیتا ہے' وہ عادل ہے' ظلم نہیں کرتا بلکہ ایک نیکی کو دس گنا بڑھا کر دیتا ہے اور پھر اپنے پاس سے اجر عظیم عنایت فرماتا ہے۔ ارشاد ہے وَنَضَعُ الْمَوَازِیْنَ الخ' قیامت کے روز ہم عدل کی ترازو رکھیں گے اور کسی پر ظلم نہ کیا جائے گا' رائی کے برابر کا عمل بھی ہم سامنے لا رکھیں گے اور ہم حساب کرنے اور لینے میں کافی ہیں۔ پھر فرمایا خلق میں تصرف بھی اسی کا چلتا ہے' دن رات کی گردش بھی اسی کے ہاتھ ہے' اپنی حکمت سے گھٹاتا بڑھاتا ہے' کبھی کے دن لمبے کبھی کی راتیں اور کبھی دونوں یکساں' کبھی جاڑا' کبھی گرمی' کبھی بارش' کبھی بہار' کبھی خزاں اور یہ سب بندوں کی خیر خواہی اور ان کی مصلحت کے لحاظ سے۔ وہ دلوں کی چھوٹی سے چھوٹی باتوں اور دور کے پوشیدہ رازوں سے بھی واقف ہے۔

اٰمِنُوْا بِاللّٰہِ وَرَسُوْلِہٖ وَاَنْفِقُوْا مِمَّا جَعَلَکُمْ مُّسْتَخْلَفِیْنَ فِیْہِ ۭ فَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مِنْکُمْ وَاَنْفَقُوْا لَھُمْ اَجْرٌ کَبِیْرٌ ۝۷ وَمَا لَکُمْ لَا تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰہِ ۚ وَالرَّسُوْلُ یَدْعُوْکُمْ لِتُؤْمِنُوْا بِرَبِّکُمْ وَقَدْ اَخَذَ مِیْثَاقَکُمْ اِنْ کُنْتُمْ مُّؤْمِنِیْنَ ۝۸

اللہ پر اور اس کے رسولؐ پر ایمان لے آؤ اور اس مال میں سے خرچ کرو جس میں اللہ نے تمہیں دوسروں کا جانشین بنایا ہے' پس تم میں سے جو ایمان لائیں اور خیرات کریں انہیں بہت بڑا ثواب ملے گا ○ تم اللہ پر ایمان کیوں نہیں لاتے؟ حالانکہ خود رسول تمہیں اپنے رب پر ایمان لانے کی دعوت دے رہا ہے اور اگر تمہیں باور ہو تو وہ تو تم سے مضبوط عہد و پیمان بھی لے چکا ہے ○

ایمان لانے اور اللہ کی راہ میں خرچ کرنے کا حکم : ☆☆ (آیت :۷-۸) اللہ تبارک وتعالیٰ اپنے اوپر اور اپنے رسول کے اوپر ایمان لانے اور اس پر مضبوطی اور ہمیشگی کے ساتھ جم کر رہنے کی ہدایت فرماتا ہے اور اپنی راہ میں خیرات کرنے کی رغبت دلاتا ہے۔ جو مال ہاتھوں ہاتھ تمہیں اس نے پہنچایا ہو تم اس کی اطاعت گذاری میں اسے خرچ کرو اور سمجھ لو کہ جس طرح دوسرے ہاتھوں سے تمہیں ملا ہے اسی طرح عنقریب تمہارے ہاتھوں سے دوسرے ہاتھوں میں چلا جائے گا اور تم پر حساب اور عتاب رہ جائے گا۔ پھر اس میں یہ بھی اشارہ ہے کہ تیرے بعد تیرا وارث ممکن ہے نیک ہو اور وہ تیرے ترکے کو میری راہ میں خرچ کر کے مجھ سے بہت نزدیکی حاصل کرے اور ممکن ہے کہ وہ بد ہو اور اپنی بدمستی اور سیاہ کاری میں تیرا اندوختہ فنا کر دے اور اس کی بدیوں کا باعث تو بنے' نہ تو چھوڑتا نہ اڑاتا۔ حضورؐ سورۂ الھٰکم التکاثر پڑھ کر فرمانے لگے انسان گو کہتا رہتا ہے یہ بھی میرا مال ہے یہ بھی میرا مال ہے حالانکہ دراصل انسان کا مال وہ ہے جو کھا لیا پہن لیا' صدقہ کر دیا' کھایا ہوا فنا ہو گیا' پہنا ہوا پرانا ہو کر برباد ہو گیا' ہاں راہ للہ دیا ہوا بطور خزانہ کے جمع رہا (مسلم) اور جو رہ گیا وہ تو اوروں کا مال ہے' تو تو اسے جمع کر کے چھوڑ جانے

والا ہے- پھران ہی دونوں باتوں کی ترغیب دلاتا ہے اور بہت بڑے اجر کا وعدہ دیتا ہے-

پھر فرماتا ہے تمہیں ایمان سے کون سی چیز روکتی ہے' رسول تم میں موجود ہیں' وہ تمہیں ایمان کی طرف بلا رہے ہیں' دلیلیں دے رہے ہیں اور معجزے دکھارہے ہیں- صحیح بخاری کی شرح ابتدائی حصہ کتاب الایمان میں ہم یہ حدیث بیان کر آئے ہیں کہ حضورؐ نے پوچھا سب سے زیادہ اچھے ایمان والے تمہارے نزدیک کون ہیں؟ کہا فرشتے' فرمایا وہ تو اللہ کے پاس ہی ہیں پھر ایمان کیوں نہ لاتے؟ کہا پھر انبیاء' فرمایا ان پر تو وحی اور کلام خدا اترتا ہے وہ کیسے ایمان نہ لاتے؟ کہا پھر ہم' فرمایا واہ تم ایمان سے کیسے رک سکتے تھے' میں تم میں زندہ موجود ہوں سنو بہترین اور عجیب تر ایماندار وہ لوگ ہیں جو تمہارے بعد آئیں گے' صحیفوں میں لکھا دیکھیں گے اور ایمان قبول کریں گے- سورۂ بقرہ کے شروع میں آیت اَلَّذِیْنَ یُؤْمِنُوْنَ بِالْغَیْبِ کی تفسیر میں بھی ہم ایسی احادیث لکھ آئے ہیں- پھر انہیں روز میثاق کا قول قرار یاد دلاتا ہے- جیسے اور آیت میں ہے وَاذْكُرُوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ اس سے مراد رسول خدا سے بیعت کرنا ہے اور امام ابن جریرؒ فرماتے ہیں مراد وہ میثاق ہے جو حضرت آدمؑ کی پیٹھ میں ان سے لیا گیا تھا' مجاہدؒ کا بھی یہی مذہب ہے واللہ اعلم-

هُوَ الَّذِیْ یُنَزِّلُ عَلٰى عَبْدِهٖۤ اٰیٰتٍۭ بَیِّنٰتٍ لِّیُخْرِجَكُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ ؕ وَ اِنَّ اللّٰهَ بِكُمْ لَرَءُوْفٌ رَّحِیْمٌ ﴿۹﴾ وَ مَا لَكُمْ اَلَّا تُنْفِقُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ وَ لِلّٰهِ مِیْرَاثُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ ؕ لَا یَسْتَوِیْ مِنْكُمْ مَّنْ اَنْفَقَ مِنْ قَبْلِ الْفَتْحِ وَ قٰتَلَ ؕ اُولٰٓىِٕكَ اَعْظَمُ دَرَجَةً مِّنَ الَّذِیْنَ اَنْفَقُوْا مِنْۢ بَعْدُ وَ قٰتَلُوْا ؕ وَ كُلًّا وَّعَدَ اللّٰهُ الْحُسْنٰى ؕ وَ اللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِیْرٌ ﴿۱۰﴾ ع

وہ ہے جو اپنے بندے پر واضح آیتیں اتارتا ہے تاکہ وہ تمہیں اندھیروں سے نور کی طرف لے جائے' یقیناً اللہ تعالیٰ تم پر نرمی کرنے والا رحم کرنے والا ہے ○ تمہیں کیا ہو گیا ہے جو تم اللہ کی راہ میں خرچ نہیں کرتے؟ دراصل آسمانوں اور زمینوں کی میراث کا مالک تنہا اللہ ہی ہے' تم میں سے جن لوگوں نے فتح سے پہلے راہ اللہ دیا ہے اور جہاد کیا ہے وہ دوسروں کے برابر نہیں بلکہ ان سے بہت بڑے درجے کے ہیں جنہوں نے فتح کے بعد خیراتیں دیں اور جہاد کئے' ہاں بھلائی کا وعدہ تو اللہ تعالیٰ کا ان سب سے ہے' تم جو کچھ کر رہے ہو اس سے اللہ خبردار ہے ○

اللہ کی راہ میں مال خرچ کرنا: ☆☆ (آیت:۹-۱۰) وہ خدا جو اپنے بندے پر روشن حجتیں اور بہترین دلائل اور عمدہ تر آیتیں نازل فرماتا ہے تاکہ ظلم و جہل کی گھنگور گھٹاؤں اور رائے قیاس کی بدترین اندھیریوں سے تمہیں نکال کر نورانی اور روشن صاف اور سیدھی راہ حق پر لا کھڑا کر دے- خدا رؤف ہے ساتھ ہی رحیم ہے' یہ اس کا سلوک اور کرم ہے کہ لوگوں کی رہنمائی کے لئے کتابیں اتاریں' رسول بھیجے' شک شبہے دور کر دئے' ہدایت کی وضاحت کر دی- ایمان اور خیرات کا حکم کر کے پھر ایمان کی رغبت دلا کر اور یہ بیان فرما کر کہ ایمان نہ لانے کا اب کوئی عذر میں نے باقی نہیں رکھا پھر صدقات کی رغبت دلائی اور فرمایا میری راہ میں خرچ کرو اور فقیری سے نہ ڈرو اس لئے کہ جس کی راہ میں تم خرچ کر رہے ہو وہ زمین و آسمان کے خزانوں کا تنہا مالک ہے' عرش و کرسی اسی کی ہے اور وہ تم سے اس خیرات کے بدلے کا وعدہ کر چکا ہے- فرماتا ہے وَمَآ اَنْفَقْتُمْ مِّنْ شَیْءٍ فَهُوَ یُخْلِفُهٗ وَهُوَ خَیْرُ الرّٰزِقِیْنَ جو کچھ تم راہ اللہ دو گے اس کا بہترین بدلہ وہ تمہیں دے گا اور روزی رساں درحقیقت

وہی ہے۔ اور فرماتا ہے مَا عِندَكُمْ يَنفَدُ وَمَا عِندَ اللّٰهِ بَاقٍ اگر یہ فانی مال تم خرچ کرو گے وہ اپنے پاس کا ہمیشگی والا مال تمہیں دے گا' توکل والے خرچ کرتے رہتے ہیں اور مالک عرش انہیں تنگی ترشی سے محفوظ رکھتا ہے' انہیں اس بات کا اعتماد ہوتا ہے کہ ہمارے فی سبیل اللہ خرچ کردہ مال کا بدلہ دونوں جہان میں ہمیں قطعاً مل کر رہے گا۔ پھر اس امر کا بیان ہوا ہے کہ فتح مکہ سے پہلے جن لوگوں نے راہ اللہ خرچ کئے اور جہاد کئے اور جن لوگوں نے یہ نہیں کیا گو بعد فتح مکہ کیا ہو' یہ دونوں برابر نہیں ہیں۔ اس وجہ سے بھی کہ اس وقت تنگی ترشی زیادہ تھی اور قوت طاقت کم تھی اور اس لئے بھی کہ اس وقت ایمان وہی قبول کرتا تھا جس کا دل ہر میل کچیل سے پاک ہوتا تھا۔ فتح مکہ کے بعد تو اسلام کو کھلا غلبہ ملا اور مسلمانوں کی تعداد بہت زیادہ ہو گئی اور فتوحات کی وسعت ہوئی' ساتھ ہی مال بھی نظر آنے لگا پس اس وقت اور اس وقت میں جتنا فرق ہے اتنا ہی ان لوگوں اور ان لوگوں کے اجر میں فرق ہے' انہیں بہت بڑے اجر ملیں گے گو دونوں اصل بھلائی اور اصل اجر میں شریک ہیں۔

بعضوں نے کہا ہے فتح سے مراد صلح حدیبیہ ہے۔ اس کی تائید مسند احمد کی اس روایت سے بھی ہوتی ہے کہ حضرت خالد بن ولیدؓ اور حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ میں کچھ اختلاف ہو گیا جس میں حضرت خالدؓ نے فرمایا تم اسی پر اکڑ رہے کہ ہم سے کچھ دن پہلے اسلام لائے۔ جب حضورؐ کو اس کا علم ہوا تو آپ نے فرمایا میرے صحابہ کو میرے لئے چھوڑ دو' اس کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے اگر تم احد کے یا کسی اور پہاڑ کے برابر سونا خرچ کرو تو بھی ان کے اعمال کو پہنچ نہیں سکتے۔ ظاہر ہے کہ یہ واقعہ حضرت خالدؓ کے مسلمان ہو جانے کے بعد کا ہے اور آپ صلح حدیبیہ کے بعد اور فتح مکہ سے پہلے ایمان لائے تھے اور یہ اختلاف جس کا ذکر اس روایت میں ہے بنو جذیمہ کے بارے میں ہوا تھا۔ حضور نے فتح مکہ کے بعد حضرت خالدؓ کی امارت میں اس کی طرف ایک لشکر بھیجا تھا جب وہاں پہنچے تو ان لوگوں نے پکارنا شروع کیا کہ ہم مسلمان ہو گئے ہم صابی ہوئے یعنی بے دین ہوئے' اس لئے کہ کفار مسلمانوں کو یہی لفظ کہا کرتے تھے۔ حضرت خالد نے غالباً اس کلمہ کا اصلی مطلب نہ سمجھ کر ان کے قتل کا حکم دے دیا بلکہ ان کے جو لوگ گرفتار کئے گئے تھے انہیں قتل کر ڈالنے کو فرمایا۔ اس پر حضرت عبدالرحمان بن عوفؓ اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان کی مخالفت کی۔ اس واقعہ کا مختصر بیان اوپر والی حدیث میں ہے۔ صحیح حدیث میں ہے میرے صحابہؓ کو برا نہ کہو' اس کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے کہ اگر تم میں سے کوئی احد پہاڑ کے برابر سونا خرچ کرے تو بھی ان کے تین پاؤ اناج کے ثواب کو نہیں پہنچے گا بلکہ ڈیڑھ پاؤ کو بھی نہ پہنچے گا۔

ابن جریر میں ہے حدیبیہ والے سال ہم حضورؐ کے ساتھ جب عسفان میں پہنچے تو آپ نے فرمایا ایسے لوگ بھی آئیں گے کہ تم اپنے اعمال کو ان کے اعمال کے مقابلہ میں حقیر سمجھنے لگو گے' ہم نے کہا کیا قریشی؟ فرمایا نہیں بلکہ یمنی نہایت نرم دل' نہایت خوش اخلاق' سادہ مزاج' ہم نے کہا حضور پھر کیا وہ ہم سے بہتر ہوں گے؟ آپ نے جواب دیا کہ اگر ان میں سے کسی کے پاس احد پہاڑ کے برابر سونا بھی ہو اور وہ اسے راہ اللہ خرچ کرے تو تم میں سے ایک کے تین پاؤ بلکہ ڈیڑھ پاؤ اناج کی خیرات کو بھی نہیں پہنچ سکتا۔ یاد رکھو کہ ہم میں اور دوسرے تمام لوگوں میں یہی فرق ہے۔ پھر آپ نے اسی آیت لَا يَسْتَوِي کی تلاوت کی لیکن یہ روایت غریب ہے۔

صحیحین میں حضرت ابوسعید خدریؓ کی روایت میں خارجیوں کے ذکر میں ہے کہ تم اپنی نمازیں ان کی نمازوں کے مقابلہ اور اپنے روزے ان کے روزوں کے مقابلہ پر حقیر اور کمتر شمار کرو گے۔ وہ دین سے اس طرح نکل جائیں گے جس طرح تیر کمان سے۔ ابن جریر میں ہے عنقریب ایک قوم آئے گی کہ تم اپنے اعمال کو کمتر سمجھنے لگو گے جب ان کے اعمال کے سامنے رکھو گے' صحابہ نے پوچھا کیا وہ قریشیوں میں سے ہوں گے؟ آپ نے فرمایا نہیں وہ سادہ مزاج نرم دل یہاں والے ہیں اور آپ نے یمن کی طرف اپنے ہاتھ سے اشارہ کیا' پھر فرمایا وہ یمنی لوگ ہیں ایمان تو یمن والوں کا ایمان ہے اور حکمت یمن والوں کی حکمت ہے' ہم نے پوچھا کیا وہ ہم سے بھی افضل ہوں گے؟ فرمایا اس

کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے اگر ان میں سے کسی کے پاس سونے کا پہاڑ ہو اور اسے وہ راہ اللہ دے ڈالے تو بھی تمہارے ایک مدیا آدھے مد کو بھی نہیں پہنچ سکتا- پھر آپ نے اپنی اور انگلیاں تو بند کر لیں ار چھنگلیا کو دراز کر کے فرمایا خبردار رہو یہ ہے فرق ہم میں اور دوسرے لوگوں میں- پھر آپ نے یہی آیت تلاوت فرمائی پس اس حدیث میں حدیبیہ کا ذکر نہیں- پھر یہ بھی ہو سکتا ہے کہ ممکن ہے فتح مکہ سے پہلے ہی فتح مکہ کے بعد کی خبر اللہ تعالیٰ نے آپ کو دے دی ہو جیسے کہ سورۂ مزمل میں جو ان ابتدائی سورتوں میں سے ہے جو مکہ شریف میں نازل ہوئی تھیں پروردگار نے خبر دی تھی کہ وَاٰخَرُوْنَ يُقَاتِلُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ یعنی کچھ اور لوگ ایسے بھی ہیں جو خدا کی راہ میں جہاد کرتے ہیں پس جس طرح اس آیت میں ایک آنے والے واقعہ کا تذکرہ ہے اسی طرح اس آیت کو اور حدیث کو بھی سمجھ لیا جائے واللہ اعلم-

پھر فرماتا ہے کہ ہر ایک سے اللہ تعالیٰ نے بھلائی کا وعدہ کیا ہے یعنی فتح مکہ سے پہلے اور اس کے بعد بھی جس نے جو کچھ راہ اللہ دیا ہے کسی کو اس سے کم- جیسے اور جگہ ہے کہ مجاہد اور غیر مجاہد جو عذر والے بھی نہ ہوں درجے میں برابر نہیں گو بھلے وعدے میں دونوں شامل ہیں- صحیح حدیث میں ہے قوی مومن خدا کے نزدیک ضعیف مومن سے افضل ہے لیکن بھلائی دونوں میں ہے- اگر یہ فقرہ اس آیت میں نہ ہوتا تو ممکن تھا کہ کسی کو ان بعد والوں کی سبکی کا خیال گذرے اس لئے فضیلت بیان فرما کر پھر عطف ڈال کر اصل اجر میں دونوں کو شریک بتایا- پھر فرمایا تمہارے تمام اعمال کی تمہارے رب کو خبر ہے وہ درجات میں تفاوت رکھتا ہے وہ بھی اندازے سے نہیں بلکہ صحیح علم سے- حدیث شریف میں ہے ایک درہم ایک لاکھ درہم سے بڑھ جاتا ہے- یہ بھی یاد رہے کہ اس آیت کے بڑے حصے دار حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں- اس لئے کہ اس پر عمل کرنے والے تمام نبیوں کی امت کے سردار ہیں آپ نے ابتدائی تنگی کے وقت اپنا کل مال راہ اللہ دے دیا تھا جس کا بدلہ بجز خدا کے کسی اور سے مطلوب نہ تھا- حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں دربار رسالت ماب میں تھا اور حضرت صدیق اکبرؓ بھی تھے صرف ایک عبا آپ کے جسم پر تھی گریبان کانٹے سے اٹکائے ہوئے تھے جو حضرت جبرئیل علیہ السلام نازل ہوئے اور پوچھا کیا بات ہے جو حضرت ابوبکرؓ نے فقط ایک عبا پہن رکھی ہے اور کانٹا لگا رکھا ہے؟ حضورؐ نے فرمایا انہوں نے اپنا کل مال میرے کاموں میں فتح سے پہلے ہی راہ اللہ خرچ کر ڈالا ہے اب ان کے پاس کچھ نہیں- حضرت جبرئیل علیہ السلام نے فرمایا ان سے کہو کہ خدا انہیں سلام کہتا ہے اور فرماتا ہے کہ اس فقیری میں تم مجھ سے خوش ہو یا ناخوش ہو؟ آپ نے حضرت صدیق رضی اللہ عنہ کو یہ سب کہہ کر سوال کیا جواب ملا کہ اپنے رب عزوجل سے ناراض کیسے ہو سکتا ہوں میں اس حال میں بہت خوش ہوں- یہ حدیث سنداً ضعیف ہے واللہ اعلم-

مَنْ ذَا الَّذِيْ يُقْرِضُ اللّٰهَ قَرْضًا حَسَنًا فَيُضٰعِفَهٗ لَهٗ وَلَهٗٓ اَجْرٌ كَرِيْمٌ ﴿١١﴾

کوئی ہے جو اللہ تعالیٰ کو اچھی طرح قرض کے طور پر دے پھر اللہ تعالیٰ اسے اس کے لئے بڑھاتا چلا جائے اور اس کا پسندیدہ اجر ثابت ہو جائے ○

اللہ کو قرض دینا: ☆☆ (آیت: ۱۱) پھر فرماتا ہے کون ہے جو اللہ کو اچھا قرض دے اس سے مراد خدائے تعالیٰ کی خوشنودی کے لئے خرچ کرنا ہے- بعض نے کہا ہے بال بچوں کو کھلانا پلانا وغیرہ خرچ مراد ہے- ہو سکتا ہے کہ آیت اپنے عموم کے لحاظ سے دونوں صورتوں کو شامل ہو پھر اس پر وعدہ فرماتا ہے کہ اسے بہت بڑھا چڑھا کر بدلہ ملے گا اور پاکیزہ تر روزی جنت میں ملے گی اس آیت کو سن کر حضرت ابو دحداح انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضورؐ کے پاس آئے اور کہا کیا ہمارا رب ہم سے قرض مانگتا ہے؟ آپ نے فرمایا ہاں کہا ذرا اپنا ہاتھ تو دیجئے آپ نے ہاتھ بڑھایا تو آپ کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے کر عرض کیا میرا باغ جس میں کھجور کے چھ سو درخت ہیں وہ میں نے اپنے رب کو دے دیا- آپ کے بیوی بچے بھی اسی باغ میں تھے- آپ آئے اور باغ کے دروازہ پر کھڑے رہ کر اپنی بیوی صاحبہ کو آواز دی- وہ لبیک کہتی ہوئی

آئیں تو فرمانے لگے بچوں کو لے کر چلی آؤ' میں نے یہ باغ اپنے رب عزوجل کو قرض دے دیا ہے۔ وہ خوش ہو کر کہنے لگیں آپ نے بہت نفع کی تجارت کی اور بال بچوں کو اور گھر کے اثاثے کو لے کر باہر چلی آئیں۔ حضورؐ فرمانے لگے جنتی درخت وہاں کے باغات جو میووں سے لدے ہوئے اور جن کی شاخیں یاقوت اور موتی کی ہیں ابودحداح کو اللہ نے دے دیں۔

يَوْمَ تَرَى الْمُؤْمِنِينَ وَالْمُؤْمِنٰتِ يَسْعٰى نُورُهُمْ بَيْنَ أَيْدِيهِمْ وَبِأَيْمَانِهِمْ بُشْرٰىكُمُ الْيَوْمَ جَنّٰتٌ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهٰرُ خٰلِدِينَ فِيهَا ۚ ذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيمُ ﴿۱۲﴾ يَوْمَ يَقُولُ الْمُنٰفِقُونَ وَالْمُنٰفِقٰتُ لِلَّذِينَ اٰمَنُوا انْظُرُونَا نَقْتَبِسْ مِنْ نُورِكُمْ ۚ قِيلَ ارْجِعُوا وَرَاءَكُمْ فَالْتَمِسُوا نُورًا ۚ فَضُرِبَ بَيْنَهُمْ بِسُورٍ لَهُ بَابٌ ۚ بَاطِنُهُ فِيهِ الرَّحْمَةُ وَظَاهِرُهُ مِنْ قِبَلِهِ الْعَذَابُ ﴿۱۳﴾

قیامت کے دن تو دیکھے گا کہ ایمان دار مردوں عورتوں کا نور ان کے آگے آگے اور ان کے دائیں دوڑ رہا ہو گا آج تمہیں ان جنتوں کی خوشخبری ہے جن کے نیچے نہریں جاری ہیں جن میں ہمیشہ کی رہائش ہے یہ ہے بہترین کامیابی ○ اس دن منافق مرد عورت ایمانداروں سے کہیں گے کہ ہمارا انتظار تو کرو کہ ہم بھی تمہارے نور سے کچھ روشنی حاصل کر لیں' جواب دیا جائے گا کہ تم اپنے پیچھے لوٹ جاؤ اور روشنی تلاش کرو' پھر ان کے اور ان کے درمیان ایک دیوار حائل کر دی جائے گی جس میں دروازہ بھی ہو گا' اس کے اندرونی حصہ میں تو رحمت ہو گی اور باہر کی طرف عذاب ہو گا ○

اعمال کے مطابق بدلہ دیا جائے گا: ☆☆ (آیت: ۱۲-۱۳) یہاں بیان ہو رہا ہے کہ مسلمانوں کے نیک اعمال کے مطابق انہیں نور ملے گا جو قیامت کے دن ان کے ساتھ ساتھ رہے گا۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں ان میں بعض کا نور پہاڑوں کے برابر ہو گا اور بعض کا کھجوروں کے درختوں کے برابر اور بعض کا کھڑے انسان کے قد کے برابر' سب سے کم نور جس گنہگار مومن کا ہو گا اس کے پیر کے انگوٹھے پر نور ہو گا جو کبھی روشن ہوتا ہو گا اور کبھی بجھ جاتا ہو گا (ابن جریرؒ)۔

حضرت قتادہؒ فرماتے ہیں ہم سے ذکر کیا گیا ہے کہ حضور ﷺ کا ارشاد ہے بعض مومن ایسے بھی ہوں گے جن کا نور اس قدر ہو گا کہ جس قدر مدینہ سے عدن دور ہے اور ابین دور ہے اور صنعا دور ہے۔ بعض اس سے کم بعض اس سے کم یہاں تک کہ بعض وہ بھی ہوں گے جن کے نور سے صرف ان کے دونوں قدموں کے پاس ہی اجالا ہو گا۔ حضرت جنادہ بن ابوامیہؒ فرماتے ہیں لوگو! تمہارے نام مع ولدیت کے اور خاص نشانیوں کے اللہ کے ہاں لکھے ہوئے ہیں' اسی طرح تمہارا ہر ظاہر باطن عمل بھی وہاں لکھا ہوا ہے' قیامت کے دن نام لے کر پکار کر کہہ دیا جائے گا کہ اے فلاں! یہ تیرا نور ہے اور اے فلاں! تیرے لئے کوئی نور ہمارے ہاں نہیں۔ پھر آپ نے اسی آیت کی تلاوت فرمائی۔ حضرت ضحاکؒ فرماتے ہیں اول اول تو ہر شخص کو نور عطا ہو گا لیکن جب پل صراط پر جائیں گے تو منافقوں کا نور بجھ جائے گا' اسے دیکھ کر مومن بھی ڈرنے لگیں گے کہ ایسا نہ ہو ہمارا نور بھی بجھ جائے تو اللہ سے دعائیں کریں گے کہ خدایا ہمارا نور ہمارے لئے پورا پورا کر۔ حضرت حسنؒ فرماتے ہیں اس آیت سے مراد پل صراط پر نور کا ملنا ہے تاکہ اس اندھیری جگہ سے با آرام گذر جائیں۔ رسول مقبول ﷺ فرماتے ہیں سب سے پہلے

سجدے کی اجازت قیامت کے دن مجھے دی جائے گی اور اسی طرح سب سے پہلے سجدے سے سر اٹھانے کا حکم بھی مجھے ہوگا۔ میں آگے پیچھے دائیں بائیں نظریں ڈالوں گا اور اپنی امت کو پہچان لوں گا تو ایک شخص نے کہا حضورؐ حضرت نوح علیہ السلام سے لے کر آپ کی امت تک کی تمام امتیں اس میدان میں اکٹھی ہوں گی' ان میں سے آپ اپنی امت کی شناخت کیسے کریں گے؟ آپ نے فرمایا بعض مخصوص نشانیوں کی وجہ سے' میری امت کے اعضائے وضو چمک رہے ہوں گے یہ وصف کسی اور امت میں نہ ہوگا اور انہیں ان کے نامۂ اعمال ان کے داہنے ہاتھوں میں دیئے جائیں گے اور ان کے چہرے چمک رہے ہوں گے اور ان کا نور ان کے آگے آگے چلتا ہوگا اور ان کی اولاد ان کے ساتھ ہوگی۔

ضحاکؒ فرماتے ہیں ان کے دائیں ہاتھ میں ان کا اعمال نامہ ہوگا' جیسے اور آیتوں میں تشریح ہے۔ ان سے کہا جائے گا کہ آج تمہیں ان جنتوں کی بشارت ہے جن کے چپے چپے پر چشمے جاری ہیں جہاں ہے کبھی نکلنا نہیں' یہ زبردست کامیابی ہے۔ اس کے بعد کی آیت میں میدان قیامت کے ہولناک دل شکن اور کپکپا دینے والے واقعہ کا بیان ہے کہ سوائے سچے ایمان اور کھرے اعمال والوں کے نجات کسی کو منہ نہ دکھائے گی۔ سلیم بن عامرؒ فرماتے ہیں ہم ایک جنازے کے ساتھ باب دمشق میں تھے جب جنازے کی نماز ہو چکی اور دفن کا کام شروع ہوا تو حضرت ابوامامہ باہلی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا لوگو! تم اس دنیا کی منزل میں آج صبح شام کر رہے ہو' نیکیاں برائیاں کر سکتے ہو' اس کے بعد ایک اور منزل کی طرف تم سب کوچ کرنے والے ہو' وہ منزل یہی قبر کی ہے جو تنہائی کا' اندھیرے کا' کیڑوں کا' تنگی اور تاریکی والا گھر ہے مگر جس کے لئے خدا تعالیٰ اسے وسعت دے دے' یہاں سے تم پھر میدان قیامت کے مختلف مقامات پر وارد ہو گے' ایک جگہ بہت سے لوگوں کے چہرے سفید ہو جائیں گے اور بہت سے لوگوں کے سیاہ پڑ جائیں گے پھر ایک اور میدان میں جاؤ گے جہاں سخت اندھیرا ہوگا' وہاں ایمانداروں کو نور تقسیم کیا جائے گا اور کافر و منافق بے نور رہ جائے گا۔ اسی کا ذکر آیت اَوْ كَظُلُمٰتٍ میں ہے پس جس طرح آنکھوں والے کی بصارت سے اندھا کوئی نفع حاصل نہیں کر سکتا' منافق و کافر ایماندار کے نور سے کچھ فائدہ نہ اٹھا سکے گا۔ تو منافق ایمانداروں سے آرزو کریں گے کہ اس قدر آگے نہ بڑھ جاؤ' کچھ تو ٹھہرو جو ہم بھی تمہارے نور کے سہارے چلیں تو جس طرح یہ دنیا میں مسلمانوں کے ساتھ فن فریب کرتے تھے آج ان سے کہا جائے گا کہ لوٹ جاؤ اور نور تلاش کر لاؤ۔ یہ واپس نور کی تقسیم کی جگہ جائیں گے لیکن وہاں کچھ نہ پائیں گے یہی خدا کا وہ مکر ہے جس کا بیان وَهُوَ خَادِعُهُمْ الخ' میں ہے۔ اب لوٹ کر یہاں جو آئیں گے تو دیکھیں گے کہ مومنوں اور ان کے درمیان ایک دیوار حائل ہوگئی ہے جس کے اس طرف رحمت ہی رحمت ہے اور اس طرف عذاب و سزا ہی ہے۔

پس منافق نور کی تقسیم کے وقت تک دھوکے میں ہی پڑا رہے گا' نور مل جانے پر بھید کھل جائے گا' تمیز ہو جائے گی اور یہ منافق اللہ کی رحمت سے مایوس ہو جائیں گے۔ ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ جب کامل اندھیرا چھایا ہوا ہوگا کہ کوئی انسان اپنا ہاتھ بھی نہ دیکھ سکے اس وقت اللہ تعالیٰ ایک نور ظاہر کرے گا' مسلمان اس طرف جانے لگیں گے تو منافق بھی پیچھے لگ جائیں گے۔ جب مومن زیادہ آگے نکل جائیں گے تو یہ انہیں ٹھہرانے کے لئے آوازیں دیں گے اور یاد دلائیں گے کہ دنیا میں ہم سب ساتھ ہی تھے۔ تو مومن جواب دیں گے کہ واپس اندھیرے میں لوٹ جاؤ اور وہاں نور کو تلاش کرو۔ حضورؐ کا ارشاد ہے کہ قیامت کے دن لوگوں کو ان کی پردہ پوشی کے لئے ان کے ناموں سے پکارا جائے گا لیکن پل صراط پر تمیز ہو جائے گی' مومنوں کو نور ملے گا اور منافقوں کو بھی ملے گا لیکن جب درمیان میں پہنچ جائیں گے منافقوں کا نور بجھ جائے گا۔ یہ مومنوں کو آوازیں دیں گے لیکن اس وقت خود مومن خوف زدہ ہو رہے ہوں گے' یہ وقت ہوگا کہ ہر ایک آپادھاپی میں ہوگا۔ جس دیوار کا یہاں ذکر ہے یہ جنت و دوزخ کے درمیان حد فاصل ہوگی' اسی کا ذکر آیت وَبَيْنَهُمَا حِجَابٌ میں ہے۔ پس جنت میں رحمت اور جہنم میں

عذاب۔ ٹھیک بات یہی ہے لیکن بعض کا قول ہے کہ اس سے مراد بیت المقدس کی دیوار ہے جو جہنم کی وادی کے پاس ہوگی۔

ابن عمرؓ سے مروی ہے کہ یہ دیوار بیت المقدس کی شرقی دیوار ہے جس کے باطن میں مسجد وغیرہ ہے اور جس کے ظاہر میں وادی جہنم ہے اور بعض بزرگوں نے بھی یہی کہا ہے لیکن یہ یاد رکھنا چاہئے کہ ان کا مطلب یہ نہیں کہ بعینہ یہی دیوار اس آیت میں مراد ہے بلکہ اس کا ذکر بطور قرب معنی کے اس آیت کی تفسیر میں ان حضرات نے کر دیا ہے' اس لئے کہ جنت آسمانوں میں اعلیٰ علیین میں ہے اور جہنم اسفل السافلین میں اور حضرت کعب احبارؒ سے مروی ہے کہ جس دروازے کا ذکر اس آیت میں ہے اس سے مراد مسجد کا باب الرحمت ہے' یہ بنو اسرائیل کی روایت ہے جو ہمارے لئے سند نہیں بن سکتی۔ حقیقت یہ ہے کہ یہ دیوار قیامت کے دن مومنوں اور منافقوں کے درمیان علیحدگی کے لئے کھڑی کی جائے گی' مومن تو اس کے دروازے میں سے جا کر جنت میں پہنچ جائیں گے' پھر دروازہ بند ہو جائے گا اور منافق حیرت زدہ ظلمت و عذاب میں رہ جائیں گے۔ جیسے کہ دنیا میں بھی یہ لوگ کفر و جہالت' شک و حیرت کی اندھیریوں میں تھے۔

يُنَادُونَهُمْ أَلَمْ نَكُن مَّعَكُمْ ۖ قَالُوا بَلَىٰ وَلَٰكِنَّكُمْ فَتَنتُمْ أَنفُسَكُمْ وَتَرَبَّصْتُمْ وَارْتَبْتُمْ وَغَرَّتْكُمُ الْأَمَانِيُّ حَتَّىٰ جَاءَ أَمْرُ اللَّهِ وَغَرَّكُم بِاللَّهِ الْغَرُورُ ﴿١٤﴾ فَالْيَوْمَ لَا يُؤْخَذُ مِنكُمْ فِدْيَةٌ وَلَا مِنَ الَّذِينَ كَفَرُوا ۚ مَأْوَاكُمُ النَّارُ ۖ هِيَ مَوْلَاكُمْ ۖ وَبِئْسَ الْمَصِيرُ ﴿١٥﴾

یہ چلا چلا کر ان سے کہیں گے کہ کیا ہم تمہارے ساتھ نہ تھے؟ یہ کہیں گے کہ ہاں تھے تو سہی لیکن تم نے اپنے تئیں گمراہی میں پھنسا رکھا تھا اور انتظار میں ہی رہے اور شک شبہ کرتے رہے اور تمہیں تمہاری فضول تمناؤں نے دھوکے میں ہی رکھا یہاں تک کہ اللہ کا حکم آ پہنچا اور تمہیں دھوکا دینے والوں نے دھوکے میں ہی رکھا ○ الغرض آج تم سے نہ فدیہ اور بدلہ قبول کیا جائے اور نہ کافروں سے' تم سب کا ٹھکانہ دوزخ ہے' وہی تمہاری رفیق ہے اور وہ برا ٹھکانا ہے ○

منافقین کا واویلا: ☆☆ (آیت: ۱۴-۱۵) اب یہ یاد دلائیں گے کہ دیکھو دنیا میں ہم تمہارے ساتھ تھے' جمعہ جماعت ادا کرتے تھے' عرفات اور غزوات میں موجود رہتے تھے' واجبات ادا کرتے تھے۔ ایماندار کہیں گے ہاں بات تو ٹھیک ہے لیکن اپنے کرتوت تو دیکھو' گناہوں میں نفسانی خواہشوں میں' اللہ کی نافرمانیوں میں عمر بھر تم لذتیں اٹھاتے رہے' اور آج توبہ کر لیں گے کل بداعمالیاں چھوڑ دیں گے اسی میں رہے۔ انتظار میں ہی عمر گزار دی کہ دیکھیں مسلمانوں کا نتیجہ کیا ہوتا ہے؟ اور تمہیں یہ بھی یقین نہ ہوا کہ قیامت آئے گی بھی یا نہیں؟ اور پھر اس آرزو میں رہے کہ اگر آئے گی پھر تو ہم ضرور بخش دیئے جائیں گے اور مرتے دم تک خدا کی طرف خلوص کے ساتھ جھکنے کی توفیق تمہیں میسر نہ آئی اور اللہ کے ساتھ تمہیں دھوکے باز شیطان نے دھوکے میں ہی رکھا' یہاں تک کہ آج تم جہنم واصل ہو گئے۔ مطلب یہ ہے کہ جسموں سے تو تم ہمارے ساتھ تھے لیکن دل اور نیت سے ہمارے ساتھ نہ تھے بلکہ حیرت و شک میں ہی پڑے رہے' ریاکاری میں رہے اور دل لگا کر یاد خدا کرنی بھی تمہیں نصیب نہ ہوئی۔ حضرت مجاہدؒ فرماتے ہیں کہ یہ منافق مومنوں کے ساتھ تھے' نکاح بیاہ' مجلس' مجمع' موت و زیست میں شریک رہے لیکن اب یہاں بالکل الگ کر دیئے گئے۔ سورۂ مدثر کی آیتوں میں ہے کہ یہ سوال صرف بطور ڈانٹ ڈپٹ کے اور انہیں شرمندہ کرنے کے ہوگا ورنہ حقیقت حال سے مسلمان خوب آگاہ ہوں گے۔ پھر جیسے وہاں فرمایا تھا کہ کسی کی سفارش انہیں نفع نہ دے گی' یہاں فرمایا آج ان

سے فدیہ نہ لیا جائے گا' گو زمین بھر کر سونا دیں قبول نہ کیا جائے گا' نہ منافقوں سے نہ کافروں سے' ان کا مرجع و ماویٰ جہنم ہے' وہی ان کے لائق ہے اور ظاہر ہے کہ وہ بدترین جگہ ہے۔

اَلَمْ يَاْنِ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَنْ تَخْشَعَ قُلُوْبُهُمْ لِذِكْرِ اللّٰهِ وَمَا نَزَلَ مِنَ الْحَقِّ ۙ وَلَا يَكُوْنُوْا كَالَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلُ فَطَالَ عَلَيْهِمُ الْاَمَدُ فَقَسَتْ قُلُوْبُهُمْ ۭ وَكَثِيْرٌ مِّنْهُمْ فٰسِقُوْنَ ﴿۱۶﴾ اِعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ يُحْيِ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا ۭ قَدْ بَيَّنَّا لَكُمُ الْاٰيٰتِ لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ ﴿۱۷﴾

کیا اب تک ایمان والوں کے لئے وہ وقت نہیں آیا کہ ان کے لئے دل ذکر الٰہی سے اور جو حق اتر چکا ہے اس سے پگھل جائیں اور ان کی طرح نہ ہو جائیں' جنہیں ان سے پہلے کتاب دی گئی تھی پھر جب ان پر ایک زمانہ دراز گذر گیا تو ان کے دل سخت ہو گئے اور ان میں کے اکثر فاسق ہیں ○ یقین مانو کہ اللہ ہی زمین کو اس کی موت کے بعد زندہ کر دیتا ہے' ہم نے تو تمہارے لئے اپنی آیتیں بیان کر دیں تا کہ تم سمجھو ○

ایمان والوں سے سوال: ☆☆ (آیت: ۱۶-۱۷) پروردگار عالم فرماتا ہے کیا مومنوں کے لئے اب تک وہ وقت نہیں آیا کہ ذکر خدا' وعظ ونصیحت' آیات قرآنی اور احادیث نبوی سن کر ان کے دل موم ہو جائیں؟ سنیں اور مانیں' احکام بجا لائیں' ممنوعات سے پرہیز کریں؟ ابن عباسؓ فرماتے ہیں قرآن نازل ہوتے ہی تیرہ سال کا عرصہ نہ گذرا تھا جو مسلمانوں کے دلوں کو اس طرف نہ جھکنے کی دیر کی شکایت کی گئی۔ ابن مسعودؓ فرماتے ہیں چار ہی سال گذرے تھے جو ہمیں یہ عتاب ہوا (مسلم) اصحاب رسول پر ملال ہو کر حضورؐ سے کہتے ہیں حضرت کچھ بات تو بیان فرمایئے۔ پس یہ آیت اترتی ہے نَحْنُ نَقُصُّ عَلَيْكَ اَحْسَنَ الْقَصَصِ ایک مرتبہ کچھ دنوں بعد یہی عرض کرتے ہیں تو آیت اترتی ہے اَللّٰهُ نَزَّلَ اَحْسَنَ الْحَدِيْثِ پھر ایک عرصہ بعد یہی کہتے ہیں تو یہ آیت اَلَمْ يَاْنِ اترتی ہے' رسول خدا ﷺ فرماتے ہیں سب سے پہلی خیر جو میری امت سے اٹھ جائے گی وہ خشوع ہو گا۔ پھر فرمایا تم یہود و نصاریٰ کی طرح نہ ہو جانا جنہوں نے کتاب اللہ کو بدل دیا' تھوڑے تھوڑے مول پر اسے فروخت کر دیا۔ پس کتاب اللہ کو پس پشت ڈال کر رائے قیاس کے پیچھے پڑ گئے اور از خود ایجاد کردہ اقوال کو ماننے لگ گئے اور خدا کے دین میں دوسروں کی تقلید کرنے لگے' اپنے علماء اور درویشوں کی بے سند باتیں دین میں داخل کر لیں' ان بداعمالیوں کی سزا میں اللہ نے ان کے دل سخت کر دیئے' کچھ ہی خدا کی باتیں کیوں نہ سناؤ ان کے دل نرم نہیں ہوتے' کوئی وعظ ونصیحت ان پر اثر نہیں کرتا' کوئی وعدہ وعید ان کے دل خدا کی طرف موڑ نہیں سکتا بلکہ ان میں کے اکثر و بیشتر فاسق اور کھلے بدکار بن گئے' دل کے کھوٹے اور اعمال کے بھی کچے۔ جیسے اور آیت میں ہے فَبِمَا نَقْضِهِمْ مِّيْثَاقَهُمْ لَعَنّٰهُمْ '' ان کی بدعہدی کی وجہ سے ہم نے ان پر لعنت نازل کی اور ان کے دل سخت کر دیئے' یہ کلمات کو اپنی جگہ سے تحریف کر دیتے ہیں اور ہماری نصیحتیں بھلا بیٹھتے ہیں''، یعنی ان کے دل فاسد ہو گئے' اللہ کی باتیں بدلنے لگ گئے' نیکیاں چھوڑ دیں' برائیوں میں منہمک ہو گئے۔ اسی لئے رب العالمین اس امت کو متنبہ کر رہا ہے کہ خبردار ان کی رنگت تم پر نہ چڑھ جائے۔ اصل و فرع میں ان سے بالکل الگ رہو۔

ابن ابی حاتم میں ہے حضرت ربیع بن ابو عمیلہ فرماتے ہیں قرآن وحدیث کی مٹھاس تو مسلم ہی ہے لیکن میں نے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ایک بہت ہی پیاری اور میٹھی بات سنی ہے جو مجھے بے حد محبوب اور مرغوب ہے' آپ نے فرمایا جب بنواسرائیل کی خدائی کتاب پر کچھ زمانہ گذر گیا تو ان لوگوں نے کچھ کتابیں خود تصنیف کر لیں اور ان میں وہ مسائل لکھے جو انہیں پسند تھے اور جو ان کے اپنے ذہن سے انہوں نے تراش لئے تھے' اب مزے لے لے کر زبانیں موڑ موڑ کر انہیں پڑھنے لگے' ان میں کے اکثر مسائل خدا کی کتاب کے خلاف تھے۔ جن جن احکام کے ماننے کو ان کا جی نہ چاہتا تھا انہوں نے بدل ڈالے تھے اور اپنی کتاب میں اپنی طبیعت کے مطابق مسائل جمع کر لئے تھے اور انہی پر عامل بن گئے۔ اب انہیں سوجھی کہ اور لوگوں کو بھی منوائیں اور انہیں بھی آمادہ کریں کہ ان ہی ہماری لکھی ہوئی کتابوں کو شرعی کتابیں سمجھیں اور مدار عمل انہیں پر رکھیں' اب لوگوں کو اسی کی دعوت دینے لگے اور زور پکڑتے گئے یہاں تک کہ جو ان کی ان کتابوں کو نہ مانتا اسے یہ ستاتے' تکلیف دیتے' مارتے پیٹتے بلکہ قتل کر ڈالتے۔ ان میں ایک شخص اللہ والے پورے عالم اور متقی تھے' انہوں نے ان کی طاقت سے اور زیادتی سے مرعوب ہو کر کتاب اللہ کو ایک لطیف چیز پر لکھ کر ایک نرسنگھے میں ڈال کر اپنی گردن میں اسے ڈال لیا' ان لوگوں کا شر وفساد روز بروز بڑھتا جا رہا تھا یہاں تک کہ بہت سے ان لوگوں کو جو کتاب اللہ پر عامل تھے انہوں نے قتل کر دیا۔ پھر آپس میں مشورہ کیا کہ دیکھو کہ یوں ایک ایک کو کب تک قتل کرتے رہیں گے؟ ان کا بڑا عالم اور ہماری اس کتاب کو بالکل نہ ماننے والا تمام بنی اسرائیل میں سب سے بڑھ کر کتاب اللہ کا عامل فلاں عالم ہے' اسے پکڑو اور اس سے اپنی یہ رائے قیاس کی کتاب منواؤ' اگر وہ مان لے گا تو پھر ہماری چاندی ہی چاندی ہے اور اگر وہ نہ مانے تو اسے قتل کر دو' پھر تمہاری اس کتاب کا مخالف کوئی نہ رہے گا اور دوسرے لوگ خواہ مخواہ ہماری ان کتابوں کو قبول کر لیں گے اور انہیں ماننے لگیں گے۔

چنانچہ ان رائے قیاس والوں نے کتاب اللہ کے عالم و عامل اس بزرگ کو پکڑوا کر منگوایا اور اس سے کہا کہ دیکھ ہماری اس کتاب میں جو ہے اس سب کو تو مانتا ہے یا نہیں؟ ان پر تیرا ایمان ہے یا نہیں؟ اس خدا ترس کتاب اللہ کے ماننے والے عالم نے کہا اس میں تم نے کیا لکھا ہے؟ ذرا مجھے سناؤ' تو انہوں نے سنایا اور کہا اس کو تو مانتا ہے؟ اس بزرگ کو اپنی جان کا ڈر تھا اس لئے جرأت کے ساتھ یہ تو نہ کہہ سکا کہ نہیں مانتا بلکہ اپنے اس نرسنگھے کی طرف اشارہ کر کے کہا میرا اس پر ایمان ہے' وہ سمجھ بیٹھے کہ اس کا اشارہ ہماری اس کتاب کی طرف ہے۔ چنانچہ اس کی ایذا رسانی سے باز رہے لیکن تاہم اس کے اطوار و افعال سے کھٹکتے ہی رہے یہاں تک کہ جب اس کا انتقال ہوا تو انہوں نے تفتیش شروع کی کہ ایسا نہ ہو اس کے پاس کتاب اللہ اور دین کے سچے مسائل کی کوئی کتاب ہو' آخر وہ نرسنگھا ان کے ہاتھ لگ گیا' پڑھا تو اس میں اصلی مسائل کتاب اللہ کے موجود تھے' اب بات بنالی کہ ہم نے تو کبھی یہ مسائل نہیں سنے' ایسی باتیں ہمارے دین کی نہیں۔ چنانچہ زبردست فتنہ برپا ہو گیا اور بہتر گروہ ہو گئے ان سب میں بہتر گروہ جو راستی پر اور حق پر تھا وہ تھا جو اس نرسنگھے والے مسائل پر عامل تھا۔ حضرت ابن مسعودؓ نے یہ واقعہ بیان فرما کر کہا لوگو! تم میں سے بھی جو باقی رہے گا وہ ایسے ہی امور کا معائنہ کرے گا اور وہ بالکل بے بس ہو گا' ان بری کتابوں کے مٹانے کی اس میں قدرت نہ ہو گی پس ایسے مجبوری اور بے کسی کے وقت بھی اس کا یہ فرض تو ضروری ہے کہ اللہ تعالیٰ پر یہ ثابت کر دے کہ وہ ان سب کو برا جانتا ہے۔ امام ابو جعفر طبری رحمۃ اللہ علیہ نے بھی یہ روایت نقل کی ہے کہ عتریس بن عرقوب حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس آئے اور کہنے لگے اے ابو عبداللہؓ جو شخص بھلائی کا حکم نہ کرے اور برائی سے نہ روکے وہ ہلاک ہوا' آپ نے فرمایا ہلاک وہ ہو گا جو اپنے دل سے اچھائی کو اچھائی نہ سمجھے اور برائی کو برائی نہ جانے پھر آپ نے بنی اسرائیل کا یہ واقعہ بیان فرمایا۔ پھر ارشاد باری ہے کہ جان رکھو مردہ زمین کو خدا زندہ کر دیتا ہے۔ اس میں اشارہ ہے اس امر کی طرف کہ

سخت دلوں کے بعد بھی خدا انہیں نرم کرنے پر قادر ہے۔ گمراہیوں کی تہہ میں اتر جانے کے بعد بھی اللہ راہ راست پر لاتا ہے' جس طرح بارش خشک زمین کو تر کر دیتی ہے اسی طرح کتاب اللہ مردہ دلوں کو زندہ کر دیتی ہے۔ دلوں میں جبکہ گھٹا ٹوپ اندھیرا چھا گیا ہو کتاب اللہ کی روشنی اسے دفعتہً منور کر دیتی ہے' اللہ کی وحی دلوں کے قفل کی کنجی ہے۔ سچا ہادی وہی ہے' گمراہی کے بعد راہ پر لانے والا' جو چاہے کرنے والا' حکمت و عدل والا' لطف و خیر والا' کبر و جلال والا' بلندی و علو والا وہی ہے۔

إِنَّ الْمُصَّدِّقِينَ وَالْمُصَّدِّقَاتِ وَأَقْرَضُوا اللَّهَ قَرْضًا حَسَنًا يُضَاعَفُ لَهُمْ وَلَهُمْ أَجْرٌ كَرِيمٌ ﴿١٨﴾ وَالَّذِينَ آمَنُوا بِاللَّهِ وَرُسُلِهِ أُولَٰئِكَ هُمُ الصِّدِّيقُونَ ۖ وَالشُّهَدَاءُ عِندَ رَبِّهِمْ لَهُمْ أَجْرُهُمْ وَنُورُهُمْ ۖ وَالَّذِينَ كَفَرُوا وَكَذَّبُوا بِآيَاتِنَا أُولَٰئِكَ أَصْحَابُ الْجَحِيمِ ﴿١٩﴾

ع ۲ / ۹ / ۱۸

صدقہ دینے والے مرد اور عورتیں اور جو اللہ کو خلوص کے ساتھ قرض دے رہے ہیں ان کے لئے یہ بڑھایا جائے گا اور ان کے لئے پسندیدہ اجر و ثواب ہے ○ اللہ اور اس کے رسولؐ پر جو ایمان رکھتے ہیں وہی لوگ اپنے رب کے نزدیک صدیق و شہید ہیں ان کے لئے ان کا اجر اور ان کا نور ہے اور جو کفر کرتے ہیں اور ہماری آیتوں کو جھٹلاتے ہیں وہ جہنمی ہیں ○

صدقہ وخیرات کرنے والوں کے لیے اجر و ثواب :☆☆ (آیت:۱۸-۱۹) فقیر مسکین محتاجوں اور حاجت مندوں کو خالص خدا کی مرضی کی جستجو میں جو لوگ اپنے حلال مال نیک نیتی سے راہ خدا صدقہ دیتے ہیں ان کے بدلے بہت کچھ بڑھا چڑھا کر خدائے تعالیٰ انہیں عطا فرمائے گا۔ دس دس گنا اور اس سے بھی زیادہ سات سات سو تک بلکہ اس سے بھی سوا' ان کے ثواب بے حساب ہیں' ان کے اجر بہت بڑے ہیں۔ اللہ و رسول پر ایمان رکھنے والے ہی صدیق و شہید ہیں' ان دونوں اوصاف کے مستحق صرف باایمان لوگ ہیں۔ بعض حضرات نے الشُّهَدَآءُ کو الگ جملہ مانا ہے۔ غرض تین قسمیں ہوئیں مصدقین' صدیقین' شہداء جیسے اور روایت میں ہے اللہ اور اس کے رسولؐ کا اطاعت گذار انعام یافتہ لوگوں کے ساتھ ہے جو نبی اور صدیق اور شہید اور صالح لوگ ہیں' پس صدیق و شہید میں یہاں بھی فرق کیا گیا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ دو قسم کے لوگ ہیں صدیق کا درجہ شہید سے یقیناً بڑا ہے۔ حضور کا ارشاد ہے کہ جنتی لوگ اپنے سے اوپر کے بالا خانے والوں کو اس طرح دیکھیں گے جیسے چمکتے ہوئے مشرقی یا مغربی ستارے کو تم آسمان کے کنارے پر دیکھتے ہو۔ لوگوں نے کہا یہ درجے تو صرف انبیاء کے ہوں گے۔ آپ نے فرمایا ہاں قسم ہے اس کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے یہ وہ لوگ ہیں جو اللہ پر ایمان لائے اور رسولوں کی تصدیق کی (بخاری و مسلم)

ایک غریب حدیث سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ شہید اور صدیق دونوں وصف اس آیت میں اسی مومن کے ہیں' حضورؐ فرماتے ہیں میری امت کے مومن شہید ہیں' پھر آپ نے اسی آیت کی تلاوت کی۔ حضرت عمرو بن میمونؒ کا قول ہے یہ دونوں ان دونوں انگلیوں کی طرح قیامت کے دن آئیں گے۔ بخاری و مسلم کی حدیث میں ہے شہیدوں کی روحیں سبز رنگ پرندوں کے قالب میں ہوں گی' جنت میں جہاں چاہیں کھاتی پیتی پھریں گی اور رات کو قندیلوں میں سہارا لیں گی' ان کے رب نے ان کی طرف ایک بار دیکھا اور پوچھا تم کیا

چاہتے ہو؟ انہوں نے کہا کہ یہ تو ہمیں دنیا میں دوبارہ بھیج تا کہ ہم پھر تیری راہ میں جہاد کریں اور شہادت حاصل کریں۔ اللہ نے جواب دیا یہ تو میں فیصلہ کر چکا ہوں کہ کوئی لوٹ کر پھر دنیا میں نہیں جائے گا۔ پھر فرماتا ہے کہ انہیں اجر و نور ملے گا' جو نور ان کے سامنے رہے گا اور ان کے اعمال کے مطابق ہوگا۔ مسند احمد کی حدیث میں ہے شہیدوں کی چار قسمیں ہیں وہ پکے ایمان والا مومن جو دشمن خدا سے بھڑ گیا اور لڑتا رہا یہاں تک کہ ٹکڑے ٹکڑے ہو گیا اس کا وہ درجہ ہے کہ اہل محشر اس طرح سر اٹھا اٹھا کر اس کی طرف دیکھیں گے اور یہ فرماتے ہوئے آپ نے اس قدر اپنا سر بلند کیا کہ ٹوپی نیچے گر گئی اور اس حدیث کے راوی حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بھی اسے بیان کرنے کے وقت اتنا ہی اپنا سر بلند کیا کہ آپ کی ٹوپی بھی زمین پر جا پڑی۔ دوسرا وہ جو ہے ایمان دار نکلا جہاد میں لیکن دل میں جرأت کم ہے کہ یکا یک ایک تیر آ لگا اور روح پرواز کر گئی' یہ دوسرے درجہ کا جنتی ہے' شہید ہے تیسرا وہ جس کے بھلے برے اعمال تھے لیکن رب نے اسے پسند فرما لیا اور میدان جہاد میں کفار کے ہاتھوں شہادت نصیب ہوئی' یہ تیسرے درجے میں ہیں۔ چوتھا وہ جس کے گناہ بہت زیادہ ہیں جہاد میں نکلا اور خدا نے شہادت نصیب فرما کر اپنے پاس بلوا لیا۔ ان نیک لوگوں کا انجام بیان کر کے اب بدلوگوں کا نتیجہ بیان کیا کہ یہ جہنمی ہیں۔

اِعْلَمُوْٓا اَنَّمَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا لَعِبٌ وَّلَهْوٌ وَّزِيْنَةٌ وَّتَفَاخُرٌۢ بَيْنَكُمْ وَتَكَاثُرٌ فِي الْاَمْوَالِ وَالْاَوْلَادِ ۭ كَمَثَلِ غَيْثٍ اَعْجَبَ الْكُفَّارَ نَبَاتُهٗ ثُمَّ يَهِيْجُ فَتَرٰىهُ مُصْفَرًّا ثُمَّ يَكُوْنُ حُطَامًا ۭ وَفِي الْاٰخِرَةِ عَذَابٌ شَدِيْدٌ ۙ وَّمَغْفِرَةٌ مِّنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانٌ ۭ وَمَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَآ اِلَّا مَتَاعُ الْغُرُوْرِ ﴿۲۰﴾

خوب جان رکھو کہ دنیا کی زندگی صرف کھیل تماشا' زینت اور آپس میں فخر و غرور اور مال و اولاد میں ایک کا دوسرے سے اپنے تئیں زیادہ بتانا ہے' جیسے بارش اور اس کی پیداوار کسانوں کو اچھی معلوم ہوتی ہے' لیکن جب وہ خشک ہو جاتی ہے تو زرد رنگ دکھائی دینے لگتی ہے پھر تو بالکل چورا چورا ہو جاتی ہے اور آخرت میں سخت عذاب ہیں اور اللہ کی مغفرت اور رضامندی ہے' دنیا کی زندگی بجز دھوکے کے اسباب کے اور کچھ بھی تو نہیں ہے ○

دنیا کی زندگی صرف کھیل تماشہ ہے: ☆☆ (آیت: ۲۰) امر دنیا کی تحقیر و توہین بیان ہو رہی ہے کہ اہل دنیا کو بجز لہو و لعب' زینت و فخر اور اولاد و مال کی بہتات کی چاہت کے سوا اور ہے ہی کیا؟ جیسے اور آیت میں ہے زُيِّنَ لِلنَّاسِ حُبُّ الشَّهَوَاتِ یعنی لوگوں کے لئے ان کی خواہش کی چیزوں کو مزین کر دیا گیا ہے جیسے عورتیں' بچے وغیرہ۔ پھر حیات دنیا کی مثال بیان ہو رہی ہے کہ اس کی تازگی فانی ہے اور یہاں کی نعمتیں زوال پذیر ہیں۔ غیث کہتے ہیں اس بارش کو جو لوگوں کی نا امیدی کے بعد برسے۔ جیسے فرمان ہے وَهُوَ الَّذِىْ يُنَزِّلُ الْغَيْثَ مِنْ بَعْدِ مَا قَنَطُوْا الخ' خدا وہ ہے جو لوگوں کی نا امیدی کے بعد بارش برساتا ہے۔ پس جس طرح بارش کی وجہ سے زمین سے کھیتیاں پیدا ہوتی ہیں اور وہ لہلہاتی ہوئی کسان کی آنکھوں کو بھی بھلی معلوم ہوتی ہیں اسی طرح اہل دنیا اسباب دنیوی پر پھولتے ہیں لیکن نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ وہی ہری بھری کھیتی خشک ہو کر زرد پڑ جاتی ہے' پھر آخر سوکھ کر ریزہ ریزہ ہو جاتی ہے۔ ٹھیک اسی طرح دنیا کی تر و تازگی اور یہاں کی بہبودی اور ترقی بھی خاک میں مل جانے والی ہے' دنیا کی بھی یہی صورتیں ہوتی ہیں کہ ایک وقت جوان ہے' پھر ادھیڑ ہے' پھر بڑھیا ہے' ٹھیک اسی طرح خود انسان کی حالت ہے' اس کے بچپن' جوانی' ادھیڑ عمر اور بڑھاپے کو دیکھتے جایئے پھر اس کی موت اور فنا کو سامنے رکھئے' کہاں جوانی کے وقت کا

اس کا جوش وخروش' زور وطاقت اور کس بل؟ اور کہاں بڑھاپے کی کمزوری' جھریاں پڑا ہوا جسم' خمیدہ کمر اور بے طاقت ہڈیاں؟ جیسے ارشاد باری ہے اَللّٰهُ الَّذِیْ خَلَقَكُمْ مِّنْ ضُعْفٍ ثُمَّ جَعَلَ مِنْ بَعْدِ ضُعْفٍ قُوَّةً ثُمَّ جَعَلَ مِنْ بَعْدِ قُوَّةٍ ضُعْفًا وَّشَیْبَةً یَخْلُقُ مَایَشَآءُ وَهُوَ الْعَلِیْمُ الْقَدِیْرُ ''اللہ وہ ہے جس نے تمہیں کمزوری کی حالت میں پیدا کیا' پھر اس کمزوری کے بعد قوت دی' پھر اس قوت کے بعد کمزوری اور بڑھاپا کر دیا' وہ جو چاہے پیدا کرتا ہے اور وہ عالم اور قادر ہے''۔ اس مثال سے دنیا کی فنا اور اس کا زوال ظاہر کر کے پھر آخرت کے دونوں منظر دکھا کر ایک سے ڈراتا ہے اور دوسرے کی رغبت دلاتا ہے۔

پس فرماتا ہے عنقریب آنے والی قیامت اپنے ساتھ عذابوں اور سزاؤں کو لائے گی اور مغفرت اور رضامندیٔ رب کو لائے گی' پس تم وہ کام کرو کہ ناراضگی سے بچ جاؤ اور رضا حاصل کر لو' سزاؤں سے بچ جاؤ اور بخشش کے حقدار بن جاؤ' دنیا صرف دھوکے کی ٹٹی ہے' اس کی طرف جھکنے والے پر آخر وہ وقت آ جاتا ہے کہ یہ اس کے سوا کسی اور چیز کا خیال ہی نہیں کرتا' اسی کی دھن میں روز وشب مشغول رہتا ہے بلکہ اس کمی والی اور زوال والی کمینی دنیا کو آخرت پر ترجیح دینے لگتا ہے' شدہ شدہ یہاں تک نوبت پہنچ جاتی ہے کہ بسا اوقات آخرت کا منکر بن جاتا ہے۔ رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں ایک کوڑے برابر جنت کی جگہ ساری دنیا اور اس کی تمام چیزوں سے بہتر ہے۔ پڑھو قرآن فرماتا ہے کہ دنیا تو صرف دھوکے کا سامان ہے (ابن جریرؒ) آیت کی زیادتی بغیر یہ حدیث صحیح بخاری کتاب الرقاق میں بھی ہے' واللہ اعلم۔

سَابِقُوْٓا اِلٰی مَغْفِرَةٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَجَنَّةٍ عَرْضُهَا كَعَرْضِ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ ۙ اُعِدَّتْ لِلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَرُسُلِهٖ ؕ ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ یُؤْتِیْهِ مَنْ یَّشَآءُ ؕ وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِیْمِ ﴿۲۱﴾

آؤ دوڑو اپنے رب کی مغفرت کی طرف اور اس جنت کی طرف جس کی وسعت آسمان وزمین کی وسعت کے برابر ہے۔ یہ ان کے لئے بنائی گئی ہے جو اللہ پر اور اس کے رسولوں پر ایمان رکھتے ہیں' یہ اللہ کا فضل ہے جسے چاہے دے اور اللہ بڑے فضل والا ہے ○

مغفرت کی جستجو: ☆☆ (آیت:۲۱) مسند احمد کی مرفوع حدیث میں ہے تم میں سے ہر ایک سے جنت اس سے بھی زیادہ قریب ہے جتنا تمہارا جوتی کا تسمہ اور اسی طرح جہنم بھی (بخاری) پس معلوم ہوا کہ خیر وشر انسان سے بہت نزدیک ہے اور اس لئے اسے چاہئے کہ بھلائیوں کی طرف سبقت کرے اور برائیوں سے منہ پھیر کر بھاگتا رہے۔ تاکہ گناہ اور برائیاں معاف ہو جائیں اور ثواب اور درجے بلند ہو جائیں۔ اسی لئے اس کے ساتھ ہی فرمایا دوڑو اپنے رب کی بخشش کی طرف اور جنت کی طرف جس کی وسعت آسمان وزمین کی جنس کے برابر ہے۔ جیسے اور آیت میں ہے وَسَارِعُوْٓا اِلٰی مَغْفِرَةٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَجَنَّةٍ عَرْضُهَا السَّمٰوٰتُ وَالْاَرْضُ اُعِدَّتْ لِلْمُتَّقِیْنَ اپنے رب کی مغفرت کی طرف اور جنت کی طرف سبقت کرو جس کی کشادگی کل آسمان اور ساری زمینیں ہیں جو پارسا لوگوں کے لئے بنائی گئی ہے۔ یہاں فرمایا یہ اللہ اور رسول پر ایمان لانے والوں کے لئے تیار کی گئی ہے' یہ لوگ اللہ کے اس فضل کے لائق تھے' اسی لئے اس بڑے فضل وکرم والے نے اپنی نوازش کے لئے انہیں چن لیا اور ان پر اپنا پورا احسان اور اعلیٰ انعام کیا۔ پہلے ایک صحیح حدیث بیان ہو چکی ہے کہ مہاجرین کے فقراء نے حضورؐ سے کہا یا رسول اللہ! مالدار لوگ تو جنت کے بلند درجوں کو اور ہمیشگی والی نعمتوں کو پا گئے۔ آپ نے فرمایا یہ کیسے؟ تو کہا

نماز روزہ تو وہ اور ہمسب کرتے ہیں لیکن مال کی وجہ سے وہ صدقہ کرتے ہیں' غلام آزاد کرتے ہیں جو مفلسی کی وجہ سے ہم سے نہیں ہو سکتا۔ تو آپ نے فرمایا آؤ میں تمہیں ایک ایسی چیز بتاؤں کہ اس کے کرنے سے تم ہر شخص سے آگے بڑھ جاؤ گے مگر ان سے جو تمہاری طرح خود بھی اس کو کرنے لگیں' دیکھو تم ہر فرض نماز کے بعد تینتیس مرتبہ سبحان اللہ کہو اور اتنی ہی بار اللہ اکبر اور اسی طرح الحمدللہ۔ کچھ دنوں بعد یہ بزرگ پھر حاضر حضورؐ ہوئے اور کہا یا رسول اللہ! ہمارے مال دار بھائیوں کو بھی اس وظیفہ کی اطلاع مل گئی اور انہوں نے بھی اسے پڑھنا شروع کر دیا۔ آپ نے فرمایا یہ اللہ کا فضل ہے جسے چاہے دے۔

مَآ اَصَابَ مِنْ مُّصِيْبَةٍ فِي الْاَرْضِ وَلَا فِيْٓ اَنْفُسِكُمْ اِلَّا فِيْ كِتٰبٍ مِّنْ قَبْلِ اَنْ نَّبْرَاَهَا ۭ اِنَّ ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ يَسِيْرٌ ﴿٢٢﴾ لِّكَيْلَا تَاْسَوْا عَلٰي مَا فَاتَكُمْ وَلَا تَفْرَحُوْا بِمَآ اٰتٰىكُمْ ۭ وَاللّٰهُ لَا يُحِبُّ كُلَّ مُخْتَالٍ فَخُوْرِۨ ﴿٢٣﴾ الَّذِيْنَ يَبْخَلُوْنَ وَيَاْمُرُوْنَ النَّاسَ بِالْبُخْلِ ۭ وَمَنْ يَّتَوَلَّ فَاِنَّ اللّٰهَ هُوَ الْغَنِيُّ الْحَمِيْدُ ﴿٢٤﴾

نہ کوئی مصیبت دنیا میں آتی ہے نہ خاص تمہاری جانوں میں مگر کہ مخلوق کو ہم پیدا کریں اس سے پہلے ہی وہ ایک خاص کتاب میں لکھی ہوئی ہے' یہ کام اللہ تعالیٰ پر بالکل ہی آسان ہے ○ تا کہ تم اپنے سے فوت شدہ کسی چیز پر رنجیدہ نہ ہو جایا کرو اور نہ عطا کردہ چیز پر اترا جاؤ' اترانے والے شیخی خوروں کو اللہ پسند نہیں فرماتا ○ جو خود بھی بخل کریں اور دوسرے لوگوں کو بھی بخل کی تعلیم دیں' سنو جو بھی منہ پھیرلے اللہ بے نیاز اور سزاوار حمد وثنا ہے ○

تنگی اور آسانی اللہ کی طرف سے ہے : ☆☆ (آیت:۲۲-۲۴) اللہ تعالیٰ اپنی اس قدرت کی خبر دے رہا ہے جو اس نے مخلوقات کے رچانے سے پہلے ہی اپنی مخلوق کی تقدیر مقرر کی تھی' تو فرمایا کہ زمین کے جس حصے میں کوئی برائی آئے یا جس کسی شخص کی جان پر کچھ آپڑے اسے یقین رکھنا چاہئے کہ خلق کی پیدائش سے پہلے ہی یہ علم اللہ میں مقرر تھا اور اس کا ہونا یقینی تھا' بعض کہتے ہیں یہ جانوں کی پیدائش سے پہلے ہے۔ بعض کہتے ہیں مصیبت کی پیدائش سے پہلے ہے' لیکن زیادہ ٹھیک بات یہ ہے کہ مخلوق کی پیدائش سے پہلے ہے۔ امام حسنؒ سے اس آیت کی بابت سوال ہوا تو فرمانے لگے سبحان اللہ ہر مصیبت جو آسمان وزمین میں ہے وہ جانوں کی پیدائش سے پہلے ہی رب کی کتاب میں موجود ہے' اس میں کیا شک ہے؟ زمین کی مصیبتوں سے مراد خشک سالی قحط وغیرہ ہے اور جانوں کی مصیبت درد دکھ اور بیماری ہے۔ جس کسی کو کوئی خراش لگتی ہے یا لغزش پا سے کوئی تکلیف پہنچتی ہے یا کسی سخت محنت سے پسینہ آ جاتا ہے یہ سب اس کے گناہوں کی وجہ سے ہے اور ابھی تو بہت سے گناہ ہیں جنہیں وہ غفور رحیم خدا بخش دیتا ہے' یہ آیت بہترین اور بہت اعلیٰ دلیل ہے قدریہ کی تردید میں جن کا خیال ہے کہ سابق علم کوئی چیز نہیں' اللہ انہیں ذلیل کرے۔

صحیح مسلم شریف میں ہے اللہ تعالیٰ نے تقدیریں مقرر کیں' آسمان وزمین کی پیدائش سے پچاس ہزار برس پہلے۔ ایک اور روایت میں ہے اس کا عرش پانی پر تھا (ترمذی) پھر فرماتا ہے کاموں کے وجود میں آنے سے پہلے ان کا اندازہ کر لینا' ان کے ہونے کا علم حاصل کر لینا اور اسے لکھ دینا' خدا پر کچھ مشکل نہیں' وہی تو ان کا پیدا کرنے والا ہے۔ جس کا محیط علم ہو چکی ہوئی' ہوتی ہوئی اور ہونے والی تمام چیزوں کو شامل

ہے۔ پھر ارشاد ہوتا ہے ہم نے تمہیں یہ خبر اس لئے دی ہے کہ تم یقین رکھو کہ جو تمہیں پہنچا وہ ہرگز کسی صورت سے ٹلنے والا نہ تھا' پس مصیبت کے وقت صبر وشکر' سہار و ثابت قدمی' مضبوط دلی اور روحانی طاقت تم میں موجود رہے' ہائے وائے بے صبری اور بے ضبطی تم سے دور رہے' جزع فزع تم پر چھا نہ جائے' تم اطمینان سے رہو کہ یہ تکلیف تو آنے والی تھی ہی' اسی طرح اگر مال و دولت غلبہ وغیرہ مل جائے تو اس وقت آپے سے باہر نہ ہو جاؤ' اسے عطیۂ خدا مانو' تکبر اور غرور تم میں نہ آ جائے' ایسا نہ ہو کہ دولت و مال وغیرہ کے نشے میں پھول جاؤ اور خدا کو بھول جاؤ' اس لئے کہ اس وقت بھی ہماری یہ تعلیم تمہارے سامنے ہوگی کہ یہ میرے دست و بازو' کا میری عقل و ہوش کا نتیجہ نہیں بلکہ داد خدا ہے۔ ایک قرأت اس کی اَتٰکُمْ ہے دوسری اٰتٰکُمْ ہے اور دونوں میں تلازم ہے' اسی لئے ارشاد ہوتا ہے کہ اپنے جی میں اپنے تئیں بڑا سمجھنے والے' دوسروں پر فخر کرنے والے خدا کے دشمن ہیں۔ حضرت ابن عباسؓ کا فرمان ہے کہ رنج و راحت' خوشی و غم تو ہر شخص پر آتا ہے' خوشی کو شکر میں اور غم کو صبر میں گذار دو۔ پھر ارشاد ہوتا ہے کہ یہ لوگ خود بھی بخیل اور خلاف شرع کام کرنے والے ہیں اور دوسروں کو بھی یہی برا راستہ بتلاتے ہیں۔ جو شخص اللہ کی حکم برداری سے ہٹ جائے وہ خدا کا کچھ نہیں بگاڑے گا کیونکہ وہ تمام مخلوق سے بے نیاز ہے اور ہر طرح سزاوار حمد ہے۔ جیسے حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا اِنْ تَكْفُرُوْٓا اَنْتُمْ وَمَنْ فِي الْاَرْضِ جَمِيْعًا فَاِنَّ اللّٰهَ لَغَنِيٌّ حَمِيْدٌ یعنی اگر تم اور تمام روئے زمین کے انسان کافر ہو جائیں تو بھی خدا کا کچھ نہیں بگاڑ سکتے' اللہ ساری مخلوق سے غنی ہے اور مستحق حمد ہے۔

لَقَدْ اَرْسَلْنَا رُسُلَنَا بِالْبَيِّنٰتِ وَاَنْزَلْنَا مَعَهُمُ الْكِتٰبَ وَالْمِيْزَانَ لِيَقُوْمَ النَّاسُ بِالْقِسْطِ ۚ وَاَنْزَلْنَا الْحَدِيْدَ فِيْهِ بَاْسٌ شَدِيْدٌ وَّمَنَافِعُ لِلنَّاسِ وَلِيَعْلَمَ اللّٰهُ مَنْ يَّنْصُرُهٗ وَرُسُلَهٗ بِالْغَيْبِ ۭ اِنَّ اللّٰهَ قَوِيٌّ عَزِيْزٌ ۝۲۵ ع ۶

یقیناً ہم نے اپنے پیغمبروں کو کھلی دلیلیں دے کر بھیجا اور ان کے ساتھ کتاب اور انصاف نازل فرمایا تاکہ لوگ عدل پر قائم رہیں اور ہم نے لوہے کو اتارا جس میں سخت ہیبت ولڑائی ہے اور لوگوں کے لئے اور بھی بہت سے فائدے ہیں اور اس لئے بھی کہ اللہ جان لے کہ اس کی اور اس کے رسولوں کی مدد بے دیکھے کون کرتا ہے' اللہ ہے قوت والا اور زبردست ○

لوہے کے فوائد: ☆☆ (آیت: ۲۵) اللہ عزوجل فرماتا ہے کہ ہم نے اپنے پیغمبروں کو معجزے دے کر اور ظاہر حجتیں عطا فرما کر اور بھرپور دلائل دے کر دنیا میں مبعوث فرمایا' پھر ساتھ ہی کتاب بھی انہیں دی جو کھری اور صاف سچی ہے اور عدل و حق دیا جس سے ہر عقل مند انسان ان کی باتوں کے قبول کر لینے پر فطرتاً مجبور ہو جاتا ہے' ہاں بیمار رائے والے اور خلاف عقل والے اس سے محروم رہ جاتے ہیں جیسے اور جگہ ہے اَفَمَنْ كَانَ عَلٰى بَيِّنَةٍ مِّنْ رَّبِّهٖ وَيَتْلُوْهُ شَاهِدٌ مِّنْهُ ''جو شخص اپنے رب کی طرف دلیل پر ہو اور ساتھ ہی اس کے شاہد بھی ہو''۔ ایک اور جگہ ہے ''اللہ کی یہ فطرت ہے جس پر مخلوق کو اس نے پیدا کیا ہے'' اور فرماتا ہے آسمان کو اس نے بلند کیا اور میزان رکھ دی پس یہاں فرمان ہے یہ اس لئے کہ لوگ حق و عدل پر قائم ہو جائیں یعنی اتباع رسول کرنے لگیں' امر رسول بجا لائیں۔ رسول ہی کی تمام باتوں کو حق سمجھیں' کیونکہ اس کے سوا سراسر حق کسی اور کا کلام نہیں۔ جیسے فرمان ہے وَتَمَّتْ كَلِمَتُ رَبِّكَ صِدْقًا وَّعَدْلًا ''تیرے رب کا کلمہ جو اپنی خبروں میں سچا اور اپنے احکام میں عدل والا ہے پورا ہو چکا''۔ یہی وجہ ہے کہ جب ایمان دار جنتوں میں پہنچ جائیں گے' خدا کی نعمتوں سے مالا مال

ہو جائیں گے تو کہیں گے خدا کا شکر ہے جس نے ہمیں اس کی ہدایت کی اگر اس کی ہدایت نہ ہوتی تو ہم اس راہ نہیں لگ سکتے تھے ہمارے رب کے رسول ہمارے پاس حق لائے تھے۔ پھر فرماتا ہے ہم نے منکرین حق کی سرکوبی کے لئے لوہا بنایا ہے یعنی اولاً تو کتاب رسول اور حق سے حجت قائم کی پھر ٹیڑھے دل والوں کی کجی نکالنے کے لئے لوہے کو پیدا کر دیا کہ اس کے ہتھیار بنیں اور خدا دوست حضرات دشمنان خدا کے دل کا کانٹا نکال دیں یہی نمونہ حضور کی زندگی میں بالکل عیاں نظر آتا ہے کہ مکہ شریف کے تیرہ سال مشرکین کو سمجھانے بجھانے توحید و سنت کی دعوت دینے ان کے عقائد کی اصلاح کرنے میں گذارے خود اپنے اوپر مصیبتیں جھیلیں لیکن جب یہ حجت ختم ہوگئی تو شارع علیہ السلام نے مسلمانوں کو ہجرت کی اجازت دی پھر حکم دیا کہ اب ان مخالفین سے جنہوں نے اسلام کی اشاعت کو روک رکھا ہے مسلمانوں کو تنگ کر رکھا ہے ان کی زندگی دوبھر کر دی ہے ان سے باقاعدہ جنگ کرو ان کی گردنیں مارو اور ان مخالفین وحی خدا سے زمین کو پاک کرو۔

مسند احمد اور ابوداؤد میں ہے رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں قیامت کے آگے تلوار کے ساتھ بھیجا گیا ہوں یہاں تک کہ اللہ وحدہ لاشریک لہ کی ہی عبادت کی جائے اور میرا رزق میرے نیزے کے سایہ تلے رکھا گیا ہے اور کمینہ پن اور ذلت ان لوگوں پر ہے جو میرے حکم کا خلاف کریں اور جو کسی قوم کی مشابہت کرے وہ انہی میں سے ہے۔ پس لوہے سے لڑائی کے ہتھیار بنتے ہیں جیسے تلوار نیزے چھریاں نیز زر ہیں وغیرہ اور لوگوں کے لئے اس کے علاوہ بھی بہت سے فائدے ہیں جیسے سکے کدال پھاوڑے آرے کھیتی کے آلات بننے کے آلات پکانے کے برتن روٹی کے توے وغیرہ وغیرہ اور بھی بہت سی ایسی ہی چیزیں جو انسانی زندگی کی ضروریات سے ہیں۔

حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں تین چیزیں حضرت آدم علیہ السلام کے ساتھ جنت میں آئیں نہائی سنی اور ہتھوڑا (ابن جریر) پھر فرمایا تاکہ اللہ جان لے کہ ان ہتھیاروں کے اٹھانے سے اللہ اور رسول کی مدد کرنے کا نیک ارادہ کس کا ہے؟ خدا قوت و غلبہ والا ہے اس کے دین کی جو مدد کرے وہ اس کی مدد کرتا ہے دراصل اپنے دین کو وہی قوی کرتا ہے اس نے جہاد تو صرف اپنے بندوں کی آزمائش کے لئے مقرر فرمایا ہے ورنہ غلبہ و نصرت تو اسی کی طرف سے ہے۔

وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا نُوْحًا وَّاِبْرٰهِيْمَ وَجَعَلْنَا فِىْ ذُرِّيَّتِهِمَا النُّبُوَّةَ وَالْكِتٰبَ فَمِنْهُمْ مُّهْتَدٍ ۚ وَكَثِيْرٌ مِّنْهُمْ فٰسِقُوْنَ ﴿۲۶﴾ ثُمَّ قَفَّيْنَا عَلٰٓى اٰثَارِهِمْ بِرُسُلِنَا وَقَفَّيْنَا بِعِيْسَى ابْنِ مَرْيَمَ وَاٰتَيْنٰهُ الْاِنْجِيْلَ ۙ وَجَعَلْنَا فِىْ قُلُوْبِ الَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُ رَاْفَةً وَّرَحْمَةً ۭ وَرَهْبَانِيَّةَ ۨ ابْتَدَعُوْهَا مَا كَتَبْنٰهَا عَلَيْهِمْ اِلَّا ابْتِغَاۗءَ رِضْوَانِ اللّٰهِ فَمَا رَعَوْهَا حَقَّ رِعَايَتِهَا ۚ فَاٰتَيْنَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْهُمْ اَجْرَهُمْ ۚ وَكَثِيْرٌ مِّنْهُمْ فٰسِقُوْنَ ﴿۲۷﴾

بیشک ہم نے نوح اور ابراہیم کو پیغمبر بنا کر بھیجا اور ہم نے ان دونوں کی اولاد میں پیغمبری اور کتاب جاری رکھی تو ان میں سے کچھ تو راہ یافتہ ہوئے اور ان میں سے اکثر

نافرمان رہے ○ ان کے بعد پھر بھی ہم اپنے رسولوں کو پے در پے بھیجتے رہے اور ان کے بعد عیسیٰ ابن مریم کو بھیجا اور انہیں انجیل عطا فرمائی اور ان کے ماننے والوں کے دلوں میں شفقت اور رحم پیدا کر دیا ہے' ہاں رہبانیت (ترک دنیا) تو ان لوگوں نے از خود ایجاد کر لی تھی ہم نے ان پر اسے واجب نہ کیا تھا لیکن ان کی نیت اللہ کی رضا جوئی تھی سو انہوں نے اس کی پوری رعایت نہ کی' پھر بھی ہم نے ان میں سے جو ایمان لائے تھے انہیں ان کا اجر دیا' ان میں زیادہ تر لوگ نافرمان ہیں ○

حضرت نوحؑ اور حضرت ابراہیمؑ کی فضیلت : ☆☆ (آیت: ۲۶-۲۷) حضرت نوح علیہ السلام اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اس فضیلت کو دیکھئے کہ حضرت نوحؑ کے بعد سے لے کر حضرت ابراہیمؑ تک جتنے پیغمبر آئے سب آپ ہی کی نسل سے آئے اور پھر حضرت ابراہیمؑ علیہ السلام کے بعد جتنے نبی اور رسول آئے سب کے سب آپ ہی کی نسل سے ہوئے۔ جیسے اور آیت میں ہے وَجَعَلْنَا فِيْ ذُرِّيَّتِهِ النُّبُوَّةَ وَالْكِتَابَ یہاں تک کہ بنو اسرائیل کے آخری پیغمبر حضرت عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام نے حضور محمد ﷺ کی خوش خبری سنائی۔ پس نوح اور ابراہیم صلوات اللہ علیہما کے بعد برابر رسولوں کا سلسلہ رہا' حضرت عیسیٰؑ تک جنہیں انجیل ملی اور جن کی تابع فرمان امت رحمدل اور نرم مزاج واقع ہوئی' خشیت خدا اور رحمت خلق کے پاک اوصاف سے متصف' پھر نصرانیوں کی ایک بدعت کا ذکر ہے جو ان کی شریعت میں تو نہ تھی لیکن انہوں نے خود اپنی طرف سے اسے ایجاد کر لی تھی' اس کے بعد کے جملے کے دو مطلب بیان کئے گئے ہیں ایک تو یہ کہ مقصد ان کا نیک تھا' خدا کی رضا جوئی کے لئے یہ طریقہ نکالا تھا' حضرت سعید بن جبیرؒ حضرت قتادہؒ وغیرہ کا یہی قول ہے۔ دوسرا مطلب یہ بیان کیا گیا ہے کہ ہم نے ان پر اسے واجب نہ کیا تھا' ہاں ہم نے ان پر صرف اللہ کی رضا جوئی واجب کی تھی۔

پھر فرماتا ہے یہ اسے بھی نبھا نہ سکے' جیسا چاہئے تھا ویسا اس پر بھی نہ جمے' پس دوہری خرابی آئی ایک اپنی طرف سے ایک نئی بات دین خدا میں ایجاد کرنے کی' دوسری اس پر بھی قائم نہ رہنے کی' یعنی جسے وہ خود قرب خدا کا ذریعہ اپنے ذہن سے سمجھ بیٹھے تھے بالآخر اس پر بھی پورے نہ اترے۔ ابن ابی حاتم میں ہے حضورؐ نے حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کو پکارا آپ نے لبیک کہا' آپ نے فرمایا سنو بنی اسرائیل کے بہتر گروہ ہو گئے' جن میں سے تین نے نجات پائی' پہلے فرقہ نے تو بنی اسرائیل کی گمراہی دیکھ کر ان کی ہدایت کے لئے اپنی جانیں ہتھیلیوں پر رکھ کر ان کے بڑوں کو تبلیغ شروع کی لیکن آخر وہ لوگ جدال و قتال پر اتر آئے اور بادشاہ اور امراء نے جو اس تبلیغ سے بہت گھبراتے تھے' ان پر لشکر کشی کی اور انہیں قتل بھی کیا' قید بھی کیا' ان لوگوں نے تو نجات حاصل کر لی' پھر دوسری جماعت کھڑی ہوئی' ان میں مقابلہ کی طاقت تو نہ تھی تاہم اپنے دین کی قوت سے سرکشوں اور بادشاہوں کے دربار میں حق گوئی شروع کی اور خدا کے سچے دین اور حضرت عیسیٰؑ کے اصلی مسلک کی طرف انہیں دعوت دینے لگے' ان بدنصیبوں نے انہیں قتل بھی کرایا' آروں سے بھی چیرا اور آگ میں بھی جلایا جسے اس جماعت نے صبر و شکر کے ساتھ برداشت کیا اور نجات حاصل کی۔ پھر تیسری جماعت اٹھی' یہ ان سے بھی زیادہ کمزور تھے' ان میں طاقت نہ تھی کہ اصل دین کے احکام کی تبلیغ ان ظالموں میں کریں' اس لئے انہوں نے اپنے دین کا بچاؤ اسی میں سمجھا کہ جنگلوں میں نکل جائیں اور پہاڑوں پر چڑھ جائیں' عبادت میں مشغول ہو جائیں اور دنیا کو ترک کر دیں۔ انہی کا ذکر رہبانیت والی آیت میں ہے' یہی حدیث دوسری سند سے بھی مروی ہے۔ اس میں تہتر فرقوں کا بیان ہے اور اس میں یہ بھی ہے کہ اجر انہیں ملے گا جو مجھ پر ایمان لائیں اور میری تصدیق کریں اور ان میں سے اکثر جو فاسق ہیں وہ وہ ہیں جو مجھے جھٹلائیں اور میرا خلاف کریں۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ بنی اسرائیل کے بادشاہوں نے حضرت عیسیٰؑ کے بعد توریت و انجیل میں تبدیلیاں کر لیں لیکن ایک جماعت ایمان پر قائم رہی اور اصلی تورات و انجیل ان کے ہاتھوں میں رہی جسے وہ تلاوت کیا کرتے تھے۔ ایک مرتبہ ان لوگوں نے جنہوں نے کتاب اللہ میں ردو بدل کر لیا تھا' اپنے بادشاہوں سے ان سچے مومنوں کی شکایت کی کہ یہ لوگ کتاب اللہ کہہ کر

جس کتاب کو پڑھتے ہیں اس میں تو ہمیں گالیاں لکھی ہیں' اس میں لکھا ہوا ہے جو کوئی خدا کی نازل کردہ کتاب کے مطابق حکم نہ کرے وہ کافر ہے اور اسی طرح کی بہت سی آیتیں ہیں' پھر یہ لوگ ہمارے اعمال پر بھی عیب گیری کرتے رہتے ہیں۔

پس آپ انہیں دربار میں بلوایئے اور انہیں مجبور کیجئے کہ یا تو وہ اسی طرح پڑھیں جس طرح ہم پڑھتے ہیں اور ویسا ہی عقیدہ و ایمان رکھیں جیسا ہمارا ہے' ورنہ انہیں بدترین عبرت ناک سزا دیجئے چنانچہ ان سچے مسلمانوں کو دربار میں بلوایا گیا اور ان سے کہا گیا کہ یا تو ہماری اصلاح کردہ کتاب پڑھا کرو اور تمہارے اپنے ہاتھوں میں جو خدائی کتابیں ہیں' انہیں چھوڑ دو ورنہ جان سے ہاتھ دھولو اور قتل گاہ کی طرف قدم بڑھاؤ۔ اس پر ان پاک بازوں کی ایک جماعت نے تو کہا کہ تم ہمیں ستاؤ نہیں' تم اونچی عمارت بنادو' ہمیں وہاں پہنچا دو اور ڈوری چھتری دے دو' ہمارا کھانا پینا اس میں ڈال دیا کرو' ہم اوپر سے کھینچ لیا کریں گے نیچے اتریں گے ہی نہیں اور تم میں آئیں گے ہی نہیں۔ ایک جماعت نے کہا سنو ہم یہاں سے ہجرت کر جاتے ہیں' جنگلوں اور پہاڑوں میں نکل جاتے ہیں' تمہاری بادشاہت کی سرزمین سے باہر ہو جاتے ہیں' چشموں' نہروں' ندیوں' نالوں اور تالابوں سے جانوروں کی طرح منہ لگا کر پانی پیا کریں گے اور جو پھول پات مل جائیں گے ان پر گذارہ کر لیں گے' اس کے بعد اگر تم ہمیں اپنے ملک میں دیکھ لو تو بیشک گردن اڑا دینا' تیسری جماعت نے کہا ہمیں اپنی آبادی کے ایک طرف کچھ زمین دے دو اور وہاں حصار کھینچ دو' وہیں ہم کنویں کھود لیں گے اور کھیتی کر لیا کریں گے' تم میں ہرگز نہ آئیں گے۔ چونکہ اس خدا پرست جماعت سے ان لوگوں کی قریبی رشتہ داریاں تھیں' اس لئے یہ درخواستیں منظور کر لی گئیں اور یہ لوگ اپنے اپنے ٹھکانے پر چلے گئے لیکن ان کے ساتھ بعض اور لوگ بھی لگ گئے جنہیں دراصل علم و ایمان نہ تھا' تقلیداً ساتھ ہو لئے' ان کے بارے میں یہ آیت وَرَهْبَانِيَّةَ نازل ہوئی۔ پس جب اللہ تعالیٰ نے حضور انور ﷺ کو مبعوث فرمایا اس وقت ان میں کے بہت کم لوگ رہ گئے تھے' آپ کی بعثت کی خبر سنتے ہی خانقاہوں والے اپنی خانقاہوں سے اور جنگلوں والے اپنے جنگلوں سے اور حصار والے اپنے حصاروں سے نکل کھڑے ہوئے' آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے آپ پر ایمان لائے' آپ کی تصدیق کی۔ جس کا ذکر اس آیت میں ہے يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ وَآمِنُوا بِرَسُولِهِ يُؤْتِكُمْ كِفْلَيْنِ مِنْ رَحْمَتِهِ وَيَجْعَلْ لَكُمْ نُورًا تَمْشُونَ بِهِ الخ' یعنی ''ایمان والو! اللہ سے ڈرو اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ' تمہیں اللہ اپنی رحمت کا دوہرا حصہ دے گا (یعنی حضرت عیسیٰ پر ایمان لانے کا اور پھر حضرت محمدؐ پر ایمان لانے کا) اور تمہیں نور دے گا جس کی روشنی میں تم چلو پھرو (یعنی قرآن و سنت) تاکہ اہل کتاب جان لیں (جو تم جیسے ہیں) کہ اللہ کے کسی فضل کا اختیار انہیں نہیں اور سارا فضل خدا کے ہاتھ ہے جسے چاہے دیتا ہے اور اللہ بڑے فضل کا مالک ہے''۔ یہ سیاق غریب ہے اور ان دونوں پچھلی آیتوں کی تفسیر اس آیت کے بعد ہی آ رہی ہے ان شاء اللہ تعالیٰ۔

ابویعلیٰ میں ہے کہ لوگ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کے پاس مدینہ میں حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کی خلافت کے زمانہ میں آئے' آپ اس وقت امیر مدینہ تھے' جب یہ آئے اس وقت حضرت انسؓ نماز ادا کر رہے تھے اور بہت ہلکی نماز پڑھ رہے تھے' جیسے مسافرت کی نماز ہو یا اس کے قریب قریب' جب سلام پھیرا تو لوگوں نے آپ سے پوچھا کہ کیا آپ نے فرض نماز پڑھی یا نفل؟ فرمایا فرض اور یہی نماز رسول اللہ ﷺ کی تھی' میں نے اپنے خیال سے اپنی یاد برابر تو اس میں کوئی خطا نہیں کی۔ ہاں اگر کچھ بھول گیا ہوں تو اس کی بابت نہیں کہہ سکتا' حضورؐ کا فرمان ہے کہ اپنی جانوں پر سختی نہ کرو ورنہ تم پر سختی کی جائے گی' ایک قوم نے اپنی جانوں پر سختی کی اور ان پر بھی سختی کی گئی' پس ان کی بقایا خانقاہوں میں اور ایسے ہی گھروں میں اب بھی دیکھ لو' یہ تھی وہ سختی کہ ترک دنیا جو اللہ نے ان پر واجب نہیں کی تھی۔ دوسرے دن ہم لوگوں نے کہا آیئے سواریوں پر چلیں اور دیکھیں اور عبرت حاصل کریں۔

حضرت انسؓ نے فرمایا بہت اچھا' بس سب سوار ہو کر چلے اور کئی ایک بستیاں دیکھیں جو بالکل اجڑ گئی تھیں اور مکانات اوندھے پڑے ہوئے تھے' تو ہم نے کہا ان شہروں سے آپ واقف ہیں؟ فرمایا خوب اچھی طرح بلکہ ان کے باشندوں سے بھی' انہیں سرکشی اور حسد نے ہلاک کیا' حسد نیکیوں کے نور کو بجھا دیتا ہے اور سرکشی اس کی تصدیق یا تکذیب کرتی ہے' آنکھ کا بھی زنا ہے' ہاتھ اور قدم اور زبان کا بھی زنا ہے اور شرمگاہ اسے سچاتی ہے یا جھٹلاتی ہے۔ مسند احمد میں ہے حضورؐ فرماتے ہیں ہر نبی کے لئے رہبانیت تھی اور میری امت کی رہبانیت اللہ عزوجل کی راہ میں جہاد کرنا ہے۔ ایک شخص حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ کے پاس آتا ہے اور کہتا ہے مجھے کچھ وصیت کیجئے' آپ نے فرمایا تم نے مجھ سے وہ سوال کیا جو میں نے رسول اللہ ﷺ سے کیا تھا' میں تجھے وصیت کرتا ہوں اللہ سے ڈرتے رہنے کی' یہی تمام نیکیوں کا سر ہے اور تو جہاد کو لازم پکڑ لے یہی اسلام کی رہبانیت ہے اور ذکر اللہ اور تلاوت قرآن پر مداومت کر' وہی تیری راحت و روح ہے آسمانوں میں اور تیری یاد ہے زمین میں۔ یہ روایت مسند احمد میں ہے واللہ تعالیٰ اعلم۔

يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُواْ ٱتَّقُواْ ٱللَّهَ وَءَامِنُواْ بِرَسُولِهِۦ يُؤْتِكُمْ كِفْلَيْنِ مِن رَّحْمَتِهِۦ وَيَجْعَل لَّكُمْ نُورًا تَمْشُونَ بِهِۦ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ۚ وَٱللَّهُ غَفُورٌ رَّحِيمٌ ﴿٢٨﴾ لِّئَلَّا يَعْلَمَ أَهْلُ ٱلْكِتَٰبِ أَلَّا يَقْدِرُونَ عَلَىٰ شَىْءٍ مِّن فَضْلِ ٱللَّهِ ۙ وَأَنَّ ٱلْفَضْلَ بِيَدِ ٱللَّهِ يُؤْتِيهِ مَن يَشَآءُ ۚ وَٱللَّهُ ذُو ٱلْفَضْلِ ٱلْعَظِيمِ ﴿٢٩﴾

اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو! اللہ سے ڈرتے رہا کرو اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ اللہ تمہیں اپنی رحمت کا دوہرا حصہ دے گا اور تمہیں نور دے گا جس کی روشنی میں تم چلو پھرو گے اور تمہارے گناہ بھی معاف فرما دے گا' اللہ بخشنے والا اور مہربانی والا ہے ○ یہ اس لئے کہ اہل کتاب جان لیں کہ اللہ کے فضل کے کسی حصہ پر بھی انہیں اختیار نہیں اور یہ کہ سارا فضل اللہ ہی کے ہاتھ ہے وہ جسے چاہے دے' اللہ ہے ہی بڑے فضل والا ○

مسلمانوں اور یہود و نصاریٰ کی مثال: ☆☆ (آیت: ۲۸-۲۹) اس سے پہلے کی آیت میں بیان ہو چکا ہے کہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں جن مومنوں کا یہاں ذکر ہے اس سے مراد اہل کتاب کے مومن ہیں اور انہیں دوہرا اجر ملے گا' جیسے کہ سورۂ قصص کی آیت میں ہے اور جیسے کہ ایک حدیث میں آیا ہے کہ تین شخصوں کو اللہ تعالیٰ دوہرا اجر دے گا ایک وہ اہل کتاب جو اپنے نبی پر ایمان لایا پھر مجھ پر بھی ایمان لایا اسے دوہرا اجر ہے اور وہ غلام جو اپنے آقا کی تابعداری کرے اور خدا کا حق بھی ادا کرے اسے بھی دو دو اجر ہیں' اور وہ شخص جو اپنی لونڈی کو ادب سکھائے اور بہت اچھا ادب سکھائے' یعنی شرعی ادب پھر اسے آزاد کر دے اور نکاح کر دے وہ بھی دوہرے اجر کا مستحق ہے۔ حضرت سعید بن جبیرؒ فرماتے ہیں جب اہل کتاب اس دوہرے اجر پر فخر کرنے لگے تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت اس امت کے حق میں نازل فرمائی۔ پس انہیں دوہرے اجر کے بعد نور ہدایت دینے کا بھی وعدہ کیا اور مغفرت کا بھی' پس نور اور مغفرت انہیں زیادہ ملی (ابن جریرؒ) اسی مضمون کی آیت یَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُوٓاْ إِن تَتَّقُواْ ٱللَّهَ الخ' ہے یعنی اے ایمان والو! اگر تم اللہ سے ڈرتے رہے تو وہ تمہارے لئے فرقان کرے گا اور تم سے تمہاری برائیاں دور کر دے گا اور تمہیں معاف فرما دے گا' اللہ بڑے فضل والا ہے۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہودیوں کے ایک بہت بڑے عالم سے دریافت فرمایا کہ تمہیں ایک نیکی پر زیادہ سے زیادہ کس قدر فضیلت ملتی ہے۔ اس نے کہا ساڑھے تین سو تک' آپ نے اللہ کا شکر کیا اور فرمایا ہمیں تم سے دوہرا ملا ہے۔ حضرت سعیدؓ نے اسے بیان فرما کر یہی آیت پڑھی اور فرمایا اسی طرح جمعہ کا دوہرا اجر ہے۔ مسند احمد کی حدیث میں ہے تمہاری اور یہود و نصاریٰ کی مثال اس شخص جیسی ہے جس نے چند مزدور کسی کام پر لگانے چاہے اور اعلان کیا کہ کوئی ہے جو مجھ سے ایک قیراط لے اور صبح کی نماز سے لے کر آدھے دن تک کام کرے؟ پس یہود تیار ہو گئے' اس نے پھر کہا ظہر سے عصر تک' اب جو کام کرے اسے میں ایک قیراط دوں گا اس پر نصرانی تیار ہوئے کام کیا اور اجرت لی' اس نے پھر کہا اب عصر سے مغرب تک جو کام کرے میں اسے دو قیراط دوں گا پس وہ تم مسلمان ہو' اس پر یہود نصاریٰ بہت بگڑے اور کہنے لگے کام ہم نے زیادہ کیا اور دام انہیں زیادہ ملے' ہمیں کم دیا گیا تو انہیں جواب ملا کہ میں نے تمہارا کوئی حق تو نہیں مارا؟ انہوں نے کہا نہیں ایسا تو نہیں ہوا' جواب ملا کہ پھر یہ میرا فضل ہے' جسے چاہوں دوں۔

صحیح بخاری شریف میں ہے مسلمانوں اور یہود و نصاریٰ کی مثال اس شخص کی طرح ہے جس نے چند لوگوں کو کام پر لگایا' اجرت ٹھہرالی اور انہوں نے ظہر تک کام کر کے کہہ دیا کہ اب ہمیں ضرورت نہیں' جو ہم نے کیا ہم اس کی اجرت بھی نہیں چاہتے اور اب ہم کام بھی نہیں کریں گے' اس نے انہیں سمجھایا بھی کہ ایسا نہ کرو کام پورا کرو اور مزدوری لے جاؤ لیکن انہوں نے صاف انکار کر دیا اور کام ادھورا چھوڑ کر اجرت لئے بغیر چلتے بنے۔ اس نے اور مزدور لگائے اور کہا کہ باقی کام شام تک تم پورا کرو اور پورے دن کی مزدوری میں تمہیں دوں گا' یہ کام پر لگے لیکن عصر کے وقت یہ بھی کام سے ہٹ گئے اور کہہ دیا کہ اب ہم سے نہیں ہو سکتا' ہمیں آپ کی اجرت نہیں چاہئے' اس نے انہیں بھی سمجھایا کہ دیکھو اب دن باقی ہی کیا رہ گیا ہے' تم کام پورا کرو اور اجرت لے جاؤ' لیکن یہ نہ مانے اور چلے گئے اس نے پھر اوروں کو بلایا اور کہا لو تم مغرب تک کام کرو اور دن بھر کی مزدوری لے جاؤ۔ چنانچہ انہوں نے مغرب تک کام کیا اور ان دونوں جماعتوں کی اجرت بھی یہی لے گئے' پس یہ ہے ان کی مثال اور اس نور کی مثال جسے انہوں نے قبول کیا۔ پھر فرماتا ہے یہ اس لئے کہ اہل کتاب یقین کر لیں کہ خدا جسے دے' یہ اس کے لوٹانے کی اور جسے نہ دے اسے دینے کی کچھ بھی قدرت نہیں رکھتے اور اس بات کو بھی وہ جان لیں کہ فضل و کرم کا مالک صرف وہی پروردگار ہے' اس کے فضل کا کوئی اندازہ اور حساب نہیں لگ سکتا۔

امام ابن جریر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں لِئَلَّا یَعْلَمَ کا معنی لِیَعْلَمَ ہے۔ حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی قرأت میں لِکَیْ یَعْلَمَ ہے۔ اسی طرح حضرت عطا بن عبداللہ رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت سعید بن جبیر رحمۃ اللہ علیہ سے بھی یہی قرأت مروی ہے۔ غرض یہ ہے کہ کلام عرب میں لا صلہ کے لئے آتا ہے جو کلام کے اول آخر میں آ جاتا ہے اور وہاں انکار مراد نہیں ہوتا' جیسے مَا مَنَعَكَ اَلَّا تَسْجُدَ میں اور وَمَا يُشْعِرُكُمْ اَنَّهَا اِذَا جَآءَتْ لَا يُؤْمِنُوْنَ اور وَحَرَامٌ عَلٰى قَرْيَةٍ اَهْلَكْنٰهَا اَنَّهُمْ لَا يَرْجِعُوْنَ میں۔ الحمدللہ سورۂ حدید کی تفسیر ختم ہوئی۔ اللہ تعالیٰ کا ہزار ہزار شکر ہے کہ اس ستائیسویں پارے کی تفسیر بھی ختم ہوئی۔ اللہ تعالیٰ قبول فرمائے اور ہمیں اپنے پاک کلام کی صحیح سمجھ دے اور اس پر عمل کی توفیق دے۔ میرے مہربان خدا میرے عاجز ہاتھوں سے اس پاک تفسیر کو پوری کرا کے مکمل مطبوع مجھے دکھا دے' مقبولیت عطا فرما اور اس پر ہمیں عمل نصیب فرما۔ اے دلوں کے بھید سے آگاہ خدا میری عاجزانہ التماس ہے کہ میرے نامہ اعمال میں اسے ثابت فرما اور میرے تمام گناہوں کا کفارہ اسے کر دے اور اس کے پڑھنے والوں پر رحم فرما اور ان کے دل میں ڈال کہ وہ میرے لئے بھی رحم کی دعا کریں۔ خدایا اپنے سچے دین کی اور اپنے غلاموں کی تائید کر اور اپنے نبیؐ کے کلام کو سب کے کلاموں پر غالب رکھ۔ آمین!